

سالانہ رپورٹ

1990-91ء
1410-11ھ

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد



سالانہ رپورٹ

1990-91ء

1410-11ھ

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد

اشاعت اول	22/ شوال المکرّم 1411ھ 7/ مئی 1991ء
اشاعت دوئم	29/ محرم الحرام 1414ھ 20/ جولائی 1993ء
مطبع	پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس، اسلام آباد

مشمولات

رائج الوقت قوانین کا جائزہ

امتیازی قوانین اور حدود کے احکام متعلقہ خواتین

باب سوم :۔ نظام معیشت

سفارشات

استفسارات

فصل دوم :۔ نظام بیمہ

باب چہارم :۔ نظام معاشرت

سفارشات

سفارشات

باب پنجم :- تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ

سفارشات

باب ششم :- متفرقات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین (آرٹیکل ۲۳۰ (۴)) کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کے بارے میں سالانہ رپورٹ حکومت کو پیش کرے تاکہ وہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے غوروفکر، ضروری کارروائی اور عملدر آمد کیلئے رکھ دی جائے۔ اس آئینی تقاضے کے بموجب آئندہ صفحات میں سالانہ رپورٹ برائے ۹۱ - ۱۹۹۰ء پیش کی جارہی ہے۔

کونسل نے اس سال (یعنی فروری ۱۹۹۰ء تا فروری ۱۹۹۱ء) کے دوران کل نو اجلاس منعقد کئے جو مجموعی طور پر ۲۷ دنوں پر محیط ہیں۔ ان اجلاسوں میں اراکین نے نہایت محنت اور عرقریزی سے عقائد وعبادات، قانون وعدل، معیشت، معاشرت، تعلیم، ذرائع ابلاغ عامہ اور دوسرے موضوعات پر قرآن و سنت کے احکام کی روشنی میں سفارشات مرتب کیں، جو اس رپورٹ کے آئندہ صفحات میں موجود ہیں۔

موجودہ کونسل کی تشکیل نو کے وقت اس وقت کی وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے کونسل کے افتتاحی اجلاس کے موقع پر جو نقاط کونسل کے غوروفکر اور اظہار رائے کے لئے دیئے تھے، کونسل نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ ان کو بھی پیش نظر رکھا اور کام کی سہولت کے لئے یہ مناسب سمجھا کہ موضوعات کی مناسبت سے خصوصی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جہاں مختلف موضوعات پر عمیق غور وخوض کے بعد سفارشات کے ابتدائی مسودات مرتب کئے جائیں اور ان کو کونسل کی حتمی اور آخری منظوری کے بعد حکومت کو پیش کر دیا جائے۔ اس غرض کیلئے حسب ذیل خصوصی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں -

۱۔ قانونی اور سیاسی اصلاحات کمیٹی
۲۔ تعلیم وذرائع ابلاغ عامہ کمیٹی
۳۔ معاشرتی اصلاحات کمیٹی

۴۔ اسلامی نظام معیشت کمیٹی

۵۔ ورکنگ گروپ متعلقہ بیمہ

۶۔ کمیٹی برائے امتیازی قوانین متعلقہ خواتین۔

چنانچہ سال کے دوران ان کمیٹیوں نے اپنے اپنے اجلاس منعقد کر کے آئینی ترامیم، اسلامی نظام معیشت اور تعلیم وذرائع ابلاغ عامہ سے متعلق موضوعات پر اپنی رپورٹیں مرتب کرلیں جو کونسل کی منظوری کے بعد اس رپورٹ میں طبع کی جارہی ہیں۔

اب یہ پارلیمینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کا کام ہے کہ وہ کونسل کی رپورٹ میں منظور کردہ تجاویز کو عملی جامہ پہنائیں۔

اس رپورٹ کی ترتیب وتدوین کا ابتدائی کام جناب ظہیرالدین برلاس ریسرچ آفیسر اور جناب حافظ عبدالغفار احمد سینئر ٹرانسلیشن آفیسر نے کیا اور اس کو آخری اور حتمی شکل جناب پروفیسر محمود احمد غازی رکن کونسل نے دی۔ میں کونسل کے سابق سیکرٹری جناب پروفیسر سید صفدر علی شاہ اور موجودہ سیکرٹری جناب محمد سمیع اللہ کا شکر گزار ہوں جن کے تعاون اور انتظام وانصرام کی وجہ سے کونسل یہ کام کرنے کے قابل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسلام آباد
۲۲۔شوال ۱۴۱۱ھ
۷۔مئی ۱۹۹۱ء

جسٹس (ریٹائرڈ) محمد حلیم
سابق چیف جسٹس آف پاکستان
چیئرمین
اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

نوتشکیل شدہ کونسل سے متعلق اعلامیہ

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی تشکیل نو وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد کے اعلامیہ نمبر۲(۹)/ایڈمن-۱۱۱/سی آئی آئی مورخہ ۲۵ر فروری ۱۹۹۰ء کے ذریعے عمل میں آئی جس میں ۱۹ ارکان کونسل (بشمول چیئرمین) کا تقرر کیا گیا نوٹیفکیشن کا متن حسب ذیل ہے:-

GOVERNMENT OF PAKISTAN

MINISTRY OF RELIGIOUS AFFAIRS AND MINORITIES AFFAIRS

NOTIFICATION

Islamabad, the 25th February, 1990

No. 2 (9)/90/ADMN. III/CII.—In pursuance of Article No. 228 of the CONSTITUTION OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN (PART IX), ISLAMIC PROVISIONS, as amended uptodate, the President is pleased to appoint the following persons to be the Chairman and Members of the Council of Islamic Ideology for a period of 3 years with immediate effect:

1.	Justice Muhammad Haleem, Retired Chief Justice of Pakistan.	*Chairman.*
2.	Chief Justice (Retd.) Shamim Hussain Qadri.	*Member*
3.	Maulana Hamid Saeed Kazmi.	*Member*
4.	Maulana Irshadul Haq Thanvi.	*Member*
5.	Maulana Athar Naeemi.	*Member*
6.	Maulana Ashraf Ali Qureshi.	*Member*
7.	Maulana Abdullah Khilji.	*Member*
8.	Allama Abbas Haider Abdi.	*Member*

9.	Begum Nisar Fatima.	*Member*
10.	Dr. Abdulwahid J. Halepota.	*Member*
11.	Dr. Mahmood Ahmed Ghazi.	*Member*
12.	Justice Abdur Rehman Kaif.	*Member*
13.	Syed Afzal Haider Shah.	*Member*
14.	Maulana Shujaat Ali Qadri.	*Member*
15.	Maulana Ata Muhammad Bandialvi.	*Member*
16.	Maulana Syed Saeed Ahmed Shah Gujrati.	*Member*
17.	Allama Ifran Haider Abdi.	*Member*
18.	Syed Zakir Hussain Shah.	*Member*
19.	Pir Mian Abdul Baqi of Humayun Sharif.	*Member*

SD/-
(MAQSOOD AHMED SHAIKH)
Joint Secretary.

دوران سال کونسل کے اجلاس

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے ۲۵ر فروری ۱۹۹۰ء سے ۲۸ر فروری ۱۹۹۱ء کے دوران کل نو اجلاس منعقد کئے جو ۲۷ دنوں پر محیط ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ افتتاحی اجلاس ۱۸ مارچ ۱۹۹۰ء	بمقام اسلام آباد	۱ دن
۲۔ پہلا اجلاس ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء	بمقام اسلام آباد	۳ دن
۳۔ دوسرا اجلاس ۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء	بمقام اسلام آباد	۳ دن
۴۔ تیسرا اجلاس ۱۹ تا ۲۲ مئی ۱۹۹۰ء	بمقام کراچی	۴ دن
۵۔ چوتھا اجلاس ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء	بمقام اسلام آباد	۴ دن
۶۔ ہنگامی اجلاس ۱۵ تا ۱۶ نومبر ۱۹۹۱ء	بمقام کراچی	۲ دن
۷۔ پانچواں اجلاس ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء	بمقام اسلام آباد	۴ دن
۸۔ چھٹا اجلاس ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء	بمقام اسلام آباد	۳ دن
۹۔ ساتواں اجلاس ۲۴ تا ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء	بمقام کراچی	۳ دن
	کل	۲۷ دن

دوران سال کونسل کی ذیلی کمیٹیوں کے اجلاس

(۱) قانونی وسیاسی اصلاحات کمیٹی

اجلاس اول	۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۳ دن
اجلاس دوم	۱۶ تا ۱۸ جون ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۳ دن
اجلاس سوم	۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء، لاہور	۳ دن
		کل ۹ دن

(۲) نظام تعلیم وذرائع ابلاغ عامہ اصلاحات کمیٹی

اجلاس اول	۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۳ دن
اجلاس دوم	۹ تا ۱۱ جون ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۳ دن
اجلاس سوم	۲۵ - ۲۶ جون ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۲ دن
اجلاس چہارم	۱۶ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۵ دن
اجلاس پنجم	۱۷ تا ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء، کراچی	۳ دن
		۱۶ دن

(۳) معاشرتی اصلاحات کمیٹی

اجلاس اول	۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۳ دن
اجلاس دوم	۲۳ - ۲۴ جون ۱۹۹۰ء، اسلام آباد	۲ دن
اجلاس سوم	۱۲ - ۱۳ ستمبر ۱۹۹۰ء، کراچی	۲ دن
اجلاس چہارم	۱۶ تا ۱۸ دسمبر ۱۹۹۰ء، کراچی	۳ دن
		۱۰ دن

۴۔ اسلامی نظام معیشت کمیٹی

اجلاس اول	۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء' اسلام آباد	۳ دن
اجلاس دوم	۲۳ - ۲۴ مئی ۱۹۹۰ء' کراچی	۲ دن
اجلاس سوم	۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء' لاہور	۴ دن
		۹ دن

۵۔ ورکنگ گروپ متعلقہ بیمہ

اجلاس نہم ۲۷ تا ۲۹ مئی ۱۹۹۰ء' کراچی

نوٹ:- یہ بیمہ گروپ کا نواں اجلاس تھا اور نو تشکیل شدہ کونسل کے ورکنگ گروپ متعلقہ بیمہ کا پہلا اجلاس تھا۔

۶۔ کمیٹی برائے امتیازی قوانین وحدود دلاز متعلقہ خواتین

اجلاس اول	۲۱ - ۲۲ ستمبر ۱۹۹۰ء' لاہور	۲ دن

اراکین کونسل کا حاضری ریکارڈ

افتتاحی اجلاس

کونسل کے افتتاحی اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت کی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ) چیف جسٹس آف پاکستان	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) مفتی سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا عطامحمد بندیالوی	رکن
۷۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۸۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۹۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۱۰۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۳۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۴۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۵۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۶۔ علامہ عرفان حیدر عابدی	رکن
۱۷۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن

محترمہ نثار فاطمہ زہراء علالت طبع کے باعث اجلاس میں شرکت نہ کر سکیں اور چیف جسٹس (ریٹائرڈ) شمیم حسین قادری نے کونسل کی رکنیت قبول نہ فرمائی۔

اجلاس اول

کونسل کے پہلے اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ) چیف جسٹس آف پاکستان	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا عطا محمد بندیالوی	رکن
۷۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۸۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۹۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۱۰۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۳۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۴۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۵۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۶۔ علامہ عرفان حیدر عابدی	رکن
۱۷۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن
۱۸۔ محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

اجلاس دوم

کونسل کے دوسرے اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ) چیف جسٹس آف پاکستان	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا عطا محمد بندیالوی	رکن
۷۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۸۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۹۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۱۰۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۳۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۴۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۵۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۶۔ علامہ عرفان حیدر عابدی	رکن
۱۷۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن
۱۸۔ محترمہ نثار فاطمہ زھراء	رکن

اجلاس سوم

کونسل کے تیسرے اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ) چیف جسٹس آف پاکستان	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا عطا محمد بندیالوی	رکن
۷۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۸۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۹۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۱۰۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۳۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۴۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۵۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۶۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن
۱۷۔ محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

علامہ عرفان حیدر عابدی اپنی ذاتی مصروفیت کے باعث اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔

اجلاس چہارم

کونسل کے چوتھے اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان)	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۵۔ مولانا عطامحمد بندیالوی	رکن
۶۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۷۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۸۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۹۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۰۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۱۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۲۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۳۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۴۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۵۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن
۱۶۔ محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

ڈاکٹر محمود احمد غازی بیرون ملک تشریف لے جانے کے باعث اور علامہ عرفان حیدر عابدی اپنی ذاتی مصروفیت کے باعث اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔

اجلاس پنجم

کونسل کے پانچویں اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان)	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا عطا محمد بندیالوی	رکن
۷۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۸۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۹۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۱۰۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۳۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۴۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۵۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۶۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن

علامہ عرفان حیدر عابدی اپنی علالت طبع کے باعث اور محترمہ نثار فاطمہ زھراء بیرون ملک علاج کی غرض سے تشریف لے جانے کے باعث اجلاس میں شرکت نہ کر سکیں۔

ڈاکٹر امین اللہ وثیر بطور نمائندہ وزارت مذہبی و اقلیتی امور اس اجلاس میں شریک ہوئے۔

ہنگامی اجلاس

کونسل کے ہنگامی اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان)	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۷۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۸۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۹۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۰۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۳۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۴۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۵۔ علامہ عرفان حیدر عابدی	رکن

ڈاکٹر امین اللہ وثیر ڈائریکٹر جنرل، شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نے بطور نمائندہ وزارت اجلاس میں شرکت کی اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی بطور ماہر فقہ کونسل کی خصوصی دعوت پر شریک اجلاس ہوئے۔

اجلاس ششم

کونسل کے چھٹے اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ) چیف جسٹس آف پاکستان	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا عطا محمد بندیالوی	رکن
۷۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۸۔ مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۹۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۱۰۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۳۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۴۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۵۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۶۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن

علامہ عرفان حیدر عابدی اور محترمہ نثار فاطمہ زہراء اپنی علالت طبع کے باعث اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔

اجلاس ہفتم

کونسل کے ساتویں اجلاس میں حسب ذیل اراکین نے شرکت فرمائی۔

۱۔ جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان)	چیئرمین
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	رکن
۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
۵۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۶۔ مولانا عطا محمد بندیالوی	رکن
۷۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۸۔ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۹۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۱۰۔ مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۱۱۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۱۲۔ سید افضل حیدر	رکن
۱۳۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۱۴۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۱۵۔ علامہ عرفان حیدر عابدی	رکن
۱۶۔ مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن

مولانا حامد سعید کاظمی اپنی ذاتی مصروفیت کے باعث اور محترمہ نثار فاطمہ زہرا اپنی علالت طبع کے باعث اجلاس میں شرکت نہ کر سکیں۔

افتتاحی اجلاس

جناب جسٹس محمد حلیم (سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) کی سربراہی میں نوتشکیل شدہ اسلامی نظریاتی کونسل کا افتتاحی اجلاس ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ (مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۹۰ء) کو پی بلاک پاک سیکرٹریٹ کے آڈیٹوریم میں ساڑھے دس بجے صبح منعقد ہوا۔ اجلاس میں اراکین کونسل اور جناب جسٹس محمد خورشید خان (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر) کے علاوہ بعض وفاقی وزراء' ہائی کورٹ کے ججوں' وفاقی حکومت کے سیکرٹریز اور بہت سے علماء' محققین اور دانشور حضرات نے شرکت فرمائی۔

اس افتتاحی اجلاس کی صدارت وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو نے فرمائی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد چیئرمین کونسل جناب جسٹس (ریٹائرڈ) محمد حلیم نے اپنا خطبہ استقبالیہ پیش کیا جو ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترمہ بے نظیر بھٹو وزیر اعظم پاکستان
جناب حق نواز اختر سیکرٹری وزارت مذہبی امور واقلیتی امور
معززاراکین کونسل وحاضرین کرام!

میں اسے اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے افتتاحی اجلاس میں تشریف لانے پر محترمہ وزیر اعظم کا شکریہ ادا کروں کہ وہ اپنی اہم مصروفیات کے باوجود یہاں تشریف لائیں اور اس تقریب کو اپنی موجودگی سے شرف بخشا۔ آپ کا اس تقریب میں شرکت کرنا اسلام اور اسلامی اداروں سے آپ کی گہری محبت اور وابستگی کا بین ثبوت ہے۔

کونسل جیسے ذی وقار ادارے کی رکنیت کا اعزاز میرے لئے اور سارے اراکین کے لئے باعث افتخار و مسرت ہے' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ادارے کی سربراہی عطا کر کے ملک وملت اور دین اسلام کی خدمت کرنے کا موقعہ فراہم کیا ہے۔ اس آئینی ادارے کی سربراہی جہاں ایک طرف باعث مسرت وافتخار ہے وہاں دوسری طرف ایک نازک اور کٹھن ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میں دعا گو ہوں کہ مجھے اس عظیم ذمہ داری کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے' مجھے امید ہے کہ میرے بلند پایہ رفقاء کار' ملک کے دردمند علماء کرام' مشائخ عظام اور اہل دانش موجودہ حالات میں اسلام کو عملی شکل دینے اور ایک فعال قوت ثابت کرنے میں جس کی آج اشد ضرورت ہے' میری مدد کریں گے اور دست تعاون بڑھائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ رب العزت کونسل کو اپنے مقاصد کے حصول میں کامیابی عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں قیام پاکستان کا واحد مقصد یہ تھا کہ مسلمانان برصغیر کے لئے ایک ایسا خطہ زمین حاصل کیا جائے جہاں وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق اس طرح منظم کر سکیں کہ سماجی اونچ نیچ' معاشی استحصال اور ہر طرح کی ناانصافیوں کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ پاکستان کے آئین میں "قرارداد مقاصد" اور "پالیسی کے اصول" کے تحت واضح طور پر قرار دیا گیا ہے کہ پاکستان کا آئین ایسا ہو گا:-

"جس کی رو سے جمہوریت' حریت' مساوات رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے' پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا"۔

"جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جس طرح کہ قرآن پاک اور سنت طیبہ میں ان کا تعین کیا گیا ہے' ترتیب دے سکیں"۔

آئین میں بیان کئے گئے یہی وہ بنیادی قومی مقاصد ہیں جن کو پورا کرنے کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل کا اعلیٰ سطح کا ادارہ آئین کے آرٹیکل ۲۲۸ کے تحت وجود میں لایا گیا تھا۔ اس ادارے کا منصب ایسے اسلامی معاشرے کی تشکیل ہے' جس میں مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق گزارنے میں مدد ملے اور اس کی روشنی میں ایک ایسے فلاحی معاشرے کا قیام ہو جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے باعث سعادت ہو بلکہ ہر شہری کیلئے سماجی عدل اور بنیادی ضروریات فراہم کر سکے اور خوشگوار زندگی گزارنے کا باعث ہو۔ ان ارفع مقاصد کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کام کر رہی ہے اور کام کرتی رہے گی۔ اگر کونسل آئین کے متعینہ خطوط کے مطابق ایک اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو نہ صرف پاکستان کے وقار اور عزت میں اضافہ ہو گا بلکہ صحیح معنوں میں یہ ملک اسلام کا قلعہ ثابت ہو گا اور اقوام عالم کے لئے یہاں کی روشنی مشعل راہ ثابت ہو گی اور کوئی بعید نہیں کہ ملت مسلمہ کو علمی' روحانی' اخلاقی اور دینی لحاظ سے کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل ہو جائے۔

آج ہماری قوم اگر نظریاتی طور پر متحد ہو جائے تو وہ ہر قسم کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہو سکتی ہے لیکن آج ہم داخلی اور خارجی لحاظ سے ایک نازک مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ فرقہ واریت' زبان' علاقائیت اور معاشرتی بدحالی کے بھوتوں نے قوم کے اعصاب کو جکڑ رکھا ہے۔ بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کے لئے رواداری' تحمل اور ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سننے' سمجھنے اور برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری شناخت مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہے اور ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ فقہی اختلافات سے بچتے ہوئے قرآن و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں معاشرتی ہم آہنگی اور اسلامی اخوت کی فضا قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اگر ہم اپنے معاملات کا تصفیہ اس نقطہ نظر سے کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے موجودہ سیاسی اور معاشرتی خلفشار سے نجات نہ پا سکیں۔

وزیر اعظم صاحبہ' بلاشبہ افتتاحی تقریب میں آپ کی شرکت ہمارے لئے قدر افزائی کا باعث ہے۔ میں اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کونسل کے چند ایک مسائل کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ماضی کی حکومتوں نے اپنے حالات کے مطابق کونسل کو مادی وسائل اور سہولتیں فراہم کیں۔ لیکن اس کے باوجود اس مستقل آئینی ادارے کی اپنی عمارت نہیں بن سکی حالانکہ اس کے لئے نقشہ اور ماڈل ایک باقاعدہ مقابلے کے بعد منظور ہو چکا ہے۔ عمارت تعمیر کرنے کے لئے پلاٹ خریدا جا چکا ہے۔ سال ۹۰ - ۱۹۸۹ء کے بجٹ میں وزارت خزانہ کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے بلڈنگ کی تعمیر کے لئے رقم نہ مل سکی۔ یہ عمارت تخمینے کے مطابق دو کروڑ روپے میں تیار ہو سکتی ہے۔ میری اور میرے رفقاء کی خواہش ہے کہ اس عمارت کا سنگ بنیاد بھی حسب سہولت محترمہ وزیر اعظم اپنے دست مبارک سے رکھیں۔

روایت چلی آئی ہے کہ نئی کونسل کی تشکیل پر حکومت وقت ریسرچ اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء اور دانشوروں کے ساتھ روابط قائم کرنے کے لئے سالانہ بجٹ کے علاوہ ایک خاص گرانٹ کے طور سے فنڈز دیتی ہے۔ سابقہ کونسل کو بھی ایک کروڑ روپے کی گرانٹ ملی تھی۔ چونکہ یہ رقم سال کے آخر میں ملی' اس لئے کونسل اس سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکی اور بہت سی رقم واپس کرنا پڑی۔ اگر حکومت ۹۱ - ۱۹۹۰ء کے بجٹ میں کونسل کو اس کے سالانہ بجٹ کے علاوہ کم از کم حسب سابق اتنی ہی رقم مہیا کر سکے تو اس سے کونسل عالم اسلام میں بہتر ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے ان ممالک کے دورے کرنے کا ضروری پروگرام ترتیب دے سکے گی۔ نیز نامور علماء اور دانشوروں کو پاکستان آنے کی دعوت دے سکے گی۔

تیسرا مسئلہ کونسل کے ملازمین کا ہے۔ کونسل کے ملازمین کی حیثیت اگرچہ الیکشن کمیشن کے ملازمین کی سی ہے لیکن کمیشن کے ملازمین کو جو سہولتیں حاصل ہیں وہ کونسل کے ملازمین کو حاصل نہیں۔ مثلاً الیکشن کمیشن کے ملازمین کو بیس فیصد کے حساب سے پرسنل الاونس مل رہا ہے' لیکن کونسل کے ملازمین اس سہولت سے محروم ہیں۔ لہٰذا ان کی بھی مودبانہ درخواست ہے کہ انہیں بیس فیصد کے حساب سے پرسنل الاؤنس اسی تاریخ سے دیا جائے جس تاریخ سے الیکشن کمیشن والوں کو مل رہا ہے۔ اس مد میں تقریباً تین لاکھ سالانہ خرچ ہو گا۔

کونسل کے ملازمین کی دوسری درخواست ریسرچ الاؤنس کے بارے میں ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی حیثیت ایک قانون ساز ادارے کی ہے، جو کہ قانون سازی میں پارلیمنٹ کی معاونت کرتا ہے۔ چنانچہ کونسل کے اراکین کو مراعات اور حیثیت کے لحاظ سے اراکین پارلیمنٹ کے مساوی قرار دیا جا چکا ہے۔ کونسل کے اسکالرز اسلامیات' عربی اور قانون میں ڈگریاں اور دسترس رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کی التجا ہے کہ ان کو دوسرے ریسرچ اداروں کی طرح ریسرچ الاونس دیا جائے۔

ان کلمات کے ساتھ میں اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں اور ایک مرتبہ پھر محترمہ وزیر اعظم، اراکین کونسل اور آپ تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ یہاں تشریف لائے اور ہماری عزت افزائی فرمائی۔

وزیر اعظم کا خطاب

چیئرمین کونسل کے بعد وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو نے اراکین کونسل اور حاضرین کرام سے خطاب فرمایا۔ محترمہ کے خطاب کا مکمل متن حسب ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، علماء کرام، خواتین و حضرات،
السلام علیکم!

اسلامی نظریاتی کونسل کی اس افتتاحی تقریب میں شرکت کر کے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس آئینی ادارے کی سربراہی ملک کے ایک نامور جج، ممتاز قانون دان اور پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب محمد حلیم کر رہے ہیں اور اس کے ممبران میں کئی بڑے علماء اور سکالرز شامل ہیں۔

پاکستان کے آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل کو ایک خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ حاکمیت کا اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے۔ پارلیمینٹ کے منتخب نمائندے اللہ کے نائب کی حیثیت سے، حاکمیت کے اختیارات کو اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرتے ہیں۔ یہ پارلیمینٹ کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل پارلیمینٹ کے ممبران کی رہنمائی کرتی ہے تاکہ وہ اللہ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اللہ کے نائب کی حیثیت سے حاکمیت کے اختیار کو استعمال کر سکیں۔

قرارداد مقاصد کے تحت پاکستان کے قیام کا مقصد ایک ایسے اسلامی فلاحی معاشرے کا قیام تھا جس میں اسلامی اصولوں کے مطابق آزادی، انصاف اور معاشی خوشحالی ہو۔ ریاست کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھال سکیں اور غیر مسلم اقلیتیں بغیر کسی خوف کے اور آزادی کے ساتھ اپنے عقیدے اور مذہب کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکیں۔ قرارداد مقاصد شہریوں کے بنیادی حقوق، قانون کی نظر میں مساوات، اظہار خیال کی آزادی، عقیدہ اور عبادت کی مکمل آزادی اور عدلیہ کی مکمل غیر جانبداری کی ضامن ہے۔

بدقسمتی سے گزشتہ چالیس ' بیالیس سالوں میں سوائے ایک مختصر دور کے ہم نے قرارداد مقاصد میں دیئے گئے اصولوں سے انحراف کیا اور ملک کے بانیوں کی توقعات کے خلاف کام کیا۔ ملک کو بہت کم جمہوری قدروں کے مطابق چلایا گیا۔ بنیادی حقوق کا پاس کم رکھا گیا۔ اعلیٰ سول عدالتوں حتی کہ شرعی عدالتوں کو بھی فوجی عدالتوں کے ماتحت کر دیا گیا اور معاشرے میں بے انصافی اور انتشار کے بیج بوئے گئے۔

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت نے اسلام کی بہت خدمت کی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت ہی تھی جس نے رویت ہلال کمیٹی بنائی ' جس نے اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دی ' یہ پاکستان پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت ہی تھی جس نے غلطیوں سے پاک قرآن شریف کی چھپائی کا بندوبست کیا۔ جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل کا اعلان کیا ' شراب ' جوئے اور گھوڑوں کی دوڑ پر پابندی لگائی اور ملک میں پہلی بار وزارت حج اور مذہبی امور کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اب یہ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام ہے کہ وہ ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے عمل میں حکومت کی مدد کرے۔ ہم سب کو مل کر پاکستان میں ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہے جس میں اعتدال پسندی ' رواداری اور انسانی اقدار کی پاسداری ہو۔ جس سے اسلام کے ان اصولوں کی صحیح عکاسی ہو کہ ہمارا مذہب کمزور اور غریب کے استحصال کو روکتا ہے۔

اسلام کا پیغام انقلابی پیغام ہے۔ اسلام انسانوں کو جاگیرداروں کی زنجیروں سے نجات دلاتا ہے ' اسلام رنگ اور نسل کے بتوں کو توڑتا ہے۔ اسلام معاشرے میں مرد اور عورت کو مساوی حقوق دیتا ہے۔ اسلام کی یہی تعلیمات ' ظالموں ' جابروں اور آمروں کے لئے موت کا پیغام ہیں۔

یہ اسلام کا آفاقی پیغام ہی تھا جس نے لوگوں کو اپنے اپنے قبیلوں کے خول سے نکال کر ایک وسیع تر اسلامی معاشرے کا رکن بنا دیا۔ یہ اسلام کا آفاقی پیغام ہی تھا جس نے بتان رنگ و خون کو مٹا کر مساوات اور انصاف پر مبنی معاشرے کی بنیاد ڈالی۔

ماضی میں صرف اس بات پر زور دیا گیا کہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے۔ شریعت کی تشریح یوں کی گئی جیسے اس سے مراد صرف اسلام کا قانونی ڈھانچہ ہے حالانکہ شریعت ایک مسلمان کی تمام تر زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے اور گزارنے کا نام ہے۔ یہ خیال درست نہیں کہ صرف قوانین کو اسلامی رنگ دے کر ہی ایک اسلامی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ معاشرے کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کیلئے قوانین صرف ایک ذریعہ ہیں۔ قوانین کے علاوہ معاشرے کے دوسرے ایسے شعبے بھی ہیں مثلاً اخلاقیات ' سماجی انصاف ' تعلیم ' خاندان جن کو اسلامی نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

کونسل بلاشبہ اپنی آئینی ذمہ داریوں کو پورا کرتی رہے گی اور پارلیمینٹ کی قرآن پاک اور سنت کی روشنی میں نئے قوانین بنانے کی راہنمائی کرے گی۔ لیکن میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف بھی دلانا چاہتی ہوں کہ کونسل کا کام یہ بھی ہے کہ وہ ایسی تجاویز پیش کرے کہ معاشرے میں اخوت، جمہوریت، آزادی، مساوات، اختلاف رائے کی آزادی، حق وانصاف اور جوابدہی (Accountability) کی اسلامی قدریں فروغ پاسکیں۔ مجھے امید ہے کہ کونسل اس سلسلے میں جامع تجاویز پیش کرے گی۔

میں اس معزز کونسل کی توجہ تعلیم کے شعبے کی طرف بھی دلانا چاہتی ہوں۔ تعلیم کے شعبے میں بہت اصلاحات کی ضرورت ہے۔ کیونکہ تعلیم ہی کے ذریعے ہم نہ صرف اسلامی قدروں کو فروغ دے سکتے ہیں، بلکہ اس کے ذریعے ملکی ترقی کے لئے تربیت یافتہ اور ہنرمند لوگ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں تعلیم کی شرح بہت کم ہے۔ مجھے خوشی ہوگی اگر کونسل ملک میں ناخواندگی کم کرنے کے لئے مناسب تجاویز پیش کرے۔ اس وقت ملک میں دو، تین مختلف قسم کے نظام تعلیم ہیں۔ دینی مدارس بھی ہیں اور مغربی ملکوں کے طرز پر چلنے والے کالج اور یونیورسٹیاں بھی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ کونسل ان مختلف نظام تعلیم کے تحت چلنے والے مدارس اور اداروں کو اکٹھا کرنے کے لئے تجاویز پیش کرے گی تاکہ صحیح اسلامی خطوط کے مطابق ملک میں علماء، سائنس دان، ڈاکٹرز، انجینئر اور مینجرز وغیرہ پیدا ہوسکیں جو نہ صرف اپنے اپنے مخصوص شعبوں میں ماہر ہوں بلکہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی سپرٹ سے بھی آگاہی رکھتے ہوں۔

یہ کونسل کے فرائض میں شامل ہے کہ حکومت یا پارلیمینٹ کی طرف سے پیش کئے گئے کسی سوال پر اپنی رائے کا اظہار کرے کہ مجوزہ قانون اسلامی تعلیمات کے منافی تو نہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس معاملے میں کونسل ایک قابل عمل طریقہ اپنائے گی۔ میری رائے میں ایک قانونی مسودہ کو غیر اسلامی صرف اس وقت قرار دیا جائے جب مستند قانون دان اس امر پر متفق ہوں۔ تاہم اگر کوئی ایک عالم یا قانون دان کوئی مخالفانہ رائے رکھتا ہو اور کسی قانون کے بارے میں اس کی رائے یہ ہو کہ یہ قانون اسلامی ہے تو پھر اس مسودے کو صحیح معنوں میں اسلامی ہی تصور کیا جانا چاہئے۔ ہمیں ایسے کئی مسائل کا سامنا کرنا ہوگا، جہاں پر اجتہاد کی ضرورت ہوگی اور جس پر اجتہاد کی ضرورت پہلے پیش نہ آئی ہو۔

میرا خیال ہے کہ آپ اسلامی تعلیمات کے قانونی پہلوؤں کی بجائے اخلاقی اور فلاحی پہلوؤں پر زیادہ زور دیں۔ معاشرے کی اس طرح تربیت کرنی چاہئے کہ وہ اسلامی قدروں کو سچے دل سے قبول کریں۔ اسلامی قدروں کے فروغ کے بغیر محض اسلامی قوانین کے نفاذ سے معاشرہ اسلامی نہیں بن جاتا۔

میں آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ (۱) (ڈی) کے تحت دی گئی کونسل کی ایک اہم ذمہ داری کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ آئین کے تحت یہ کونسل کا کام ہے کہ پارلیمنٹ کی رہنمائی کے لئے ان اسلامی روایات اور تعلیمات پر مبنی ایک رپورٹ تیار کرے، جس کو قانونی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ اس کام کے لئے آپ حکومت یا پارلیمنٹ سے ریفرنس کا انتظار مت کیجئے۔ اسلامی فقہ کی ترتیب وتدوین اور اسلامی قوانین پر مختلف علماء کی آراء اور توجیہات کو ایک جگہ اکٹھا کرنا بہت بڑا کام ہے، جو کونسل کو شروع کر دینا چاہئے اور اس کاوش کو عام لوگوں اور قانون دانوں کی رہنمائی کیلئے عام کر دینا چاہئے۔ اسلام کے داعی اکثر اسلام کے عمومی پہلوؤں پر بات کرتے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو روزمرہ کے مسائل کے حل کے لئے استعمال کیا جائے تا کہ ہمارے اعمال کو صحیح خطوط پر ڈھالا جاسکے۔ اس امر کو خصوصی اہمیت دینے کی ضرورت ہے کہ اسلامی معاشرہ میں اسلام کے صحیح اصولوں کے مطابق کمزور اور کچلے ہوئے طبقات کو سربلند کیا جائے۔ انہیں معاشرہ میں باعزت مقام دلایا جائے۔ اسلامی معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ مزدوروں، بے زمین کاشتکاروں اور کارکنوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ امیر لوگ غریبوں کے حقوق پامال کریں۔ اسلام نے انسانوں کی بنیادی ضروریات پورا کرنے پر زور دیا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو ایسی سفارشات پیش کرنا چاہئیں اور ایسی سیاسی اور معاشی پالیسیوں کا خاکہ بنانا چاہئے جن پر عمل کر کے ضرورت مندوں کی فلاح وبہبود کا انتظام ہوسکے اور ان کو زندگی کی بنیادی ضروریات مل سکیں۔

خواتین کے حقوق کی حفاظت کا انتظام کرنے کے لئے آپ کو تجاویز پیش کرنی ہوں گی۔ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے اور ملازمت کے مساوی مواقع ملنے چاہئیں۔ اسلام نے خواتین کو جتنے بھی قانونی، معاشرتی اور انفرادی حقوق دیئے ہیں ان کی ضمانت ملنی چاہئے۔ عورت ہمارے معاشرہ کی کمزور ترین مخلوق ہے۔ عورتوں کے قانونی حقوق مثلاً شادی، جائیداد، طلاق اور بچوں کی پرورش کے حق کی قانونی ضمانت ملنی چاہئے۔ عورتوں کا حق اسلام نے دیا ہے اس کی ضمانت ملنی چاہئے۔ ابھی تک عورتوں کو علم حاصل کرنے اور ملازمت حاصل کرنے کے مواقع بھی نہیں مل رہے ہیں۔ یہ ہمارا مذہبی فرض ہے کہ اسلام کے اولین دور کے مطابق ایک ایسا معاشرہ قائم کریں جس میں خواتین کو ان کا جائز مقام، احترام اور وقار مل سکے۔ ہمارے معاشرے کا فرض ہے کہ خواتین کو قومی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کا موقع دیا جائے تا کہ خواتین اپنی قابلیت اور صلاحیتوں کے مطابق معاشرہ کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ آئینی ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک خاتون کو کونسل کا رکن بنایا گیا ہے۔ ہمیں انتظام کرنا چاہئے کہ زیادہ

سے زیادہ خواتین حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی طرح اسلامی شریعت ' فقہ اور قانون کا علم حاصل کریں۔ حضرت رسول اکرمؐ نے اپنے صحابیوںؓ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اسلامی تعلیمات کا نصف حصہ حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی نے خواتین کے لئے حدیث ' تفسیر ' اسلامی قانون اور اسلامی شریعت کی تعلیم کا بندوبست کیا ہے۔ بعض گریجوایٹ خواتین کو " ویمن منسٹری " کی مختلف کمیٹیوں میں مشورہ کے لئے شامل کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں اسلامی فقہ اسلامی علم قانون اور اسلامی علوم کے مختلف شعبوں میں علم حاصل کرنے والی خواتین کی تعداد میں اضافہ ہو گا۔ اس سے اسلامی فکر کے نئے راستے کھلیں گے۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کی نمائندگی کے لئے اسلامی قانون کے عالم ڈاکٹر محمود احمد غازی اور اسلامی شریعت کے عالم سید ذاکر حسین شاہ موجود ہیں۔ حدود آرڈیننس بالخصوص اس کے اندر Rape اور Adultery میں کوئی تفریق کئے بغیر ' اور اس طرح کے مقدمات میں سزا دینے کے لئے شہادت پر بہت سے اعتراضات کئے جانے کی وجہ سے ' خواتین میں خوف وہراس پھیلا ہے۔ اس قانون کی آڑ میں وہ لوگ پناہ حاصل کر لیتے ہیں جو خواتین کے خلاف ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ قانون ایک فرد واحد نے بنایا تھا اور اس کے بناتے وقت نہ تو تفصیلی چھان بین کی گئی اور نہ ہی منتخب پارلیمنٹ سے اتفاق رائے حاصل کیا گیا۔ بعض بہت بڑے مسلمان قانون دانوں کی رائے کے مطابق حدود آرڈیننس میں ترامیم کی ضرورت ہے ' ہمیں چاہئے کہ ہم اس قانون کو مستند اسلامی قانون دانوں کی تجاویز اور مشوروں کے مطابق ڈھال کر اسے موجودہ ضروریات کے ہم آہنگ بنائیں۔ کونسل کو چاہئے کہ وہ اس بات کا بھی بغور جائزہ لے کہ عملی طور پر اس قانون کا اطلاق کیسے ہوتا رہا ہے۔ اس بات کی تحقیق کرنی چاہئے اور جائزہ لینا چاہئے کہ خواتین بالخصوص غریب خواتین کو پولیس ' عدالتوں اور جیل کے موجودہ نظام میں اس قانون کی وجہ سے ناقابل بیان تکالیف اٹھانی پڑیں۔

مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اس کونسل کے ممبران ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ ایک دوسرے کی رائے اور تجاویز کا احترام کریں گے اور اس طرح ملکی یکجہتی کو فروغ دیں گے تاکہ ہم اپنی سماجی ' معاشرتی اور قانونی مشکلات پر قابو پا سکیں۔ ہماری گزشتہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہمارے علماء قرآن اور سنت کی تشریح اور تعبیر کے معاملہ میں ایک دوسرے کے ساتھ رواداری سے پیش آتے تھے۔ تاہم آج کل مختلف مسلکوں کے پیروکاروں میں برداشت کا مادہ کم ہے۔ اسلامی فقہ کے پانچ بڑے مکاتب اس بات کی دلیل ہیں کہ ہمارے علماء میں ایک دوسرے کی رائے کو برداشت کرنے کا جذبہ موجود

تھا۔

کونسل کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں لوگوں میں اتحاد اور یکجہتی کو فروغ دے۔ اسلام کا مقصد لوگوں کو اکٹھا کرنا ہے۔ یہ لوگوں کو تقسیم کرنے کے لئے نہیں آیا۔ ہمارے علماء کرام' رہنماؤں اور سیاست دانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اتحاد اور اتفاق کی ایسی فضا پیدا کریں کہ ہماری آئندہ نسل اس کی پیروی کرنے میں فخر محسوس کرے۔

اسلامی علماء اور اسلامی قانون کے ماہرین نے شریعت کی تعبیر اس لئے کی تھی کہ اپنے زمانہ کے لوگوں کے مسائل کا حل تلاش کریں۔ ان کی تجاویز اب بھی موثر ہوں گی لیکن ہو سکتا ہے کہ موجودہ بدلے ہوئے حالات میں ان کی بعض تجاویز پر مکمل عملدر آمد دانشمندی نہ ہو۔

خود ان مسلمان علماء نے مسلسل اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا تھا اور ان کی تجاویز کو موجودہ حالات میں بغیر اجتہاد کئے ہوئے اپنانا خود ان علماء سے نا انصافی کے مترادف ہو گا۔

میں اپنے علمائے کرام اور بالخصوص اس کونسل کے معزز اراکین سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ ہمارے لوگوں کو درپیش سماجی' معاشی اور سیاسی مسائل کا جائزہ لیں' دنیا میں بدلتے ہوئے حالات کو مدنظر رکھیں اور موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ایسا قابل عمل نظام ترتیب دیں جو موجود دور کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔ علماء کو کسی ایک مکتبہ فکر کا غلام نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی ایک مسلک کی تشریح کو اس طرح مزید فروغ دیا جائے کہ موجودہ دور کے مسائل کے حل میں مدد گار ثابت ہو۔

عوام کی معاشی بہبود کے لئے مکمل پروگرام کے علاوہ کونسل کو یہ بھی چاہئے کہ وہ ملک میں سیاسی اداروں کی صحیح خطوط پر نشوونما کے لئے اپنا کردار ادا کرے جمہوریت' جس کا دارومدار مشاورت کے اسلامی اصول پر ہے' اس کو مزید مضبوط بنانے کی ضرورت ہے' سیاست دانوں اور سیاسی کارکنوں کو بھی یہ یاد دلانا چاہئے کہ سیاست بھی ایک عبادت ہے جس کے ذریعے اللہ کے بندوں کی خدمت کی جاتی ہے۔

کونسل کو چاہئے کہ ہمارے سیاست دانوں اور سیاسی پارٹیوں کے لئے ایک ایسا ضابطہ اخلاق مرتب کریں جس سے وہ آپس میں اتحاد' اتفاق اور ایک دوسرے کے ساتھ رواداری سے پیش آنا سیکھیں۔ (میں امید رکھتی ہوں کہ آپ ایسا کریں گے' چیف جسٹس صاحب)۔

آخر میں' میں جمہوری حکومت کی جانب سے یہ اعلان کرنا چاہتی ہوں کہ ہم پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک ترقی پسند' جمہوری' اسلامی اور فلاحی مملکت بنائیں گے۔ ہم پاکستان کے بانیوں کا خواب پورا کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اس کام کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرے گی۔

منتخب حکومت کی سربراہ کی حیثیت سے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ حکومت آپ کی تجاویز اور مشوروں پر مکمل غور کرے گی۔ قائد ایوان کی حیثیت سے میری خواہش ہے کہ کونسل اور پارلیمنٹ کے درمیان قانون سازی کے میدان میں گہرا تعلق ہو۔

آپ نے اسلامی نظریاتی کونسل اور اس کے ملازمین کو درپیش جن مشکلات کا ذکر کیا ہے (منسٹر فنانس بھی یہاں موجود ہیں) ہم انشاء اللہ ان پر نظر ثانی کریں گے۔

آخر میں، میں ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

پاکستان زندہ باد!

عقائد و عبادات

عقائد و عبادات

مُفت حج

وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نے اپنے مراسلہ یو او نمبر ا (۸) /۸۵ پی ڈبلیو۔ ا مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۰ء کے ذریعے سے اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان سے یہ استفسار کیا کہ:۔

مفت حج کے بارے میں فنانس ڈویژن کے مندرجہ ذیل خیال کے بارے میں ہمیں کونسل کی رائے سے فوراً مطلع کیا جائے تا کہ ۱۹۹۱ء کی حج پالیسی کے سلسلے میں ضروری غور و فکر کے لئے یہ مسئلہ کیبنٹ ڈویژن کو بھیجا جا سکے۔ فنانس ڈویژن کی یہ رائے ہمیں ان کے خط نمبر ایف ۵ (۱۳) / ای ایف بی /۹۱۔ ۱۴۶۹ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۰ء کے ذریعے موصول ہوئی۔

"یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب ہو گا کہ مفت حج کے تصور پر دوبارہ غور کیا جانا چاہئے کیونکہ موجودہ صورت میں اس عمل نے ایک قسم کی حمایت و سرپرستی کی شکل اختیار کر لی ہے اور یہ چیز حج کی روح کے خلاف ہے حج صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں"۔

چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ - ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء (مطابق ۶ - ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:۔

ہم نے اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر شرعی اصول کی روشنی میں غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس مسئلہ کا زیادہ تعلق حکومت کے بیت المال میں تصرف کے حق سے ہے' اگر حکومت شرعاً بیت المال سے ملازمین کو اتنا روپیہ دے سکتی ہے کہ وہ حج کر لیں تو لوگوں کے لئے یہ روپیہ لینا جائز ہو گا اور یہ اگر ملازمین کی سہولتوں میں شامل ہے تو **منجملہ** دوسری سہولتوں کے ایک سہولت ہوگی۔ ورنہ "عطایا" میں آئے گا جن کا لینا شرعاً درست ہو گا۔ ہم یہی سمجھتے ہیں کہ حکومت بیت المال سے اگر اس میں گنجائش ہو تو یہ تصرف کر سکتی ہے فقہ کا عام اصول ہے کہ:۔

"تصرف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة" (ابن نجیم۔ الاشباہ و النظائر ص ۱۴۵)

ترجمہ:۔ امام (سلطان یا حکومت) کے رعیت پر تصرفات کا دارومدار مصلحت پر ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ حکومت ایسے ملازمین کو بیت المال سے ان کی تنخواہوں کے علاوہ بہت سی مراعات دیتی ہے، مثلاً بچوں کی تعلیم کے اخراجات، رہائش، طبّی سہولت، چھٹیاں یہاں تک کہ وہ جب ریٹائر ہو جاتے ہیں تو بھی حکومت ان کو ایک معین رقم دے دیتی ہے۔ علاوہ ازیں حکومت دوسرے دینی و دنیاوی مصالح کے لئے اپنے ملازمین کو بیرون ملک دوروں پر بھی بھیجتی ہے اور نہ صرف یہ کہ ان کو آمدورفت کا خرچ دیتی ہے بلکہ ٹی اے ڈی اے بھی ادا کرتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حج ایک اہم عبادت ہونے کے علاوہ اسلام کی تبلیغ و ترویج کا ذریعہ ہے۔ اگر حکومت اس مقصد کے لئے اپنے ملازمین بلکہ غیر ملازم حضرات کو بھی سفر خرچ وغیرہ دیتی ہے تو نص قرآنی کے مطابق یہ تعاون علی البر کی ایک قسم ہے فرمان الٰہی ہے:۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ ۵:۲) (نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔)

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جب حکومت کی طرف سے حج کا سفر خرچ دینا جائز ہوا تو جس کو دیا جائے گا وہ لیتے ہی صاحب استطاعت ہو جائے گا اور اگر وہ پہلے حج نہیں کر چکا ہے تو یہ اس کا فرض حج ہی ہو گا اور قرآن کریم میں جو یہ فرمایا گیا ہے:۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران ۳:۹۷)

ترجمہ:۔ اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے ان پر جو اس کی استطاعت رکھیں۔

مفسرین کے مطابق اس طرح بھی استطاعت محقق ہو جاتی ہے کہ دوسرا شخص حاجی کو زاد راہ مہیا کر دے۔

حج بدل میں یہ ہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی اور کے پیسے پر حج کرتا ہے اور پہلے حج کرنے والا ثواب پاتا ہے پھر جس کی طرف سے ہوا ہو اس کو ثواب ملتا ہے۔ حج بدل ہماری شریعت میں اس امر کی واضح مثال ہے کہ حج دوسروں کے پیسے سے بھی ہو سکتا ہے۔

یہ خیال غلط ہے کہ حکومت بیت المال سے صرف ملازمین کی تنخواہ ہی ادا کر سکتی ہے اور کوئی تصرف نہیں کر سکتی ہے۔ اگر یہی اصول مان لیا جائے تو نظام حکومت معطل ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہم نے اصول بیان کیا کہ جس چیز میں بھی رعایا کی مصلحت ہو حکومت وہ کام کر سکتی ہے۔ بیت المال میں امام کے تصرفات کی ایک مثال ملاحظہ ہو جو امیر المومنین سیدنا عمر، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سے متعلق ہے:۔

"وکان عمر قد جعل لکل نفس من المسلمین فی کل لیلة من رمضان درهما من بیت المال یفطر علیہ ولأمہات المؤمنین درہمین، درہمین فلما ولی عثمان أقرذٰلک وزادہ، واتخذ سماطافی المسجد ایضاً للمتعبدین، و المعتکفین، وأبناء السبیل، والفقراء والمساکینً"

(البدایہ والنہایہ ۷/۱۴۸)

ترجمہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر مسلمان کے لئے بیت المال سے رمضان کی ہر رات میں ایک درھم مقرر کیا تھا تا کہ وہ اس سے افطار کر لے اور امہات المسلمین کے لئے دو دو درھم مقرر کئے تھے۔ اور جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اس میں اضافہ کر دیا اور اس میں یہ مزید اضافہ کیا کہ مسجد میں قالین ڈال دیئے عبادت گزاروں، اعتکاف کرنے والوں، مسافروں، فقراء اور مساکین کے لئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ:۔

۱۔ امام بیت المال سے عطیات دے سکتا ہے اور ان میں اپنی صوابدید کے مطابق کمی وبیشی کر سکتا ہے۔

۲۔ بیت المال سے لوگوں کو عبادات کی ادائیگی میں تعاون بھی کیا جاسکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ اس سے بعض لوگوں کی حمایت وسرپرستی کی جاتی ہے تو اگر حکومت ایک جائز کام کو یوں ناجائز مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنالے تو نفس جواز متاثر نہ ہو گا۔ آخر ملازمتوں، تبادلوں پرمٹوں، بیرون ملک دوروں اور زندگی کے دوسرے سب ہی شعبوں میں مذکورہ مرض سرایت کئے ہوئے ہے مگر اس سے نفس جواز متاثر نہ ہو گا۔ یہ ذمہ داری کارپردازان حکومت پر ہے کہ حج پر بھیجنے کے ایسے عادلانہ طریقے وضع کریں کہ لوگ اس عظیم عبادت سے بلاتفریق مستفید ہوتے رہیں اور تبلیغ اسلام کے ساتھ ملک وملت کے لئے دعائیں کریں۔ یہ بڑا المیہ ہو گا کہ بیت المال سے تعلیمی دورے، علاج کے لئے دورے، سیاحت کے لئے دورے، ثقافتی طائفوں کے دورے غرض کہ بات بات پر دورے ہوتے رہیں صرف حج اور زیارت روضہ مطہرہ کا دورہ ممنوع کر دیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ بیت المال سے حکومت کو اپنی رعایا کو ملازمت کی صورت میں کوئی سہولت دینا یا بلاملازمت عطیہ دینا بلاشبہ جائز ہے اور اس کی ممانعت کسی شرعی نص میں موجود نہیں اور رعایا کا ان سہولتوں اور عطایا کو لینا جائز ہے اور جب زادراہ کی مد میں روپیہ کا لینا جائز ہو تو اس سے حج کیوں ناجائز ہو گا؟"۔

کونسل کی مفت حج سے متعلق مندرجہ بالا سفارش بذریعہ مراسلہ یوا ونمبر ۳(۸۸)/۹۰۔ آر۔ سی آئی آئی/۱۵۲۰ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء ڈپٹی سیکرٹری وزارت مذہبی امور واقلیتی امور کو بھیجی گئی۔

قانون وعدل



قانونی وسیاسی اصلاحات کمیٹی کا قیام

وزیر اعظم پاکستان نے کونسل کے افتتاحی اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۸ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) اراکین کونسل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:-

۱۔ "اب یہ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام ہے کہ وہ ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے عمل میں حکومت کی مدد کرے۔ ہم سب کو مل کر پاکستان میں ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہے جس میں اعتدال پسندی، رواداری اور انسانی اقدار کی پاسداری ہو۔ جس میں اسلام کے ان اصولوں کی صحیح عکاسی ہو کہ ہمارا مذہب کمزور اور غریب کے استحصال کو روکتا ہے"۔

۲۔ "میں آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ (۱) ڈی کے تحت کونسل کی ایک اہم ذمہ داری کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ آئین کے تحت یہ کونسل کا کام ہے کہ پارلیمنٹ کی رہنمائی کے لئے ان اسلامی روایات اور تعلیمات پر مبنی ایک رپورٹ تیار کرے جس کو قانونی حیثیت دی جا سکتی ہے۔ اس کام کے لئے آپ حکومت یا پارلیمنٹ سے ریفرنس کا انتظار مت کیجئے۔ اسلامی فقہ کی ترتیب و تدوین اور اسلامی قوانین پر مختلف علماء کی آراء اور توجیہات کو ایک جگہ اکٹھا کرنا بہت بڑا کام ہے جو کونسل کو شروع کر دینا چاہئے اور اس کاوش کو عام لوگوں اور قانون دانوں کی رہنمائی کے لئے عام کر دینا چاہئے"۔

۳۔ کونسل کو یہ بھی چاہئے کہ وہ ملک میں سیاسی اداروں کی صحیح خطوط پر نشوونما کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔

۴۔ کونسل کو چاہئے کہ ہمارے سیاستدان اور سیاسی پارٹیوں کے لئے ایک ضابطہ اخلاق مرتب کرے جس سے وہ آپس میں اتحاد، اتفاق اور ایک دوسرے کے ساتھ رواداری سے پیش آنا سیکھیں۔ (میں امید کرتی ہوں کہ آپ ایسا کریں گے چیف جسٹس صاحب)۔

۵۔ کونسل کو چاہئے کہ وہ ملک میں سیاسی اداروں کی صحیح خطوط پر نشوونما کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔

چنانچہ کونسل نے وزیر اعظم کے مذکورہ بالا نکات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ قانونی اصلاحات اور ملکی قوانین پر اسلام کی روشنی میں نظر ثانی کے اہم اور مستقل کام کے ساتھ ساتھ آئینی اور سیاسی اصلاحات پر بھی ایک مکمل رپورٹ مرتب کرے۔ اس کمیٹی کے حسب ذیل اراکین مقرر ہوئے۔

(۱) ڈاکٹر محمود احمد غازی	کنوینر
(۲) مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
(۳) مولانا عبداللہ خلجی	رکن
(۴) مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
(۵) سید افضل حیدر	رکن
(۶) سید ذاکر حسین شاہ	رکن
(۷) محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

بعد میں جناب جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف بھی کمیٹی کے رکن مقرر ہوئے۔

قانونی وسیاسی اصلاحات پر کمیٹی کی رپورٹ

کونسل کی مذکورہ بالا ذیلی کمیٹی نے دوران سال فروری ۱۹۹۰ء تا فروری ۱۹۹۱ء میں کل تین اجلاس (۱) منعقد کئے اور ایک عبوری رپورٹ مرتب کی۔ جسے کونسل کے ساتویں اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۲۴ تا ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء میں پیش کیا گیا جسے کونسل نے جزوی ترامیم اور حذف واضافے کے ساتھ منظور کر لیا۔ منظور شدہ رپورٹ اس رپورٹ کے آخر میں بطور ضمیمہ ادرج کی جارہی ہے۔

---

(۱) اجلاس اول ۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء اسلام آباد، اجلاس دوم ۱۶ تا ۱۸ جون ۱۹۹۰ء اسلام آباد اور اجلاس سوم ۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء لاہور۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء میں مزید ترمیم کا بل

(A Bill further to amend the Pakistan Penal Code, 1860
(Act No. XLV of 1860)

محولہ بالا قانون پر مجوزہ بل سینٹ سیکرٹریٹ کی جانب سے بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ایف ا (۲)/ ۸۹۔ کام مورخہ ۱۹ - مئی ۱۹۸۹ء کونسل کے دفتر میں موصول ہوا۔

قبل ازیں بھی یہ بل (۱) سینٹ سیکرٹریٹ کی جانب سے بذریعہ ڈی او مراسلہ نمبر ا (۳)/۸۸ - کام مورخہ ۲۲ - فروری ۱۹۸۹ء کونسل کو بھیجا گیا تھا اور سابقہ کونسل نے اس پر غور کر کے اپنی سفارشات سینٹ کو بھجوادی تھیں لیکن سینٹ کی متعلقہ کمیٹی نے کونسل کی سفارشات پر غور کرنے کے بعد بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ایف ا (۳)/۸۸ - کام مورخہ ۳ اپریل ۱۹۹۰ء کونسل سے یہ کہا کہ وہ اپنا کوئی نمائندہ کمیٹی کے اجلاس میں بھیجے تا کہ اس سے بعض امور کے بارے میں ضروری وضاحتیں حاصل کی جاسکیں۔

چنانچہ کونسل نے ڈاکٹر محمود احمد غازی ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور رکن کونسل کو بذریعہ یو او مراسلہ نمبر ۳(۲)/۸۹ - آر سی آئی آئی/۲۲۸ مورخہ ۴ - مارچ ۱۹۹۰ء سینٹ کی اس کمیٹی میں بطور نمائندہ کونسل منتخب کیا۔ ڈاکٹر موصوف نے کونسل کا نقطہ نظر سینٹ کمیٹی کے سامنے واضح کیا۔ لیکن کمیٹی ان کی وضاحت سے مطمئن نہ ہوئی اور انہوں نے دوبارہ یہ بل نوتشکیل شدہ کونسل کے غور کے لئے بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ا (۲)/۸۹ کام مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۹۰ء کونسل کو بھیج دیا کہ وہ اس کا عمیق مطالعہ کرے اور اپنی رائے سینٹ کو بھیج دے۔

چنانچہ کونسل نے یہ بل اپنی ذیلی کمیٹی برائے آئینی اور سیاسی اصلاحات کے سپرد کر دیا۔ کمیٹی نے اس بارے میں حسب ذیل رائے دی:-

"مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء میں مزید ترمیم کے بل کے سلسلے میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ترامیم کے ذریعے پاکستان پینل کوڈ کی صحیح طور پر اسلامائزیشن نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے فوجداری نظام کو از سر نو قرآن وسنت کی روشنی میں

---

(۱) اس بل کا متن کونسل کی سالانہ رپورٹ ۸۹ - ۱۹۸۸ء میں طبع ہو چکا ہے۔

اول سے آخر تک مرتب کیا جائے' چنانچہ یہ کمیٹی اسے مرتب کر کے مزید غور وفکر کے لئے کونسل میں پیش کر دے گی - "

کونسل کی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی وسیاسی اصلاحات کی مندرجہ بالا رائے پر کونسل نے اپنے اجلاس چہارم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء میں غور کرنے کے بعد حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:-

" پاکستان پینل کوڈ کی از سر نو تشکیل ایک مشکل کام ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے بھی اس کا جائزہ لیا ہے۔ لہٰذا کمیٹی کو چاہئے کہ وہ فیڈرل شریعت کورٹ کے جائزہ' اور سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ اور حالے پوتہ کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں پاکستان پینل کوڈ کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ مرتب کرے۔ اور اس کام کے لئے سینٹ سے مزید وقت لیا جائے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے اس قانون کی جن دفعات کا از خود جائزہ لیا ہے وہ ان سے حاصل کی جائیں۔ "

چنانچہ کونسل نے بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۲۔ ۲ (۲) ڈی ایم۔ سی آئی آئی/۸۹/۱۰۹۲' مورخہ ۲۷ - اگست ۱۹۹۰ء فیڈرل شریعت کورٹ سے قانون بالا کے بارے میں رپورٹ حاصل کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے بذریعہ ڈی او مراسلہ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۰ء کونسل کو بھیج دی' جس کا متن حسب ذیل ہے:-

"The Federal Shari'at Court had examined provisions of Sections 302, 304, 304-A, 324, 325, 326, 329, 331, 333, 335 and 338 of the Pakistan Penal Code with respect to the offences of murder and hurt and had declared them repugnant to the Injunctions of Islam *vide* judgment dated 23-9-1980 in the case of Mr. Mohammad Riaz etc. *v/s* Federal Government of Pakistan (PLD-1980-FSC-I). Certified copy of the judgment is enclosed. However, the Federal Government filed an appeal against the said judgment in the Supreme Court of Pakistan and the Appellate Shari'at Bench of the Supreme Court of Pakistan, after hearing the appeal in detail, gave its own judgment on the impugned provisions on 5-7-1989. Copy of which is also enclosed.

2. I am further to bring it to your notice that *Suo-moto* Examination of Sections 21, 34, 35, 51, 54, 55, 55-A, 57, 67, 71, 73, 76, 77, 78, 79, 85, 86, 105, 106, 109, 141, 146, 161, 171, 295-A, 354-A, 478, 489 and 494 of the Pakistan Penal Code is still in progress in the Federal Shari'at Court and the judgment is yet to be passed."

بعدازاں کونسل کے فیصلہ کی روشنی میں اس قانون کا عمیق مطالعہ کرنے کے لئے بذریعہ مراسلہ یواو نمبر ۲ - ۲ (۲) ڈی ایم۔ آر۔ سی آئی آئی/۱۳۲۲/ مورخہ ۱۶-اکتوبر ۱۹۹۰ء کے ذریعے سینٹ سیکرٹریٹ سے ماہ فروری ۱۹۹۱ء کے تیسرے ہفتے تک فیصلہ بھیجنے کی مہلت لی گئی جسے سینٹ سیکرٹریٹ نے منظور کرلیا۔

چنانچہ کونسل کی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی وسیاسی اصلاحات نے اپنے اجلاس منعقدہ لاہور بتاریخ ۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء میں مذکورہ قانون پر غور کیا اور حسب ذیل سفارش منظور کی جو کونسل کے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء (مطابق ۱۱ تا ۱۳ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) چیئرمین کونسل میں پیش ہوئی۔ جسے کونسل نے بغیر کسی ترمیم کے بطور فیصلہ منظور کرلیا۔

THE PAKISTAN PENAL CODE (AMENDMENT) BILL 1987, MOVED BY SENATOR NAWABZADA JEHANGIR SHAH JOGEZAI

The bill in question was re-referred to the Council for its in depth examination. The Council has examined each and every provision of the bill and is still of the view that by amending the Pakistan Penal Code it would in no way make it in consonance with the Injunctions of Islam unless a comprehensive code is framed in its true perspective with each and every provision completely consistent with the Islamic teachings and until that is done the Council had agreed with the views of the earlier Council forwarded to the Senate Secretariat in respect of the said bill, however, on the insistence of the Senate Committee, the Council undertook its further study during which a major development occurred *i.e.* with the promulgation of the Criminal Law Amendment Ordinances, the *Qisas, Diyat* and its related provisions have been incorporated in the Pakistan Penal Code, 1860 (Act No. XLV of 1860),

and the Code of Criminal Procedure, 1898 (Act V of 1898). After careful study and in depth examination of the bill it is found that most of its provisions have become rudundant and the rest seem to be infractuous as it would not, obviously, help in Islamization of the Code because not only the penal provisions but the precedural changes were also required to be made so that the system in itself is workable according to the tenets of Islam.

ترجمہ:-

مجموعہ تعزیرات پاکستان مجریہ ۱۸۶۰ء میں مزید ترمیم کا بل (۱۸۶۰ء کا ایکٹ نمبر ۵)

کمیٹی ہذا کو یہ بل دوبارہ پیش کیا گیا ہے تا کہ یہ اس کا تفصیل سے جائزہ لے۔ کمیٹی کی اب بھی یہی رائے ہے کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان یا اس میں کی گئی کسی ترمیم کو اسلامی احکام کے مطابق نہیں بنایا جاسکتا الا یہ کہ ایک جامع مجموعہ تعزیرات مدون کیا جائے جس کی ہر دفعہ کلی طور پر اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتی ہو۔ لیکن اگر ایسا مجموعہ مرتب نہیں کیا جاتا تو اس صورت میں کمیٹی سابقہ کونسل کی اس رائے سے اتفاق کرتی ہے، جو زیر بحث بل کے سلسلے میں سینٹ کو بھیجی گئی تھی۔

تاہم سینٹ کمیٹی کی طرف سے اصرار کے پیش نظر جب کونسل نے زیر بحث بل پر مزید غور شروع کیا تو اس دوران میں ایک بڑی تبدیلی یہ واقع ہوئی کہ حکومت کی جانب سے فوجداری قانون میں ترمیم کا آرڈیننس نافذ ہو گیا جس کے تحت قصاص و دیت کے اسلامی احکام مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اس بل کے غور سے مطالعے اور تفصیلی جائزے کے بعد یہ چیز سامنے آئی کہ اس کی بیشتر دفعات بے کار ہو چکی ہیں اور باقی جو ہیں وہ بھی بے فائدہ ہیں۔ لہٰذا یہ چیزیں زیر نظر مجموعہ تعزیرات کو اسلامائز کرنے کے عمل میں کچھ بھی مدد گار نہ ہوں گی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پورے نظام کو اسلامی احکام کے مطابق قابل عمل بنانے کے لئے نہ صرف تعزیراتی دفعات میں تبدیلیاں ضروری ہیں بلکہ ضابطہ کار سے متعلق احکام میں بھی تبدیلیاں بروئے کار لانا ضروری ہو گا۔

کونسل کا مذکورہ بالا فیصلہ بذریعہ مراسلہ نمبر ۲ - ۲ (۲) ڈی ایم / سی آئی آئی / ۹۰ / ۲۲۱ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۹۱ء سیکرٹری کمیٹی سینٹ سیکرٹریٹ حکومت پاکستان اسلام آباد کو بھیجا گیا۔

مسودہ قانون قصاص و دیت ڈاکٹر ھالے پوتا کمیٹی

(Draft Law on Qisas and Diyat by Dr. Halepota Committee)

وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نے بذریعہ مراسلہ نمبر ۵۱۰/ڈی۔ جی (آر اینڈ آر) / ۹۰ مورخہ ۹ مئی ۱۹۹۰ء مذکورہ بالا مسودہ قانون کونسل کو بھیجا جس کے ساتھ سیکرٹری وزارت عدل و پارلیمانی امور کا ڈی او خط نمبر ۳۵۶ / ۹۰۔ لیجس مورخہ ۸ مئی ۱۹۹۰ء منسلک تھا۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ:۔

"ڈاکٹر ھالے پوتا کمیٹی کا مسودہ قانون قصاص و دیت منسلک ہے اور شریعت اپلیٹ بنچ سپریم کورٹ نے مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء اور مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی کچھ دفعات کو خلاف اسلام قرار دیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ ان دفعات کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنایا جائے اور اس کام کے لئے ۳۰ مئی ۱۹۹۰ء تک کی مدت دی ہے۔

نو تشکیل شدہ کونسل سے استدعا کی جائے کہ وہ مذکورہ بالا مسودہ قانون کا شریعت اپلیٹ بنچ کے فیصلے کی روشنی میں جائزہ لے کر اپنی سفارشات وزارت کو ارسال کرے شریعت اپلیٹ بنچ کا فیصلہ حسب ذیل ہے اور ڈاکٹر ھالے پوتا کمیشن کا مسودہ قانون قصاص و دیت کونسل کی رپورٹ: "Three Shari'at Draft Laws 1988" میں طبع ہو چکا ہے وہ وہاں سے ملاحظہ کیا جائے۔

Date of hearing: 19-1-1988

ORDER OF THE COURT

The Court for reasons separately recorded, has unanimously decided that:

1. Sections 299 to 338 of the Pakistan Penal Code, 1860, which deal with offences against human body are repugnant to the Injunctions of Islam, as they—

   (a) do not provide for the *Qisas* in cases of *Qatl-al'amd* (deliberate murder) and *Jurooh-al'amd* (deliberately causing hurt) as is prescribed in the Holy Qur'an and Sunnah;

(b) do not provide for *Diyat* in case of *Shibh-ul'amd* and *Khata* of both *qatl* (murder) and *Jurh* (hurt) as prescribed in the Holy Qur'an and Sunnah;

(c) do not provide for compromise between the parties on agreed compensation when they make *Sulh* (Compromise) in cases of *qatl* and *Jurh;*

(d) do not provide that the offender may be pardoned by the victim in cases of *Jurh* (hurt), and by the heirs of the victim in cases of *qatl* (murder) whereby the Court can only award him a sentence of imprisonment by way of *Ta'zir* which may not extend to imprisonment for life;

(e) do not exempt a non-pubert and an insane offender from the sentence of death in cases of murder; and

(f) do not define the different kinds of *Qatl* and *Jurh* (murder and hurts) in accordance with their respective punishments prescribed in the Holy Qur'an and Sunnah.

2. Section 109 of Pakistan Penal Code 1860 is repugnant to the Injunctions of Islam in so far as it makes an abettor in case of murder and other offences against human body liable to the same punishment as is prescribed for the murder or for such offences regardless of the various degrees of abetment.

3. Section 54 of Pakistan Penal Code and Sections 401, 402, 402-A, and 402-B of the Code of Criminal Procedure are repugnant to the Injunctions of Islam in so far as they empower the Central Government or a Provincial Government to commute the sentence of death in a case of *Qatl-al-'amd* or *Jurh-ul'amd* or in any other offence violating the *Huqooq-ul-ibad.*

4. Section 345 of the Code of Criminal Procedure 1898 is repugnant to the Injunctions of Islam in so far as it does not include some of the offences against human body in the table of compoundable offences.

5. Section 381 of the Code of Criminal Procedure 1898 is repugnant to the Injunctions of Islam in so far as it does not

provide that the heirs of the deceased in a case of murder may pardon the offender or enter into a compromise with him even at the last moment before execution of sentence, upon which execution cannot take place.

6. No declaration in respect of Section 133 of the Evidence Act is called for as it already stands repealed by the Qanoon-e-Shahadat order, 1984.

7. Section 337 to 339-A of the Code of Criminal Procedure are declared to be repugnant to the Injunctions of Islam in so far as they permit tender of pardon to an offender without reference to and without permission of the victim wherever this is required under the injunctions of Islam in case of *Jurh* and of the heirs of the victim in cases of *Qatl*.

8. Accordingly, it is held that this decision shall take effect from 23rd of March, 1990 whereby the provisions referred to above, to the extent they have been held to be repugnant to the injunctions of Islam shall cease to have effect.

9. In the light what is stated above, Shari'at Appeal No. 1/1980 and Shari'at Appeal No. 13 of 1981 are dismissed. Appeal No. 19-K of 1980 is partly allowed. All other appeals are of personal nature. They are allowed to the extent that Section 381 of the Code of Criminal Procedure 1898 has been declared to be repugnant to the Injunctions of Islam.

10. As for the prayers of personal reliefs, the parties should seek remedy before other forums, in accordance with law."

اردو ترجمہ:-

سماعت کی تاریخ ۱۹ جنوری ۱۹۸۸ء

عدالتی حکم

عدالت نے ان اسباب کی بنا پر جنہیں کہ الگ سے ریکارڈ کیا گیا ہے، متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے

کہ:-

۱۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء کی دفعات ۲۹۹ تا ۳۳۸ جو کہ انسانی جسم کے خلاف جرائم سے متعلق ہیں اسلامی احکام کے خلاف ہیں اس لئے کہ -

(الف) اس میں قتل عمد (دانستہ طور پر قتل کرنا) اور جروح العمد (دانستہ طور پر زخمی کرنا) کی صورت میں قصاص نہیں ہے جیسا کہ قرآن وسنت میں اس کی سزا مقرر ہے۔

(ب) شبہ العمد اور خطا کی بنا پر قتل یا جرح کی صورت میں دیت نہیں ہے جیسا کہ قرآن وسنت میں اس کے لئے سزا مقرر ہے۔

(ج) مذکورہ قانون میں ایسی کسی مصالحت کی بات نہیں کی گئی ہے جس میں کہ فریقین متفقہ معاوضہ پر صلح کرنے پر راضی ہوں۔

(د) جرح کی صورت میں زخمی ہونے والے اور قتل کی صورت میں مقتول کے وارث مجرم کو معاف کر سکتے ہوں اس طرح کی کوئی بات مذکورہ قانون میں نہیں ہے۔ اور عدالت بطور تعزیر مجرم کو صرف قید کی سزا دے سکتی ہے لیکن عدالت یہ سزا پوری عمر کے لئے نہیں دے سکتی۔

(ہ) اگر قتل کسی نابالغ اور فاترالعقل سے ہو جائے تو ایسے مجرم کو موت کی سزا سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

(و) قرآن وسنت میں مقررہ سزا کے مطابق قتل اور جرح کی مختلف اقسام کی تعریف نہیں کی گئی ہے۔

۲۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء کی دفعہ - ۱۰۹ میں یہ بات اسلامی احکام کے خلاف ہے جس میں قتل اور انسانی جسم کے خلاف دیگر جرائم کی صورت میں اعانت جرم کرنے والے کی (اس بات کے قطع نظر کہ کسی شخص نے کس حد تک جرم میں اعانت کی ہے) وہی سزا ہے جو کہ قتل یا اس طرح کے جرائم کے لئے مقرر ہے۔

۳۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۵۴ اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات ۴۰۱، ۴۰۲، اور ۴۰۲ (الف) اور ۴۰۲ (ب) اسلامی احکام کے خلاف ہیں جن میں کہ مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت کو قتل العمد یا جرح العمد یا کوئی اور جرم جس میں کہ حقوق العباد کی خلاف ورزی کی گئی ہو کی صورت میں موت کی سزا کو تبدیل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

۴۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۳۴۵ اسلامی احکام کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں انسانی جسم کے خلاف کچھ ایسے جرائم جو کہ قابل مصالحت جرائم کی فہرست میں موجود ہیں شامل نہیں کئے گئے ہیں۔

۵۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۳۸۱ اسلامی احکام کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں مقتول کے وارثوں کو مجرم کو معاف کرنے یا سزا کی تعمیل سے قبل آخری لمحات تک مصالحت کرنے جس سے کہ سزا معاف ہو سکتی ہو کا اختیار نہیں ہے۔

۶۔ قانون شہادت کی دفعہ - ۱۳۳ کے تحت کوئی بیان نہیں لیا جاتا اسے پہلے ہی قانون شہادت آرڈر ۱۹۸۴ء سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔

۷۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات ۳۳۷ تا ۳۳۹ الف کو اسلامی احکام کے خلاف قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ مجرم کو زخمی ہونے والے یا مقتول کے وارث کے حوالے یا اجازت کے بغیر معافی نامہ پیش کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جبکہ اسلامی احکام کے تحت مجرم کو زخمی ہونے والے یا مقتول کے وارث سے اجازت کے بغیر معافی نہیں ہو سکتی۔

۸۔ لہٰذا یہ قرار پایا کہ یہ فیصلہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء سے نافذ العمل ہو گا جب کہ مذکورہ بالا دفعات اس حد تک جہاں تک کہ وہ اسلامی احکام کے خلاف ہیں اس پر عمل در آمد نہیں ہو گا۔

۹۔ درج بالا بیانات کی روشنی میں اپیل نمبر ۱/۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۱ء کی شریعت اپیل نمبر ۱۳ خارج کی جاتی ہے۔ ۱۹۸۱ء کی اپیل نمبر ۱۷۔۱۹ کی جزوی طور پر اجازت ہوگی۔ تمام دوسری اپیلیں ذاتی نوعیت کی ہیں۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ - ۳۸۱ کو اسلامی احکام کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔

۱۰۔ جہاں تک ذاتی دادرسی کی درخواست کا تعلق ہے، فریقین کو قانون کے مطابق دوسرے فورم سے اس کا تصفیہ کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ "

چنانچہ کونسل نے محولہ بالا مسودہ قانون کا اپنے اجلاس سوم منعقدہ کراچی بتاریخ ۱۹ تا ۲۲ مئی ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۳ تا ۲۶ شوال المعظم ۱۴۱۰ھ) زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) چیئرمین کونسل میں جائزہ لیا اور حسب ذیل سفارشات مرتب کیں جو وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بذریعہ مراسلہ نمبر سی آئی آئی ۱/ نمبر ایف ۳ (۳۸) / ۹۰۔ آر سی آئی آئی مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۹۰ء ارسال کی گئیں ان سفارشات کا متن حسب ذیل ہے:۔

"Shari'at Bench of the Supreme Court in its Judgement in

Federation of Pakistan *versus* Gul Hassan Khan and certain Shari'at Appeals, (PLD 1989 S.C. 633) has held various provisions of the Pakistan Penal Code and the Code of Criminal Procedure to be repugnant to the Injunctions of Islam. The Supreme Court further directed that these provisions should be replaced or amended by the 23rd March, 1990, whereafter these provisions shall cease to have its effect. We have been made to understand that on a petition made by the Federation the Supreme Court has extended the aforesaid period upto the 30th May, 1990.

In pursuance of the aforesaid decision of the Supreme Court, the Ministry of Law and Justice have through the Ministry of Religious Affairs and Minorities Affairs sent to the Council of Islamic Ideology a draft law on *Qisas* and *Diyat* prepared by Dr. Halepota Committee for examination so that the provisions contained therein could be enforced. The Ministry of Religious Affairs desired that the Council should complete its examination within a period of four days. In its meeting held from the 8th to 10th May, 1990, the Council decided that the time allocated to the Council was too short and that the Members of the Council have not studied the draft it was decided that the same may be considered exclusively for four days at Karachi from the 19th to 22nd May, 1990.

The Council in its meeting held from the 19th to 22nd May, 1990, has in depth examined the draft law. Since the draft law covers various aspects of the subject of *Qisas* and *Diyat*, the Council considered that in view of paucity of time, at present, only those provisions of the draft law be taken into consideration which are either to replace or amend the existing provisions of the Pakistan Penal Code and the Code of Criminal Procedure in the light of the Judgement of the Supreme Court, the above Order appended hereto.

The Council of Islamic Ideology after consideration of the draft law in the light of the aforesaid Order of the

Supreme Court has resolved to make following amendments recommendations :—

Section 2.

In clause (b) dealing with the definition of *'aqilah'* the commas and the word", and the person or group of persons from whom, in the opinion of the court, he receives or expects to receive help or support" may be omitted.

Section 6.

(i) For clause (c) the following may be substituted, namely:

"(o) if the act of none of them was individually sufficient to cause death and the death was caused as a result of the cumulative effect of the acts of all of them in furtherance of a plan, then all those persons who were involved in the commission of the offence shall be guilty of *qatl-i'amd;"*

(ii) In the proviso, the comma and words ", or in consequence of abetment" and, the comma and the words ", the abettor" may be omitted.

Section 9.

(i) In clause (a), after the letter "a", the words "voluntary and true" may be inserted; and

(ii) for clause (b) the following may be substituted, namely:—

"(b) by the evidence as provided in Article 17 of the Qanun-e-Shahadat, 1984 (P.O. 10 of 1984)."

Section 12.

In clause (b), after the word *"wali",* the commas and the words", to the satisfaction of the court, voluntarily and without duress" may be inserted.

Section 14.

In sub-section (3),—

(i) for the word "also" the word "not" may be substituted; and

(ii) after the word "waived", the words "unless otherwise expressly waived" may be added.

Section 15.

In sub-section (4), the words "or is the thing without value" may be omitted.

Section 19.

After sub-section (1), the following may be added, namely:—

"(2) The *Wali* shall be present at the time of execution and if the *wali* or his representative is not present after having been informed of the date, time and place by the court, an officer authorised by the court in this behalf shall give permission for the execution of *qisas*.

(3) If the convict is woman who is pregnant, the court may, in consultation with an authorised medical officer, postpone the execution of *qisas* upto a period of two years after the birth of the child and during this period she may be released on bail on furnishing security or, if she is not so released shall be dealt with as if sentenced to simple imprisonment."

Section 28.

Sub-section (2) relating to *diyat* of female may be omitted as the Supreme Court has not made any specific observation in this regard.

Section 33.

In sub-section (2), the words "surety or" may be omitted.

Section 56.

For the words "wound enters" the words "injury extends to" may be substituted.

Section 77.

In the proviso, the comma and the words ", or in consequence of abetment" and, the comma and the words ", the abettor and " may be omitted.

Section 81.

For sub-section (3) the following may be substituted, namely:—

"(3) If the convict is a woman who is pregnant, the court may, in consultation with an authorised medical officer, postpone the execution of *qisas* upto a period of two years after the birth of the child and during this period she may be released on bail on furnishing security or, if she is not so released shall be dealt with as if sentenced to simple imprisonment".

Section 87.

In sub-section (2), the word "all" may be omitted.

Section 89.

(i) In sub-section (2), the words "surety or" may be omitted; and

(ii) In sub-section (4), in clause (a), for the word "and" at the end, the word "or" may be substituted.

Section 90.

In sub-section (2), the words "surety or" may be omitted.

The Council approved section 110 of the draft law and the Schedule appended thereto. The other provisions of the draft law *i.e.*, sections 96 to 109 and 111 to 117 were not examined by the Council at this stage as the order of Supreme Court does not make any specific reference to these provisions. The Council will, however, examine these provisions at an appropriate time.

Section 117 of the draft law is a consequential provision and the Ministry of Law and Justice can take care of it in the light of the

amendments which may be made in the relevant laws. The Council, however, observed that in the Judgment specific opinion has not been recorded in respect of sections 305 to 311, 317-318 of the Pakistan Penal Code which fact may be brought to the notice of the Court by the Ministry of Law and Justice, if considered expedient. The Council also observed that in the light of the decision of the Supreme Court, sections 54 and 55 of the Pakistan Penal Code and sections 401, 402, 402-A, 403-B of Criminal Procedure Code may suitably be amended to provide that they shall not be applicable in cases where punishment of *Qisas, Diyat, Arsh* and *Daman* are awarded.

Section 109 of the Pakistan Penal Code may be amended to provide that the abettor of offences under the law relating to *Qisas* and *Diyat* shall not be liable to same punishment as provided for such offence but shall be punished according to the degree of abetment of the offence.

Sections 337 to 339-A of the Criminal Procedure Code may be amended to provide that for tendering pardon to an accomplice in cases of *qatl* and *jurh,* the permission of the heirs of the victim or the victims, as the case may be, whereever required, may be obtained. The above recommendation may be incorporated in the relevant laws *i.e.,* the Pakistan Penal Code and the Code of Criminal Procedure as provided under Article 203-D read with Article 203-F of the Constitution, 1973."

اردو ترجمہ :۔

سپریم کورٹ کی شریعت بنچ نے مقدمہ وفاق پاکستان بنام گل حسن خان اور بعض دیگر افراد (شریعت اپیل پی ایل ڈی ۱۹۸۹ء ایس سی ۶۳۳) سے متعلق اپنے فیصلے میں مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی متعدد دفعات کو اسلامی احکام کے منافی قرار دیا ہے۔ سپریم کورٹ نے مزید ہدایت کی ہے کہ ۷ مارچ ۱۹۹۰ء تک ان دفعات کو یا تو بدل دیا جائے یا ان میں ترامیم کر دی جائیں کیونکہ مذکورہ تاریخ (۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء) کے بعد ان دفعات کا قانونی اثر ختم ہو جائے گا۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وفاق پاکستان کی جانب سے داخل کی گئی ایک درخواست پر سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا مدت میں ۳۰ مئی ۱۹۹۰ء تک توسیع کر دی ہے۔

سپریم کورٹ کے مذکورہ بالا فیصلے کی پیروی میں وزارت قانون وعدل نے وزارت مذہبی امور واقلیتی امور کی وساطت سے اسلامی نظریاتی کونسل کو ڈاکٹر ھالے پوتا کمیٹی کا تیار کردہ قصاص اور دیت سے متعلق ایک مسودہ قانون بھیجا ہے تا کہ اس کا جائزہ لیا جائے اور اس میں شامل دفعات کو قانونی شکل دے کر نافذ کیا جائے۔ وزارت مذہبی امور نے کہا تھا کہ کونسل اپنا جائزہ کا کام چار دن کے عرصے میں مکمل کر لے۔ لیکن کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء میں فیصلہ کیا کہ چونکہ کونسل کو جو وقت دیا گیا ہے وہ بہت کم ہے اور دوسرے کونسل کے ارکان نے زیر بحث مسودہ قانون کا مطالعہ بھی نہیں کیا اس لئے مناسب ہو گا کہ کراچی کے مقام پر ۱۹ تا ۲۲ مئی ۱۹۹۰ء چار دن کے اجلاس میں صرف اس مسودہ قانون پر غور کیا جائے۔

کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۱۹ تا ۲۲ مئی ۱۹۹۰ء کے اجلاس میں زیر بحث مسودہ قانون کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ چونکہ زیر نظر مسودہ قانون، قصاص اور دیت کے موضوع سے تعلق رکھنے والے مختلف اور متعدد پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے لہٰذا کونسل نے فیصلہ کیا کہ وقت کی کمی کے پیش نظر فی الحال اس کی صرف ان دفعات پر غور کیا جائے، جن کے ذریعے سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی بعض موجودہ دفعات کو تبدیل کرنا یا ان میں ترامیم کرنا مقصود ہے اور جن سے متعلق سپریم کورٹ کا حکم منسلک ہذا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے سپریم کورٹ کے محولہ بالا فیصلے کی روشنی میں زیر بحث مسودہ قانون کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ کیا کہ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی جائیں۔

دفعہ ۲ –

اس دفعہ کی شق (بی) جس میں عاقلہ کی تعریف بیان کی گئی ہے، اس میں سے کوما اور الفاظ "اور ایسا شخص یا اشخاص کی جماعت جن سے عدالت کی رائے میں، مجرم نصرت وامداد حاصل کرتا ہو یا ایسی توقع رکھتا ہو"۔ حذف کر دیئے جائیں۔

دفعہ ۶ –

(۱) شق (سی) کو مندرجہ ذیل سے بدل دیا جائے، یعنی:-

"(سی) اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی عمل انفرادی طور پر وقوع موت کے لئے کافی نہ ہو اور موت کسی منصوبے کی تکمیل کے لئے ان سب کے مجموعی عمل کے نتیجے میں واقع ہوئی ہو وہ تمام اشخاص جو ارتکاب جرم میں شریک تھے قتل عمد کے مجرم قرار پائیں گے۔"

(ii) جملہ شرطیہ میں سے کوما اور الفاظ "یا اعانت مجرمانہ کے نتیجے میں" اور کوما اور الفاظ "معین جرم" حذف کر دیئے جائیں۔

دفعہ ۹ -

(i) شق (اے) میں حرف (اے) کے بعد الفاظ "رضا کارانہ اور سچا" کے الفاظ شامل کئے جائیں' اور

(ii) شق (بی) کو مندرجہ ذیل سے بدل دیا جائے یعنی :-

" (بی) قانونی شہادت مجریہ ۱۹۸۴ء (پی او ۱۰۔ آف ۱۹۸۴ء کے آرٹیکل نمبر ۱۷ میں مقرر کی گئی شہادت کے ذریعہ " -

دفعہ ۱۲ -

شق (بی) میں لفظ "ولی" کے بعد کوما اور الفاظ "عدالت کے اطمینان کے مطابق رضا کارانہ طور سے اور جبر کے بغیر" شامل کئے جائیں۔

دفعہ ۱۴ -

ذیل دفعہ (۳) میں' ....

(i) لفظ "بھی" کو لفظ "نہ" سے بدل دیا جائے' - اور

(ii) لفظ "ترک کر دیا گیا" کے بعد "الا یہ کہ بصورت دیگر واضح طور پر دست برداری اختیار کر لی گئی ہو" کے لفظ بڑھائے جائیں۔

دفعہ ۱۵ -

ذیلی دفعہ (۴) میں الفاظ "یا کوئی ایسی شے ہو جس کی قیمت نہ ہو" حذف کر دیئے جائیں۔

دفعہ ۱۹ -

ذیلی دفعہ (۱) کے بعد مندرجہ ذیل کا اضافہ کیا جائے' - یعنی -

" (۲) ولی نفاذ قصاص کے وقت موجود رہے گا اور اگر عدالت کی جانب سے نفاذ قصاص کی تاریخ' وقت اور جگہ کے بارے میں اطلاع دیئے جانے کے باوجود ولی یا اس کا نمائندہ موجود نہ ہو گا تو اس سلسلے میں عدالت کا مجاز کردہ کوئی آفیسر نفاذ قصاص کی اجازت دے گا"۔

(۳) اگر مجرمہ کوئی ایسی عورت ہو جو حاملہ ہو تو عدالت کسی مجاز طبی آفیسر سے مشورہ

کے بعد نفاذ قصاص کو بچے کی ولادت کے بعد سے دو سال تک کے لئے ملتوی کر سکتی ہے اور اس عرصے کے دوران مین مجرمہ کو ضمانت پر رہا کیا جا سکے گا یا اگر اسے اس طرح رہا نہیں کیا جائے گا تو اس کے ساتھ اس طرح معاملہ کیا جائے گا جیسے اسے قید محض کی سزا دی گئی ہو۔ "

دفعہ ۲۸ -

ذیلی دفعہ (۲) جو عورت کی دیت سے تعلق رکھتی ہے' اسے حذف کر دیا جائے گا کیونکہ سپریم کورٹ نے اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔

دفعہ ۳۳ -

ذیلی دفعہ (۲) میں الفاظ "ضمانت یا" حذف کر دیئے جائیں۔

دفعہ ۵۶ -

الفاظ "زخم داخل ہو جائے" کو الفاظ "زخم (مضروب کے جسم کے) جوف تک پھیل جائے" سے بدل دیا جائے۔

دفعہ ۷۷ -

جملہ شرطیہ میں کوما اور الفاظ "یا اعانت مجرمانہ کے نتیجے میں" اور کوما اور الفاظ "معین جرم اور" حذف کر دیئے جائیں۔

دفعہ ۸۱ -

ذیلی دفعہ (۳) کو مندرجہ ذیل سے بدل دیا جائے' - یعنی - -

" (۳) اگر مجرمہ کوئی ایسی عورت ہو جو حمل سے ہو تو عدالت' مجاز طبّی افسر سے مشورہ کے بعد نفاذ قصاص کو بچے کی پیدائش کے بعد سے دو سال تک کے لئے ملتوی کر سکتی ہے اور اس عرصے کے دوران میں اسے ضمانت پر رہا کیا جا سکے گا یا اگر اسے اس طرح رہا نہیں کیا جائے گا تو اس کے ساتھ اس طرح معاملہ کیا جائے گو یا اسے قید محض کی سزا دی گئی ہو"۔

دفعہ ۸۷ -

ذیلی دفعہ (۲) میں لفظ "تمام" حذف کر دیا جائے گا۔

دفعہ ۸۹ -

(۱) ذیلی دفعہ (۲) میں الفاظ "ضمانت یا" حذف کر دیئے جائیں گے' - اور

(۱۱) ذیلی دفعہ (۴) کی شق (اے) کے آخر میں لفظ "اور" لفظ "یا" سے بدل جائے گا۔

دفعہ ۹۰-

ذیلی دفعہ (۲) میں الفاظ "ضمانت یا" حذف کر دیئے جائیں۔

کونسل نے زیر بحث مسودہ قانون کی دفعہ ۱۱۰ اور اس سے ملحق ضمیمہ کی بھی منظوری دی۔ کیونکہ سپریم کورٹ کے حکم میں زیر نظر مسودہ قانون کی دیگر دفعات یعنی دفعہ ۹۶ تا ۱۰۹' اور دفعہ ۱۱۱ تا ۱۱۷ کی نسبت خصوصیت کے ساتھ کوئی رائے ظاہر نہیں کی گئی لہٰذا کونسل نے اس مرحلہ پر مذکورہ دفعات کا جائزہ نہیں لیا۔ تاہم کونسل کسی مناسب وقت پر ان دفعات کا بھی جائزہ لے گی۔ اس مسودہ قانون کی دفعہ نمبر ۱۱۷ ایک منتنیٰ دفعہ ہے لہٰذا وزارت قانون وانصاف ان ترامیم کی روشنی میں جو متعلقہ قوانین میں کی جائیں گی' اس دفعہ کو از سر نو مرتب کرے گی۔ تاہم کونسل کی یہ رائے ہے کہ چونکہ سپریم کورٹ کے فیصلے میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات ۳۰۵ تا ۳۱۱ کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کی گئی لہٰذا اگر وزارت قانون وانصاف مناسب خیال کرے تو وہ اس حقیقت کو عدالت کے نوٹس میں لا سکتی ہے۔ کونسل کی یہ بھی رائے ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات ۵۴ اور ۵۵ اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات ۴۰۱' ۴۰۲ اے' ۴۰۳ بی میں مناسب ترامیم کی جانی چاہئیں تاکہ ان کا اطلاق ان مقدمات پر نہ کیا جائے جن میں قصاص' دیت ارش اور ضمان کی سزا دی جاتی ہو۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۰۹ میں اس طرح ترمیم کی جانی چاہئے کہ قصاص و دیت سے متعلق قانون کے تحت جرائم میں معین جرم اسی سزا کا مستوجب نہ ہو جو اس جرم کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ بلکہ اسے اس کی اعانت جرم کے درجے کا لحاظ رکھتے ہوئے سزا دی جائے۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات ۳۳۷ تا ۳۳۹ میں اس طرح ترمیم کی جانی چاہئے کہ قتل اور جرح کے مقدمات میں شریک جرم کو معافی دینے کے لئے مقتول یا مجروح کے ورثاء یا مقتول یا مجروح' جیسی بھی صورت ہو' کی اجازت جہاں ضروری ہو' لی جائے۔ مندرجہ بالا سفارش کو متعلقہ قوانین' یعنی مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری میں شامل کیا جانا چاہئے جیسا کہ آئین پاکستان مجریہ ۱۹۷۳ کے آرٹیکل ۲۰۳ ڈی میں آرٹیکل ۲۰۳ الف کے ساتھ پڑھتے ہوئے" قرار دیا گیا ہے۔

بعد ازاں وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نے بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ۱۴ (۵) / اے ڈی جے ۱۱/۹۰ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۰ء کونسل سے کہا کہ :۔

"وزیر اعظم (میاں محمد نواز شریف) نے ہدایت فرمائی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا جائے تا کہ کریمنل لاء (ترمیم ثانی) آرڈیننس ۱۹۹۰ء کی دفعات نمبر ۳۲۰ اور ۳۲۳ کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ آیا شرعی احکام کی روشنی میں اس میں کچھ ترامیم کی سفارش کی جا سکتی ہے" ۔

(۲) یہاں اس امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ ڈاکٹر ھالے پوتا کمیٹی نے قانون قصاص و دیت کے مسودہ میں عاقلہ کے تصور سے متعلق دفعات بھی شامل کی تھیں لیکن یہ دفعات مذکورہ بالا آرڈیننس سے حذف کر دی گئی ہیں۔ یہ حقیقت مزید غور و فکر کے لئے کونسل کے علم میں لائی جانی ضروری ہے۔"

چنانچہ کونسل نے اپنے ہنگامی اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۱۵ - ۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء میں محولہ بالا قانون پر زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل سفارشات مرتب کیں۔ جو وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ایف ۲-۱ (۴) / ڈی ایم سی (سی آئی آئی / ۹۰ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۹۰ء ارسال کی گئیں۔

SUBJECT:—*Amendments Proposed in the Pakistan Penal Code, 1860 (Act XLV of 1860), in Relation to Qisas and Diyat.*

The Council of Islamic Ideology met in an Emergency meeting held at Karachi on the 15th and 16th November, 1990. The meeting was convened on the directive of the Prime Minister *vide* the Ministry of Religious Affairs U.O. Note No. 14 (5) ADJ-II/90, dated the 13th November, 1990, to examine certain sections of the Pakistan Penal Code, 1860 (Act XLV of 1860), in respect of Qisas and Diyat provisions in the light of the Injunctions of Islam.

While examining the issue under reference, the Council was of the view that in order to fully meet the requirements of the Shari'ah in respect of Qisas and Diyat, an elaborate Law already submitted by the Council on the subject should be enforced, however, as an interim arrangement present amendments in the Pakistan Penal Code may continue and in the meantime practical problems arising in the effective implementation of this new system from time to time can be remedied by amending the enactment. The Council also, noticed that the definition of '*Aqila* (عاقلہ) was not included in legislative enactment thus causing confusion in the minds of certain individuals and groups of people. The Members of the Council considered the issue in depth and also benefited from the views of a renowned scholar of Fiqah namely, Mufti Mohammad Rafi Usmani, President Darul-Uloom (Korangi), Karachi.

The Council unanimously recommended the following amendments to be incorporated in the Pakistan Penal Code, 1860 (Act XLV of 1860), Namely:—

1. **Amendment of section 299, Act XLV of 1860.**—In the Pakistan Penal Code (Act XLV of 1860), hereinafter referred to as the said code, in section 299,—

(1) after clause (a), the following new clauses shall be inserted, namely:—

"(aa) "*afw* (عفو) means the waiver exercised by 'the victim or his heirs of their claim to *qisas* or *diyat* or part thereof with free consent and without any compensation;

(aaa) *"aqila"* (عاقلہ) includes the offender or convict, his adult, sane and male agnatic relations in whose line of relationship no female intervenes, and such other adult and sane persons, or class of persons, organised tribe or *biradari,* members of a group, establishment, department, institution, organisation, company, corporation, trade union or association whether registered or not, professional or otherwise from whom or through which, as the case may be, the offender or convict receives or expects to receive help or support;

Explanation.—Having regard to the facts and circumstances of each case, the court shall determine the *'Aqila.*

ILLUSTRATIONS

(1) If an offender or convict is a member of a trade Union, a bar association or a medical association etc., all the members of that trade union, bar association or medical association, as the case may be, shall be considered to be the members of the *'aqila.*

(2) Employees of a government department, establishment or institution shall be considered to be the members of the *aqila* in respect of an offender or convict who is an employee of that department, establishment or institution, as the case may be.

(3) In respect of a professional driver who runs a public vehicle, members of his trade union and the transporters shall be considered to be his *'aqila.*

(4) Member of a Chamber of Commerce and Industry shall be considered to be the *'aqila* in respect of an offender or convict who is a member of such Chamber";

(2) for clause (b) the following shall be substituted, namely:—

"(b) *"arsh"* (ارش) means the compensation specified in this Chapter to be paid to the victim or his heirs under this Chapter;"

(3) in clause (e), for the words "by the offender" the words "under this Chapter" shall be substituted; and

(4) after clause (j) the following new clauses shall be inserted, namely:—

"(jj) *"qisas* (قصاص) means punishment by causing similar hurt at the same part of the body of the convict as he has caused to the victim or by causing his death if he has committed *qat'l-i-amd* in exercise of the right of the victim or a *wali* (ولی) of the deceased";

"(jjj) *"sulh"* (صلح) means compromise reached between an offender or the convict and the sane and adult *walis* of the convict in consideration of *badl-e-sulh;"*.

2. **Substitution of sections 319 and 320, Act XLV of 1860.**—In the said Code, for sections 319 and 320 the following shall be substituted, namely:—

"319 **Punishment of qatl-i-khata.**—Whoever commits *qatl-i-khata* shall be liable to *diyat* paid by his *'aqila:*

Provided that where the *'aqila* is not identifiable or the amount of *diyat* or any part thereof cannot be recovered from the *'aqilah* or any member thereof, the amount of *diyat* not so recovered shall be paid by the Government out of the fund raised by it for this purpose:

Provided further that where the convict is one of the *mustahiqeen-e-zakat* within the meaning of section 8 of the Zakat and Ushr Ordinance, 1980 (Ord. No. XVIII of 1980), and his *'aqila* is not identifiable or its members are so poor that they are unable to pay the *diyat* the *diyat* may be paid from the Zakat Fund:

Provided further that while determining the amount of *diyat* payable by a member of the *'aqilah,* the Court shall take into consideration the financial means and conditions of the persons concerned and no person shall be required to pay any amount beyond his capacity:

Provided further that, where *qatl-i-khata* is committed

by any rash or negligent act, other than the rash or negligent driving, the offender may, in addition to *diyat,* also be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to five years as *t'azir*.

320. **Punishment for qatl-i-khata by rash or negligent driving.**—Whoever commits *qatl-i-khata* by rash and negligent driving shall be liable to *diyat* payable by his *'aqilah* and may, having regard to the facts and circumstances of the case be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years".

3. **Amendment of section 323, Act XLV of 1860.**—In the said Code, in section 323,—

(a) in sub-section (1), for the words and figure "one hundred seventy thousand and six hundred and ten rupees being the value of 30.630, the words "thirty thousand six hundred and thirty" shall be substituted; and

(b) in sub-section (2), after the word "year" at the end, the words "which shall be the value payable during the financial year" shall be added.

4. **Amendment of section 338-E, Act XLV of 1860.**—In the said Code, in section 338-E, in the proviso, for the full stop at the end a colon shall be substituted and thereafter the following new proviso shall be added, namely:—

"Provided further that the *diyat* or *arsh,* as the case may be, shall be payable by the offender or convict where he has confessed the commission of an offence or has entered into *sulh* with the persons entitled to *diyat* or *arsh* under this Chapter".

ترجمہ :-

مجموعہ تعزیرات پاکستان مجریہ ۱۸۶۰ء (۱۸۶۰ء کا قانون نمبر ۴۵) میں قانون قصاص و دیت کے حوالے سے مجوزہ ترامیم

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کا ایک ہنگامی اجلاس ۱۵۔ ۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء کو بمقام کراچی منعقد ہوا۔ یہ اجلاس وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور حکومت پاکستان کے مراسلہ نمبر ۱۴ (۵) اے ڈی جے۔ ۱۱/۹۰ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۰ء کے مطابق جناب وزیر اعظم پاکستان کے زیر ہدایت بلایا گیا تھا تا کہ قانون قصاص و دیت کے حوالے سے 'مجموعہ تعزیرات پاکستان مجریہ ۱۸۶۰ (۱۸۶۰ کا قانون نمبر ۴۵) کی بعض دفعات کا اسلامی احکام کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

زیر بحث مسئلے کا جائزہ لیتے ہوئے کونسل نے اس رائے کا اظہار کیا کہ قصاص و دیت کے معاملے میں شریعت کے تقاضے پورے کرنے کے لئے کونسل اس موضوع پر جو تفصیلی اور جامع مسودہ قانون تیار کر کے اس سے پہلے حکومت کی خدمت میں پیش کر چکی ہے 'اسے نافذ کیا جانا چاہئے۔ تاہم عارضی انتظام کے طور پر مذکورہ بالا قانون میں موجودہ ترمیم و اصلاح کا عمل جاری رکھا جا سکتا ہے اور اس دوران میں اس نئے نظام کے موثر نفاذ میں وقتاً فوقتاً جو عملی مسائل پیدا ہوں انہیں مذکورہ قانون میں ترامیم کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے۔ کونسل نے یہ بھی دیکھا کہ اس مسودہ قانون میں عاقلہ کی تعریف شامل نہیں کی گئی جس کی وجہ سے بعض افراد اور گروہوں کے ذہن میں غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ کونسل کے ارکان نے اس مسئلے کا دقت نظر سے جائزہ لیا نیز فقہ کے مشہور عالم یعنی مفتی محمد رفیع عثمانی صدر دار العلوم کورنگی کراچی کی آراء سے بھی استفادہ کیا۔

کونسل نے اتفاق رائے سے سفارش کی کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان مجریہ ۱۸۶۰ء (۱۸۶۰ کا ایکٹ نمبر ۴۵) میں مندرجہ ذیل ترامیم عمل میں لائی جائیں یعنی :-

۱۸۶۰ کے ایکٹ نمبر ۴۵ کی دفعہ نمبر ۲۹۹ میں ترمیم

مجموعہ تعزیرات پاکستان (۱۸۶۰ء کا ایکٹ نمبر ۴۵) جسے آئندہ سطور میں مجموعہ تعزیرات کہا گیا

ہے' کی دفعہ نمبر ۲۹۹ میں............ (۱) شق (اے) کے بعد مندرجہ ذیل نئی شقوں کا اضافہ کیا جائے گا یعنی :-

" (اے اے) "عفو" سے مراد ہے مجنیٰ علیہ یا اس کے ورثاء کی جانب سے قصاص یا دیت یا اس کے کسی حصے کے حق سے برضا و رغبت اور بغیر کسی معاوضے کے دست برداری"۔

(اے اے اے) "عاقلہ" میں مجرم یا سزا یافتہ شخص' اس کے ایسے بالغ صحیح الحواس' جدی مرد رشتہ دار جن کی رشتہ داری کے سلسلے کے درمیان کسی عورت کا نام نہ آتا ہو' اور ایسے دیگر بالغ اور صحیح الحواس افراد یا افراد کی جماعت منظم قبیلہ یا برادری' کسی گروہ' سر رشتہ' محکمہ' ادارہ' تنظیم' کمیٹی' کارپوریشن' ٹریڈ یونین' یا ایسوسی ایشن خواہ وہ رجسٹر شدہ ہو یا رجسٹر شدہ نہ ہو' خواہ وہ پیشہ ورانہ ہو یا کسی اور قسم کی ہو' کے ارکان شامل ہیں' جس سے یا جس کے ذریعے' جیسی بھی صورت ہو' مجرم یا سزا یافتہ شخص مدد یا حمایت حاصل کرتا ہو یا حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہو۔

وضاحت :- عاقلہ کا تعین عدالت ہر مقدمے کے حقائق اور کوائف کا لحاظ رکھتے ہوئے کرے گی۔

مثالیں

۱۔ اگر مجرم یا سزا یافتہ شخص کسی ٹریڈ یونین' بار ایسوسی ایشن یا میڈیکل ایسوسی ایشن وغیرہ کا رکن ہو تو اس ٹریڈ یونین' بار ایسوسی ایشن یا میڈیکل ایسوسی ایشن' جیسی بھی صورت ہو' کے تمام ارکان عاقلہ کے ارکان متصور ہوں گے۔

۲۔ اگر مجرم یا سزا یافتہ شخص کسی سرکاری محکمے' ادارے یا انسٹی ٹیوشن کا ملازم ہو تو اس سرکاری محکمے' ادارے یا انسٹی ٹیوشن' جیسی بھی صورت ہو' کے تمام ملازمین اس مجرم یا سزا یافتہ شخص کی عاقلہ کے ارکان متصور ہوں گے۔

۳۔ کوئی پیشہ ور ڈرائیور جو پبلک گاڑیاں چلاتا ہو اس کی ٹریڈ یونین کے ارکان اور ٹرانسپورٹرز اس کی عاقلہ شمار ہوں گے۔

۴۔ اگر مجرم یا سزا یافتہ شخص کسی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کا رکن ہو تو اس چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے تمام ارکان اس مجرم یا سزا یافتہ شخص کی عاقلہ متصور ہوں گے۔

(۲) شق (بی) کی جگہ مندرجہ ذیل نئی شق شامل کی جائے گی :-

" (بی) ارش سے مراد باب ہذا میں مصرحہ وہ معاوضہ ہے جو باب ہذا کے تحت مجنیٰ علیہ یا اس کے ورثاء کو ادا کیا جائے گا" ۔

(۳) شق (ای) میں الفاظ "مجرم کی جانب سے" الفاظ "باب ہذا کے تحت" سے بدل جائیں گے۔

(۴) شق (جے) کے بعد مندرجہ ذیل نئی شق شامل کی جائے گی، یعنی :-

" (جے جے) قصاص سے مراد یہ ہے کہ مجنیٰ علیہ یا اس کے کسی ولی کا حق قصاص استعمال کرتے ہوئے مجرم کو اس کے جسم کے اسی حصے پر جس حصے پر اس نے مجنیٰ علیہ کو ضرب لگائی تھی ویسی ہی ضرب لگا کر سزا دی جائے۔ جیسی اس نے مجنیٰ علیہ کو لگائی تھی یا اگر مجرم نے قتل عمد کا ارتکاب کیا تھا تو اسے بطور قصاص موت کی سزا دی جائے۔ "

" (جے جے جے) صلح سے مراد مجرم یا سزا یافتہ شخص اور مجنیٰ علیہ کے بالغ اور صحیح الحواس اولیاء کے درمیان بدل صلح کی بنیاد پر مصالحت ہے" ۔

۲۔ <u>۱۸۶۰ء کے ایکٹ نمبر ۴۵ کی دفعات ۳۱۹، اور ۳۲۰ میں تبدیلی :-</u>

مجموعہ تعزیرات پاکستان میں دفعات ۳۱۹ اور ۳۲۰ مندرجہ ذیل سے بدل جائیں گی یعنی :-

۳۱۹ قتل خطا کی سزا:- جو کوئی قتل خطا کا ارتکاب کرے گا وہ مستوجب دیت ہو گا جو اس کی عاقلہ ادا کرے گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس صورت میں جبکہ عاقلہ قابل شناخت نہ ہو یا دیت یا اس کا کوئی حصہ عاقلہ یا اس کے کسی رکن سے وصول نہ کیا جا سکتا ہو تو دیت کی رقم جو وصول نہ کی جا سکتی ہو حکومت اس فنڈ سے ادا کرے گی جو وہ اس مقصد کے لئے جمع کرے گی۔

مزید شرط یہ ہے کہ اگر سزا یافتہ شخص زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء کا آرڈیننس نمبر ۱۸) کی دفعہ ۸ کے مفہوم کے مطابق مستحق زکوٰۃ ہو اور اس کی عاقلہ ناقابل شناخت ہو یا اس عاقلہ کے ارکان اتنے غریب ہوں کہ وہ دیت ادا نہ کر سکتے ہوں تو دیت کی ادائیگی زکوٰۃ فنڈ سے بھی کی جا سکتی ہے۔

مزید شرط یہ ہے کہ عدالت عاقلہ کے کسی رکن سے واجب الوصول دیت کی رقم کا تعین کرتے وقت متعلقہ لوگوں کے مالی وسائل اور حالت کا لحاظ رکھے گی اور کسی شخص سے اتنی رقم ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا جو اس کی استطاعت سے باہر ہو۔

مزید شرط یہ ہے کہ جب کہ قتل خطا کا ارتکاب کسی جلد بازی پر مبنی عمل کے ذریعے کیا گیا ہو،

سوائے جلدبازی اور غفلت پر مبنی ڈرائیونگ کے، تو مجرم دیت کے علاوہ بطور تعزیر کسی ایک قسم کی سزائے قید کا بھی مستوجب قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس کی میعاد پانچ سال تک ہو سکتی ہے۔

۳۲۰۔ جلدبازی یا غفلت پر مبنی ڈرائیونگ کے ذریعے ارتکاب قتل خطا کی سزا۔

جو شخص جلدبازی اور غفلت پر مبنی ڈرائیونگ کے ذریعے قتل خطا کا ارتکاب کرے گا وہ مستوجب دیت ہو گا جو اس کی عاقلہ ادا کرے گی اور مقدمے کے حقائق اور کوائف کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے کسی ایک قسم کی اتنی سزائے قید بھی دی جا سکتی ہے جس کی میعاد دس سال تک ہو سکتی ہے۔

۳۔ ۱۹۶۰ء کے ایکٹ نمبر ۶۵ کی دفعہ ۳۲۳ میں ترمیم :۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۲۳ میں :۔

(اے) ذیلی دفعہ (۱) میں الفاظ اور رقم "ایک لاکھ ستر ہزار چھ سو دس روپے جو قیمت ہے ۳۰۶۳۰ کی" الفاظ "تیس ہزار چھ سو تیس" سے بدل جائیں گے :۔ اور

(بی) ذیلی دفعہ (۲) میں الفاظ "سال" جو آخر میں ہیں کے بعد، الفاظ "جو مالی سال کے دوران میں قابل ادائیگی مالیت ہو گی" کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

۴۔ ۱۸۶۰ء کے ایکٹ نمبر ۶۵ کی دفعہ ۳۳۸ ای میں ترمیم :۔

مذکورہ مجموعہ تعزیرات کی دفعہ ۳۳۸ ای کے جملہ شرطیہ کے آخر میں فل سٹاپ کے بجائے کولن لگایا جائے گا اور اس کے بعد مندرجہ ذیل نئے جملہ شرطیہ کا اضافہ کیا جائے گا، یعنی :۔

مزید شرط یہ ہے کہ دیت یا ارش، جیسی بھی صورت ہو، مجرم یا سزا یافتہ شخص خود ادا کرے گا جبکہ اس نے ارتکاب جرم کا اقرار کر لیا ہو یا باب ہذا کے احکام کے تحت اس نے دیت یا ارش کے حقدار افراد سے صلح کر لی ہو۔

بعد ازاں وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نے اپنے مراسلہ یو او نمبر ایف ۱۴ (۵) /اے ڈی جے (۱۱) / ۹۰ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۹۰ء میں مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء کا ایکٹ نمبر ۶۵ قصاص و دیت کے حوالے سے کہا :۔

"ان ترامیم کے علاوہ جو اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے ہنگامی اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۱۵۔ ۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء میں تجویز کیں وزارت مذہبی امور اور وزارت انصاف و پارلیمانی امور نے درج ذیل مزید ترامیم تجویز کی ہیں۔ جن پر غور کر کے اپنی رائے دی جائے :۔

(1) In sections 337-G, 337-H and 337-I, the following proviso may be added, namely:

"Provided that if the amount of *arsh'* specified for the kind of hurt caused exceeds 1/3 of the value of the *Diyat,* it shall be paid by the *'Aqila'*.

(2) The first 3 provisos to section 319, recommended by the Council of Islamic Ideology in its meeting held at Karachi on 15-16 November, 1990 be added to section 320, as recommended by the Council of Islamic Ideology in the said meeting and that the said provisos may also be added mutatis mutandis to sections 337-G, 337-H and 337-I.

(3) The following proviso may be added to sections 319, 320, 337-G, 337-H and 337-I, namely:—

"Provided that where the offender or any other person on his behalf has insured the payment of *Diyat/Arsh*, the *Diyat/Arsh* to the extent of the amount so insured shall be paid by the concerned insurance company and the *'Aqila* shall not be responsible for the payment of *Diyat/Arsh* to that extent."

(4) Section 319, 320, 337-G and 337-H may be made bailable and necessary amendments may be carried out in the second schedule to the Criminal Procedure Code, 1898.

ترجمہ :-

(۱) دفعات ۳۳۷۔جی، ۳۳۷۔ایچ اور ۳۳۷۔آئی میں حسب ذیل شرطیہ جملہ کا اضافہ کیاجائے :-

"تاہم شرطیہ ہے کہ اگر ارش کی رقم جو ضرب کی نوعیت کے لحاظ سے متعین کی جائے، دیت کی مالیت کے ایک تہائی سے زائد ہو تو اس کی ادائیگی عاقلہ کرے گی۔

(۲) دفعہ ۳۱۹ کے پہلے تین شرطیہ جملے جن کی سفارش اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ کراچی ۱۵،۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء میں کی، کونسل کی سفارش کے مطابق دفعہ ۳۲۰ میں

شامل کئے جائیں اور یہ کہ مذکورہ بالا شرطیہ جملے ضروری تبدیلیوں کے ساتھ دفعات ۳۳۷۔ جی، ۳۳۷۔ ایچ اور ۳۳۷۔ آئی کے ساتھ بھی شامل کئے جائیں۔

(۳) دفعات ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۳۷۔ جی، ۳۳۷۔ ایچ اور ۳۳۷۔ آئی کے ساتھ حسب ذیل شرطیہ جملہ کا اضافہ کیا جائے:۔

"تاہم شرط یہ ہے کہ جہاں ملزم یا اس کی طرف سے کسی دوسرے شخص نے دیت/ارش کی ادائیگی کا ذمہ لیا ہو تو اس رقم کی حد تک جس کا ذمہ لیا گیا ہو۔ دیت/ارش کی ادائیگی متعلقہ انشورنس کمپنی کو کرنی پڑے گی اور عاقلہ اس حد تک دیت/ارش کی ادائیگی کی ذمہ دار نہیں ہوگی۔"

(۴) دفعات ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۳۷۔ جی اور ۳۳۷۔ ایچ کو قابل ضمانت قرار دیا جائے اور مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے دوسرے شیڈول میں ضروری ترامیم کی جائیں۔"

چنانچہ کونسل نے مذکورہ بالا ترامیم پر اپنے اجلاس پنجم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء (مطابق ۶ - ۹ جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:۔

"The Council, after due deliberations, has agreed to the incorporation of proposed further amendments in the draft already sent by the Council *vide* its U.O. No. 2-1(4)/DM-CII/90, dated 18th November, 1990, however, the *proviso* mentioned in sub-para (3) of the said Annexure has been re-worded which may be read as follows :—

> "Provided further that where the payment of *diyat* or *arsh* has been guaranteed to any extent, the amount of *diyat* or *arsh,* as the case may be, so guaranteed shall be paid by the guarantor and the *'aqilah* shall not be liable for the payment of *diyat* or *arsh* to that extent.

2. So far as sub para (4) is concerned, the Administrative Ministry may like to consider it on its own being an administrative matter."

کونسل کی مذکورہ بالا رائے بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ایف ۲-۱(۴)/ڈی ایم۔ سی آئی آئی/۹۰/۱۲۰۲ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۹۰ء وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو ارسال کی گئی۔

سزائے موت کا خاتمہ

محولہ بالا موضوع پر استفسار وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کی جانب سے بذریعہ مراسلہ نمبر ۳(۲) سیکرٹری (آر۔اے)/۸۹ مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۹۰ء کونسل میں موصول ہوا جس میں کہا گیا ہے کہ:۔

کونسل کے مراسلہ نمبر ۵(۱)/(۳)/۸۹۔ آر۔ سی آئی آئی مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۸۹ء کے حوالہ سے یہ یادداشت کرائی جاتی ہے کہ نوتشکیل شدہ کونسل مندرجہ بالا موضوع پر وزارت کے مراسلہ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۸۹ء پر غور کر کے اپنی رائے بھیجے جس میں کہا گیا ہے کہ..................

"The certain foreign Agencies like Amnesty International have been striving for the abolition of Death Penalty, feeling that it was against dignity of human race. Death Penalty is imposed under Islamic *Hudud* in case of murder, rape, etc. It is requested that your well considered views in the matter may please be sent to this Ministry, so that a formal reply in the matter may be furnished to the Foreign Office."

چنانچہ کونسل نے محولہ بالا موضوع پر اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء (مطابق ۳ تا ۶ صفر ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جناب جسٹس (ریٹائرڈ) محمد حلیم، چیئرمین کونسل میں غور کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا۔

"سزائے موت کا خاتمہ شریعت کے واضح احکام و نصوص کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں البتہ جرم قتل کے سلسلہ میں اس معاملہ کو قابل مصالحت قرار دیا گیا ہے۔ فریقین اگر صلح کر لیں تو ہمارے ہاں سزائے موت تو کیا سزائے قید بھی ختم ہو جاتی ہے"۔

چنانچہ اس سلسلے میں ادلہ شریعہ حسب ذیل ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

۱- يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ۖ ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِىَ لَهُۥ مِنْ أَخِيهِ شَىْءٌ فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَٰنٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٨﴾ وَلَكُمْ فِى ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧٩﴾ (البقرة: ۱۷۸ - ۱۷۹)

مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرار داد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے، یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے آسانی اور مہربانی ہے، جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لئے دکھ کا عذاب ہے اور اے اہل عقل (حکم) قصاص میں (تمہاری) زندگانی ہے کہ تم (قتل و خوں ریزی سے) بچو۔

۲- ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِۦ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُۥ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾

(المائدہ: ۴۵)

اور ہم نے ان لوگوں کے لئے تورات میں یہ حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اس طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے وہ اس کے لئے کفارہ ہو گا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

۳- وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ﴿۳۳﴾ (الاسرا: ۳۳)

اور جس جاندار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی بافتوی شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے کہ (ظالم قاتل سے بدلہ لے) تو اس کو چاہئے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے کہ وہ منصور و فتح یاب ہے۔

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

۴- فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۴﴾ (البقرۃ: ۱۹۴)

پس اگر تم پر کوئی زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے، ویسی ہی تم اس پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۵۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

۵- وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ (النحل: ۱۲۶)

اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی ہے۔

(ا) اسی طرح بے شمار احادیث مبارکہ سے بھی بعض جرائم کے سلسلہ میں سزائے موت کا حکم ثابت ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا اله الا الله و انی رسول الله الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة۔

(مسند احمد ج ۱، ص ۶۱، ۶۳، ۷۰، ۳۸۲، ۴۴۴، ۴۶۵، ج ۶، ص ۵۸، ۲۱۴)

یہ حدیث مسند الامام احمد بن حنبل کے لئے علاوہ صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود موجود ہے۔ ترجمہ یہ ہے:۔

(کسی بھی مسلمان آدمی کا خون جو کہ اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، بجز تین صورتوں کے حلال نہیں۔

(۱) شادی شدہ ہو کر بدکاری کرنے کی صورت میں (۲) قصاص میں اور (۳) دین ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ دینے کی صورت میں)۔

(۲) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من قتل عمداً فهو قود و من حال دونه فعليه لعنة الله و غضبه، لا يقبل منه صرف ولا عدل۔

(سنن ابو داود باب القصاص سنن نسائی ج ۲، ص ۲۳۳)

جو شخص جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور جو شخص قصاص کے سلسلہ میں حائل ہو گا اس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہے نیز بارگاہ ایزدی میں اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفل۔

ان مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر ساری امت کا وجوب قصاص پر اجماع ہے۔ عقل اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قاتل کو اسی طرح کی سزا دی جائے، جس طرح کا اس نے خود ارتکاب کیا ہے، امن عامہ اور انسانی جان اور خون کی حفاظت وصیانت کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔ لہٰذا یہ نظریہ بالکل ناقابل التفات ہے کہ سزائے موت شرف انسانیت کے منافی ہے۔ اس سے قطعاً اتفاق نہیں کیا جا سکتا ہاں البتہ جرم قتل کے سلسلہ میں اس معاملہ کو قابل عفو اور قابل مصالحت ضرور قرار دیا گیا ہے۔ فریقین اگر صلح کر لیں تو ہمارے ہاں سزائے موت تو کیا، سزائے قید بھی ختم ہو جاتی ہے۔

قتل کی سزا:- شریعت نے سزائے موت اس لئے قرار دی ہے کہ ایک انسان کا قتل کوئی معمولی جرم نہیں بلکہ درحقیقت یہ ساری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ لہٰذا قاتل کو سزائے موت دینا درحقیقت تمام انسانیت کو قتل ہونے سے تحفظ فراہم کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (المائدہ: ۳۲)

اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا

تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔ "

کونسل کی مذکورہ بالا رائے بذریعہ مراسلہ نمبر (الف ۲-۲ (٦) / ڈی۔ ایم۔ سی آئی آئی /۱۳٦٦ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۰ء وزارت داخلہ کو بھیجی گئی اور اس کی نقل سیکرٹری وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کوارسال کی گئی۔

حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے مطابق جرم زنااور دیگر جرائم کے سلسلے میں خواتین کی اعانت سے متعلق انتظامی اقدامات

(ADMINISTRATIVE MEASURES TO PROVIDE RELIEF TO WOMEN UNDER THE OFFENCE OF *ZINA* (ENFORCEMENT OF HUDOOD ORDINANCE, 1979, ORDINANCE NO. VII OF 1979 AND OTHER OFFENCES)

وزارت بہبود خواتین کا ڈی او مراسلہ نمبر ۱ (۵) / ۸۹۔ ایمپ مورخہ ۸ مئی ۱۹۹۰ء بوساطت وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نمبر ۲ (۴) ڈی ڈی جے۔ ۹۰ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۹۰ء کونسل میں موصول ہوا جس میں وزارت مذہبی امور نے کہا کہ:۔

کونسل وزارت بہبود خواتین کے محولہ بالا موضوع سے متعلق اس کے ڈی او خط پر غور کرے جس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔ اور جلد از جلد اپنی رائے ارسال کرے۔

(وزارت بہبود خواتین کے مندرجہ ذیل خط کے ساتھ کیبنٹ کا فیصلہ بھی منسلک تھا۔)

In pursuance of the Cabinet decision in case No. 286/26/89(III), dated 27-11-1989, the Ministry of Woman Development has prepared a draft summary for the Cabinet proposing various administrative measures to provide relief to women under the offence of *Zina* (Enforcement of *Hudood*) Ordinance, 1979 and other offences (copies attached).

2. Ministry of Interior has agreed to the proposals made in para 2 of the draft summary with the advice that these may be got vetted from the Council of Islamic Ideology.

3. It would be appreciated if you could kindly convey the views/concurrence of the Ministry of Religious Affairs and the Council of Islamic Ideology on the draft summary for the Cabinet enclosed with this letter.

4. An early action is requested to enable us to submit the summary to the Cabinet without any delay."

CABINET DECISION

Case No. 286/26/89-III, Dated: 27-11-1989

The Ministry of Women Development should conduct a detailed examination of all such Archiac Laws which served to perpetrate injustice and discrimination against the women and submit suitable recommendations for corrective measures legislation.

ترجمہ - کیس نمبر ۲۸۶/۲۶/۸۹ (III) مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۸۹ء کے سلسلے میں کیبنٹ کے فیصلے کے مطابق ترقی خواتین کی وزارت نے کیبنٹ کے لئے ایک ڈرافٹ سمری تیار کی ہے۔ اس سمری میں زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس کے دائرے میں آنے والے جرائم اور دیگر جرائم میں خواتین کو دادرسی فراہم کرنے کے لئے مختلف انتظامی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔

۲۔ ڈرافٹ سمری کے پیراگراف ۲ میں جو تجاویز دی گئی ہیں وزارت داخلہ نے ان سے اتفاق کیا ہے اور اس سلسلے میں یہ مشورہ دیا ہے کہ ان تجاویز کو اسلامی نظریاتی کونسل سے منظور کروالیا جائے۔

۳۔ براہ مہربانی ڈرافٹ سمری پر وزارت مذہبی امور اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے/ فیصلے سے ہمیں مطلع فرمائیں۔

۴۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں جلد از جلد کارروائی کی جائے تاکہ ہم کسی تاخیر کے بغیر کیبنٹ کو مذکورہ سمری پیش کر سکیں۔

کابینہ کا فیصلہ

کیس نمبر ۲۸۶/۲۶/۸۹۔ III، مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۸۹ء

ترقی خواتین کی وزارت کو ایسے تمام Archiac قوانین جن سے کہ خواتین کے ساتھ نا انصافی ہوتی ہو اور امتیازی سلوک ہوتا ہو ان کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لینا چاہئے اور قانون میں اصلاحی

تبدیلی لانے کے لئے اس سے متعلق مناسب سفارشات پیش کرنا چاہئیں۔

وزارت بہبود خواتین نے محولہ بالا موضوع پر جو سمری کیبنٹ ڈویژن کو بھیجی تھی اس کا متن بھی درج ذیل ہے:۔

GOVERNMENT OF PAKISTAN

MINISTRY OF WOMEN DEVELOPMENT

SUMMARY FOR THE CABINET

SUBJECT: *Administrative Measures to Provide Relief to Women under the Offence of* ZINA *(Enforcement of* Hudood *Ordinance, 1979) and other Offences.*

In consonance with the priorities of the Peoples' Government to reform discriminatory laws against women, including the *Hudood* Ordinances, the Ministry of Women Development has examined the matter in consultation with the Ministry of Law, Justice and Parliamentary Affairs; Ministry of Religious Affairs and the Interior Division. It has been agreed that certain immediate administrative measures should be adopted to avoid any further possible oppressive implementation of the *hudood* Laws also to mitigate the grievances of women already involved in *Hudood* cases, till such time as the Sub-Committee constituted under the chairmanship of the Attorney-General (*Vide* Cabinet Decision No. 35/CS/90, dated the 25th February, 1990) formulates recommendations for reform of the *Hudood* Ordinances.

2. Following steps may be taken immediately by the Ministry of Interior and the Police be directed that:—

(i) The Offence of *Zina* falling under Section 10(2) be made a non-cognizable and a bailable offence.

(ii) Authority of filing the complaint of *Zina* should be restricted *only* to the immediate family of the person involved.

(iii) No woman shall be arrested on charges of *Zina* without the Police having first recorded the statements of the complainant alongwith 3 other reliable witnesses.

(iv) No arrest will be made on charges of *Zina* on the report of a husband against his ex-wife in the event that she has contracted a second marriage without prior registration of the *'talaknama'* with the local Union Council. the *Zina* Ordinance is clearly in conflict with the Family Laws Ordinance; ironically the provisions of Family Laws which were meant to protect women have become the means of convicting them for *Zina*.

(v) No arrest of woman shall be made by the Police below the rank of an ASI and only in the presence of responsible adult male relatives and/or respectable residents of the area and only in the event of the family failing to fulfil the requirements of a bail bond.

(vi) Woman detained under charge of any offence must be released the same day from police custody by *sun-set*.

If, however, she is to be detained for further investigations under unavoidable circumstances, separate arrangements for women be made at the police *thanas* and kept under close supervision of women constables who will be responsible for the physical security and chastity of the detained woman. Alternatively Police lock-ups be set up in the precincts of jails and all investigations by the police be conducted in these premises under the supervision of Jail Superintendents. In the event, the woman is to be taken out for any investigation, the accompanying police party shall not be below the rank of an ASI who will ensure that the woman is returned to the lock-up the same day and before sun-set.

(vii) Jail Superintendent be made responsible for ensuring that the accused woman is produced in the Court on the date of

hearing *without fail* and that she is in the care of a woman constable.

(viii) Police will not arrest parents/immediate family members on charges of being abetters in the crime of *Zina*. (Many aged parents are in judicial/police lock-ups as a result of such complaints). Abettment is not punishable under Quranic Laws.

(ix) Cases of Custodial rape be harshly dealt with and the SHO be made responsible for the physical security and chastity of the woman in police custody.

(x) Special Women Complaint Cells be set up at all police headquarters for receiving complaints and reports of crimes involving women.

3. Following steps be taken by the Law and Justice Division and the Courts be instructed that:—

(1) (a) Before proceeding the Court shall satisfy itself that all requirements of *tazkiyah-al-Shahood* are met with and that the credibility of each the witnesses is established.

(b) That no person accused of *zina* shall be charged with an offence liable to *Hadd* unless the evidence of the required number of *4 witnesses* is available.

(c) On failing, as a *Zina* case, the accused should be acquitted and not prosecuted under *Ta'zeer* punishment.

(d) No woman reporting a rape be punished on grounds that she has admitted that illicit sexual intercourse has taken place, in the event the accused is acquitted due to insufficient corroborative evidence.

(2) All cases of women involved in *Zina* or other criminal offences should be disposed off by a Court on *priority basis*

and within a period of three months. Where such a case is not decided within 3 months, the Judge shall give a written explanation to the High Court.

(3) No case in which a woman is involved should be adjourned for a period of more than a week. For early disposal of these cases, Public Prosecutors appearing on behalf of the Government be directed to proceed with the cases without fail and ensure the attendance of witnesses. Where possible lady Public Prosecutors should be appointed to conduct the criminal cases in which women are involved.

(4) Adjournment be discouraged and in case of a vacant court, the link Judge should hear the cases.

(5) All the concerned courts which have dealt with Acquittal *Zina* cases should prepare a list of the false witnesses who have appeared in such cases and shall proceed against them for malicious prosecution and compensate the accused.

(6) The Courts shall exercise the power liberally of releasing women convicts on probation as permissible under Probation of offender Ordinance, 1960.

(7) Review Boards may be constituted to periodically review cases of women convicts and recommend suitable cases to the Prime Minister/President for pardon, remission or commutation of the sentences under Article 45 of the Constitution.

4. The Ministry of Law, Justice and Parliamentary Affairs, and the Ministry of Interior have seen and concurred in the Summary.

ISLAMABAD
The 14th April, 1990.

(MRS. B.A. QURESHI)
Secretary

ترجمہ

حکومت پاکستان

وزارت برائے بہبود خواتین

سمری برائے کیبنٹ

عنوان :۔

جرم زنا (نفاذ حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء) اور دیگر جرائم میں خواتین کی دادرسی کے لئے انتظامی اقدامات۔

عوامی حکومت کی ترجیحات کے مطابق خواتین کے خلاف امتیازی قوانین بشمول حدود آرڈیننس میں اصلاحات لانے کے لئے وزارت برائے بہبود خواتین نے وزارت قانون' انصاف اور پارلیمانی امور' وزارت مذہبی امور اور وزارت داخلہ سے صلاح ومشورہ کر کے اس معاملہ کا جائزہ لیا ہے۔ اس بات سے اتفاق کیا گیا کہ اس وقت جب تک کہ ذیلی کمیٹی جسے کہ اٹارنی جنرل کے زیر صدارت (کیبنٹ کا فیصلہ نمبر ۳۵/سی ایس/۹۰' مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۹۰ء ملاحظہ ہو) قائم کیا گیا ہے' حدود آرڈیننس میں اصلاحات لانے کے لئے اپنی سفارشات پیش کرے' قوانین حدود کے کسی ممکنہ ظالمانہ عمل درآمد سے بچنے اور حدود کے مقدمات میں پہلے سے ملوث خواتین کی شکایت کو کم کرنے کے لئے بعض انتظامی اقدامات فوری طور پر کئے جانے چاہئیں۔

۲۔ وزارت داخلہ کی طرف سے درج ذیل اقدامات فوری طور پر کئے جائیں اور پولیس کو یہ ہدایت کی جائے کہ :۔

(۱) زنا کا جرم جو کہ دفعہ ۱۰ (۲) کے دائرے میں آتا ہو' ناقابل دست اندازی پولیس اور قابل ضمانت بنایا جائے۔

(۲) زنا کی شکایت دائر کرنے کا اختیار ملزم کے صرف قریبی رشتہ دار کو ہونا چاہئے۔

(۳) کسی عورت کو زنا کے الزام میں اس وقت تک گرفتار نہ کیا جائے جب تک کہ شکایت کنندگان کی طرف سے بیانات پہلے پولیس کے پاس ریکارڈ نہ ہوں اور اس پر تین قابل اعتماد گواہان کی شہادت موجود نہ ہو۔

(۴) ایسی صورت میں جب کہ شوہر کی پہلی بیوی نے لوکل کونسل میں اپنے طلاق نامہ کا پہلے سے رجسٹریشن کرائے بغیر دوسری شادی کی ہو' سابق شوہر کی رپورٹ پر اسے زنا کے الزام میں گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ زنا آرڈیننس عائلی قوانین کے آرڈیننس سے واضح طور پر متصادم ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ عائلی قوانین کی دفعات جس کا مطلب خواتین کو تحفظ فراہم کرنا ہے' ان کے لئے جرم زنا کا سبب بن گیا ہے۔

(۵) کسی خاتون کو اے ایس آئی کے درجے سے کم کا پولیس آفسر گرفتار نہیں کرے گا اور صرف ذمہ دار' بالغ مرد رشتہ داروں اور / یا علاقے کے ذمہ دار اشخاص کی موجودگی میں اور صرف ایسی صورت میں جب کہ اس کے خاندان والے ضمانتی بانڈ کے تقاضے پورا کرنے میں ناکام ہو جائیں اسے گرفتار کیا جا سکے گا۔

(۶) خاتون جسے کہ کسی جرم کے الزام میں حراست میں رکھا گیا ہو اسے اسی دن غروب آفتاب سے قبل پولیس کی تحویل سے لازماً رہا کر دیا جائے تاہم اگر اس عورت کو کسی ناگزیر حالات کے تحت مزید تحقیقات کے لئے حراست میں رکھنا ہو تو پولیس تھانوں میں اس کے لئے علیحدہ انتظامات کئے جائیں اور اسے خواتین کانسٹیبل کی سخت نگرانی میں جو کہ اس کی جسمانی حفاظت اور پاکدامنی کی ذمہ دار ہوگی رکھا جائے۔ متبادل طور پر پولیس حوالات جیلوں کے احاطوں میں بنائے جائیں اور پولیس کی طرف سے تمام تحقیقات سپرنٹنڈنٹ کی نگرانی میں ان احاطوں میں کئے جائیں۔ ایسی صورت میں جس میں کہ خاتون کو کسی تحقیقات کے لئے باہر لے جانا ہو اس کے ساتھ جو پولیس پارٹی جائے گی وہ اے ایس آئی کے درجے سے کم کی نہیں ہوں گی جو کہ اس بات کا یقین کرائے گی کہ اس عورت کو اسی دن اور غروب آفتاب سے قبل حوالات میں واپس لایا جائے گا۔

(۷) جیل سپرنٹنڈنٹ کو اس بات کا ذمہ دار بنایا جائے کہ وہ اس بات کا یقین کرائیں کہ ملزم عورت کو عدالت میں سماعت کی تاریخ پر بغیر وقفے کے لایا گیا ہے اور یہ کہ وہ خاتون کانسٹیبل کی نگرانی میں ہے۔

(۸) زنا کے جرم میں معاونت کے الزام میں والدین / قریبی رشتہ داروں کو پولیس گرفتار نہیں کرے گی (ایسی شکایت کے نتیجے میں بہت سے بوڑھے والدین عدالت /

پولیس حوالات میں بند ہیں) قرآن کے احکام کے تحت معاونت جرم پر سزا نہیں دی جا سکتی۔

(۹) زیر حراست عورت کے ساتھ عصمت دری کے مقدمات کو سختی کے ساتھ نمٹا جائے گا اور پولیس کی حراست کے دوران ایس ایچ او کو عورت کی جسمانی حفاظت اور پاکدامنی کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔

(۱۰) جرائم میں ملوث خواتین کی شکایت اور رپورٹ وصول کرنے کے لئے تمام پولیس ہیڈ کوارٹرز میں خصوصی سیل قائم کئے جائیں گے۔

قانون و انصاف ڈویژن کی طرف سے درج ذیل اقدامات کئے جائیں اور عدالتوں کو یہ ہدایت کی جائے کہ :۔

(۱) (الف) کارروائی سے قبل عدالت اپنے طور پر اس بات کا اطمینان کرے گی کہ تزکیۃ الشہود کے تمام تقاضے پورے ہو گئے ہیں اور ہر ایک کی گواہی با اعتبار ہے۔

(ب) کوئی شخص جس پر کہ زنا کا الزام ہو اس وقت تک اس پر اس جرم کے الزام میں حد عائد نہیں ہو گی جب تک کہ چار گواہان کی شہادت موجود نہ ہو۔

(ج) زنا کا الزام ثابت نہ ہونے پر، ملزم کو بری کر دیا جانا چاہئے اور تعزیر کے تحت اس پر مقدمہ نہیں چلایا جانا چاہئے۔

(د) اگر کوئی عورت یہ بیان دے کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا گیا ہے تو اسے اس بنیاد پر کہ اس نے ناجائز جنسی تعلق کا اعتراف کر لیا ہے سزا نہیں دی جائے گی جب کہ ملزم (مرد) کو ناکافی تائیدی شہادت کی بناء پر بری کر دیا گیا ہو۔

۲۔ زنا اور دیگر جرائم میں ملوث خواتین سے متعلق تمام مقدمات کا عدالت کو تین ماہ کے اندر ترجیحی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہئے اگر ایسے مقدمات کا تین ماہ کے اندر فیصلہ نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں جج تحریری طور پر عدالت کو اس سلسلے میں وجوہات پیش کرے گا۔

۳۔ عورت سے متعلق کسی مقدمہ کو ایک ہفتہ سے زیادہ عرصہ کے لئے ملتوی نہیں کیا جانا چاہئے۔ ایسے مقدمہ کا جلد فیصلہ کرنے کے لئے سرکاری وکیل جو کہ حکومت کی طرف

سے ہوا سے یہ ہدایت کی جانی چاہئے کہ ایسے مقدمات کی کارروائی بغیر کسی وقفے کے جاری رکھی جائے اور گواہان کی حاضری کو یقینی بنایا جائے اور جہاں ممکن ہو خاتون سرکاری وکیل ایسے فوجداری مقدمات کی جس میں عورت ملوث ہو' پیروی کرے۔

۴۔ مقدمہ کو ملتوی کرنے کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے اور ایسی صورت میں جب جج موجود نہ ہو' دوسرے متعلقہ جج کو مقدمہ کی سماعت کرنی چاہئے۔

۵۔ تمام متعلقہ عدالتیں جنہوں نے زنا کے مقدموں میں برات کا فیصلہ دیا ہو' ان عدالتوں کو ایسے مقدمات کے سلسلے میں عدالت کے سامنے حاضر ہونے والے جھوٹے گواہان کی فہرست تیار کرنا چاہئے اور ان کے خلاف بغض و کینہ کی بنیاد پر جھوٹا مقدمہ دائر کرنے پر کارروائی کی جانی چاہئے اور ملزم کو اس سلسلے میں ہونے والے نقصان کا معاوضہ دیا جانا چاہئے۔

۶۔ عدالتیں مجرموں کی اصلاح کا آرڈیننس ۱۹۶۰ء کے تحت اصلاح کے لئے خواتین مجرموں کو رہا کرنے کا اختیار فراخدلی سے استعمال کریں گی۔

۷۔ بورڈ برائے نظر ثانی قائم کیا جائے۔ جس کا کام یہ ہوگا کہ وہ وقتاً فوقتاً خواتین مجرموں کے مقدمات پر نظر ثانی کرے گا اور اس سلسلے میں موزوں مقدمات کے سلسلے میں آئین کی دفعہ ۴۵ کے تحت سزا کی معافی اس میں کمی اور اس میں نرمی کرنے کے لئے وزیر اعظم /صدر کو سفارش پیش کرے گا۔

۸۔ وزارت قانون 'انصاف اور پارلیمانی امور اور وزارت داخلہ نے اس سمری کو ملاحظہ کر لیا ہے اور اس سمری سے اتفاق کیا ہے۔

اسلام آباد
۱۴ر اپریل ۱۹۹۰ء

مسز بی۔ اے۔ قریشی
سیکرٹری

وزارت داخلہ نے بھی اپنے مراسلہ یو او نمبر ا (۵) /۹۰۔ ایف آئی اے (۱) مورخہ ۱۸ر اپریل ۱۹۹۰ء کے ذریعے وزارت بہبود خواتین کو ان کے ڈی او خط نمبر ۸ (۱) /۸۹ ایمپ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۹۰ء میں تحریر کیا کہ:

2. The Interior Division agree to the proposals made in the

draft summary. However it would be advisable if these are got vetted from the Council of Islamic Ideology, as well.

چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس چہارم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء (مطابق ۳ تا ۶ صفر ۱۴۱۱ھ) میں مذکورہ بالا استفسار پر غور کرنے کے بعد طے کیا کہ :-

"یہ تو انتظامی نوعیت کے مسائل ہیں۔ ان کے بارے میں کونسل کوئی رائے نہیں دے سکتی"۔

کونسل کی حتمی اور سالانہ رپورٹوں کی حیثیت

یہ مسئلہ حکومت اور کونسل کے درمیان ایک عرصہ سے خط و کتابت کا موضوع چلا آ رہا تھا۔ چنانچہ سابقہ کونسل نے بھی اپنے اجلاس منعقدہ ۱۸ تا ۲۰ اپریل ۱۹۸۹ء اور ۲، ۳ مئی ۱۹۸۹ء میں اس پر غور کیا تھا اور ایک قرارداد منظور کر کے وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بھیجی تھی[1]

لیکن چونکہ وزارت مذہبی امور کونسل کی اس رائے سے متفق نہیں تھی لہٰذا انہوں نے اپنے مراسلہ نمبر ۳ (۲۴) / ۹۰ مورخہ ۸ مئی ۱۹۹۰ء کے ساتھ اس ضمن میں لاء ڈویژن کی جانب سے اٹھائے گئے بعض سوالات کونسل کو بھیجے اور اس کی رائے دریافت کی[2]

چنانچہ نو تشکیل شدہ کونسل نے یہ مسئلہ اپنی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی و سیاسی اصلاحات کے سپرد کر دیا۔ اس کمیٹی نے مذکورہ بالا موضوع پر اپنے اجلاس منعقدہ لاہور بتاریخ ۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء میں ایک قرارداد مرتب کی جو کونسل کے چھٹے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء میں پیش ہوئی۔ کونسل نے اسے معمولی ترامیم کے ساتھ حسب ذیل صورت میں بطور فیصلہ منظور کر لیا۔

---

۱ یہ قرارداد کونسل کی سالانہ رپورٹ بابت ۸۹۔ ۱۹۸۸ء میں طبع ہو چکی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۵۔

۲ یہ سوالات مندرجہ بالا عنوان کے تحت کونسل کی سالانہ رپورٹ بابت ۸۹۔ ۱۹۸۸ء میں طبع ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۴

SUBJECT:—*Status of Annual and Final Report of Council of Islamic Ideology*

The question regarding the status of Annual and Final Report needs some clarification in view of the querries of the Justice Division/ Law Section. The entire correspondence was placed before the Council of Islamic Ideology which entrusted the matter to the Legal and Political Reforms Committee for consideration and report. The issue was discussed thread bare in the 3rd meeting of the Committee at Lahore. The report as desired is submitted for the perusal of the Honourable Members of the Council.

Part IX of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, Articles 227 through 231, both inclusive, contemplate the performance of the following obligations.

(A) All "Existing Laws" shall be brought in conformity with the Injunctions of Islam and no law shall be enacted which is repugnant to such injunctions. [Article 227 (1) of the Constitution]. The performance of these two duties *i.e.*, (a) to bring the Existing Law in conformity with the Injunctions of Islam and (b) to see that no law in future, *i.e.* after the commencement date of the Constitution, 14 August 1973, shall be enacted which is repugnant to the Islamic Injunctions; have to be accomplished under clause 2 of Article 227 only in the manner provided in Part-IX of the Constitution. This means that the dual dutie's are the exclusive jurisdiction of the Council of Islamic Ideology.

Reading Articles 229 and 230 together the functions of the Council are as follows:—

To tender advice upon a Reference made by the President, Governor of a Province, or a House or a Provincial Assembly if two-fifth of its total membership so require, on any question relating to a proposed law with the object of testing its repugnancy or otherwise with the Injunctions of Islam. This power of the Council is spelt out from articles 229 and clause 2 of Article 230 of the Constitution. A special

procedure has been envisaged in clause 2 as regards the mode and time during which this Reference has to be answered.

It might as well be stated here that this Advisory Jurisdiction can be compared with the Advisory jurisdiction of the Supreme Court of Pakistan, as enunciated in article 186. The difference in both the jurisdictions lies in the fact that the jurisdiction of the Supreme Court of Pakistan can be invoked only by the President on a *Question of Law* of *Public importance*.

But the Advisory jurisdiction of the Council can be invoked also by a provincial Governor, Assembly or House only on a *question whether a proposed law is or is not repugnant* to the Injunctions of Islam. The other importance attached to the Advice tendered on a Reference is that the referring authority is bound to reconsider the law if made before the Advice has reached and it happens to be at variance with the advice tendered.

It therefore appears that this Advisory jurisdiction is neither limited by time in future nor is it of temporary nature. The very nature of this jurisdiction envisages the permanent character, without break, of the Council of Islamic Ideology.

It is also clear from these provisions that the Advice tendered on a Reference has neither been termed a Report, Annual Report or the Final Report.

2. The second function of the Council is mentioned in clause (a) of sub-Article (1) of Article 230 and is termed as making of recommendations to the legislative bodies alone with the clear cut object of helping implement para 5 of the Objective Resolution now also a substantive part of the Constitution in addition to being the Pre-amble of the Constitution.

It is abundantly clear that these recommendations have not been termed as an Annual or Final Report and rightly so. The reason is that the phrase "enabling and encouraging the Muslims of Pakistan to order their lives individually and collectively *in all respects* in accordance with the principles and concepts of Islam "is a continous process. "In all

respects" visualises the receiving challenges that are posed by a progressive and dynamic society. There can be no finality even on this score becuase no one can visualise, predict, presume or forestal future eventualities. Therefore, the function of the Council to send recommendations to the legislative bodies is a continuous process and cannot be limited in terms of time.

Moreover, the word REPORT as mentioned in Article 230 (4) is relatable to examination, scrutiny and consequential finding or evaluation or assessment on matters falling within the scope of existing laws *i.e.* whether legislation already effected in the Past upto a given point of time is in accord with the Injunctions of Islam.

This is required becuase in order to safeguard the future trend of legislation the past legislation has to be brought in line with the spirit of Islam to achieve a continuity and consistency in the realm of law which governs the conduct of the citizens.

3. The third function of the Council is Advisory in nature as spelt out in clause (b) of Sub-article (1) of Article 230. This is not like the Reference contemplated in Article 229 for which a procedure and constitutional obligation is cast upon the Referring Authority when a proposed law is in the offing. Under clause (b) Advice solicited is relatable to a situation which is neither urgent in nature, about which the legislature can proceed with the legislation even though the advice has not been tendered as contemplated by the sub-article (3) of Article 230. Under clause (b), the Council is not called upon to inform the Referring Authority within fifteen days as to the period within which the Council expects to be able to furnish the advice.

It should be borne in mind that even this advice on normal legislation has not been termed as a Report; because the advice is on a proposed legislation for future, in the light of the principles of Islam.

4. The fourth function of the Council is specific in so far as it contemplates a particular period in the past. The duty contemplated here is to make recommendations (a) as to the measure for bringing the EXISTING LAWS into conformity with the Injunctions of Islam and (b) the stages by which such measures should be brought into effect. This

function is specific with Existing Laws which, has been defined in Article 260 read with clause (7) of Article 268 of the Constitution to mean "all laws in force in Pakistan or any part thereof..........immediately before the commencing day."

It is this power or jurisdiction or function of the Council, as given in clause (c) of sub Article (1) of Article 230 which has a nexus with the concept of Report, Annual or Final, contemplated by clause 4 of the Article 230. The Council has to initiate a survey of all the laws Central and Provincial, in force from the Coasting Vessels Act No. 19 of 1838 dated 27th August, 1938 upto 14 August, 1973, the commencing day of the 1973 Constitution in the light of principles of Islam to prepare recommendations for bringing these Existing Laws into conformity with the Injunctions of Islam and also suggest the stages by which such measures should be brought into effect.

For this purpose the Constitution contemplated a period of seven years to complete a Final Report and it was thougt that in this continuous process of evaluating the Existing laws, an annual interim report of progress will be submitted in the integrenum so that it could be placed before the appropriate Legislatures, Parliament and Provincial Assemblies for preparation of the scheme, stages and the manner in which the offending portions of the Existing Laws have to be brought in conformity with the Injunctions of Islam.

After this stage is over the appropriate Legislatures are to be given a period of two years to enact laws in the light of the Final Report which would take a period of seven years.

It may be advantageous at this juncture to refer to Article 254 of the Constitution which states that when any act or thing is required by the Constitution to be done within a particular period and it is not done within that period, the doing of the act or thing *Shall* not be invalid or otherwise ineffective by reason only that it was not done within that period.

The Second aspect of the question is that the first Council under the Constitution was constituted on 2nd February, 1974 and its term expired on 1st February, 1977. In view of the 1977 General Elections and

the ensuing movement the second Council could not be constituted under the Constitution. Martial Law was clamped throughout the country on 5th July, 1977 and the Constitution was held in abeyance till 30th December, 1985. During this Constitutional Vacuum the Chief Martial Law Administrator did constitute Council but, as neither the Parliament, nor Provincial Assemblies were in existance nor was the Constitutional apparatus functioning so the question of *Reports being placed before the appropriate Legislatures was neither practicable nor possible.*

The intervening Council did submit Annual Report but these cannot be treated as Annual Interim Reports under the Constitution. There was a time when the Council functioned only with three members. The Council did examine certain existing laws and submitted Interim Reports which can be treated as Final *Qua* the period covered but a final Report in the light of Clause (4) of Article 230 would be only that Report which contains a Report of all the Existing Laws, covered in various past Annual Interim Reports or future Reports.

The word Interim Report is suggestive of the fact that a consolidated Final Report has yet to follow.

It may also be relevant to mention that the concept of Existing Laws, contemplated by the Constitution was not available during the period the Constitution was held in abeyance. The term Existing Laws is the creation of the Constitution and would be valid only during the period when Constitution itself is in force.

It is in this view of the matter that the Chairman of the last Council on account of the persisting querries of the Law Division was constrained to resolve that every annual report may be deemd to be final *qua* the contents and period covered therein.

In the light of what has been stated above the Council has given its considerate thought to the issue and has come to the conclusion that:

1. A Final Report under clause (4) of Article 230 of the Constitution has yet to be compiled which would cover a complete survey of the Existing Laws (Central as well as Provincial) upto 13th

August, 1973.

2. That as and when the Final Report is completed and duly submitted the legislative bodies shall proceed to enact laws within a period of two years from the date of submission of the Final Report.

3. That the Final Report apart from evaluating the various laws will also suggest the stages by which such measures should be brought into effect.

4. That all the previous Reports submitted by the Council shall be deemed to be Annual Interim Reports and the necessary legislation by the Legislative bodies can be constitutionally undertaken.

The fifth function of the Council as contemplated by clause (d) of sub-Article (1) of Article 230 is the compilation in a suitable form for the guidance of Parliament and the Provincial Assemblies, such Injunctions of Islam as can be given Legislative effect.

It may be brought to the notice of the concerned Ministries that the present Council has already divided itself into various Committees which are meeting at regular intervals to compile in a suitable form the Injunction of Islam which could be given legislative effect. It is an onerous task because the committees have to cover the Social, Economic, Legal, Constitutional, Political and other sectors of human and Social life in the light of Injunctions of Islam. Islam is neither restricted to rituals or devotional aspects nor confined to legal and political sector nor limited to the economic and educational aspects but it covers the very existance and life of human being on earth with the aspect of accountability in the Hereafter. It encompasses situation like Man versus Man. Man versus Society, Man versus State, Man versus Universe etc. etc.

Except for the function No. 4 all other functions of the Council are of a continuous nature and it is this consciousness of the responsibility, that the framers of the Constitution and the framers of the Objective Resolution contemplated while involving the Institution of the Council of Islamic Ideology, that has animated the members of the Council in the discharge of their duties.

ترجمہ

موضوع :۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ اور حتمی رپورٹوں کی حیثیت۔

جسٹس ڈویژن کے شعبہ قوانین کی جانب سے اٹھائے گئے سوالات کے پیش نظر یہ امر ضروری محسوس ہوا کہ کونسل کی سالانہ اور حتمی رپورٹوں کی حیثیت کے بارے میں چند وضاحتیں پیش کر دی جائیں۔ چنانچہ اس ضمن میں جسٹس ڈویژن اور کونسل کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی وہ بتمام و کمال اسلامی نظریاتی کونسل کے سامنے رکھ دی گئی جس نے یہ مسئلہ ضروری غور و خوض اور رپورٹ کے لئے اپنی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی وسیاسی اصلاحات کے سپرد کر دیا۔ کمیٹی نے اپنے تیسرے اجلاس منعقدہ لاہور میں اس مسئلے کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ چنانچہ حسب ارشاد کمیٹی کی رپورٹ اراکین کرام کے مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حصہ چہارم میں ' آرٹیکل نمبر ۲۲۷ سے لے کر ۲۳۱ تک ' دونوں کو شامل کرتے ہوئے ' کونسل کے فرائض مندرجہ ذیل قرار دیئے گئے ہیں۔

(ا) تمام موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا اور کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی احکام سے متصادم ہو (آئین کا آرٹیکل نمبر ۲۲۷ (ا) ان دو فرائض یعنی......

(الف) موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنانا اور اس امر پر نظر رکھنا کہ آئندہ یعنی آئین کی تاریخ نفاذ ' ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کے بعد کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے جو اسلامی احکام سے متصادم ہو ' کی بجا آوری صرف آرٹیکل نمبر ۲۲۷ کے تحت اس صورت میں کی جائے گی جو آئین کے چوتھے حصے میں مقرر کی گئی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان دوہری ذمہ داریوں کی بجا آوری صرف اسلامی نظریاتی کونسل کے دائرہ اختیار میں ہے۔

اگر آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۲۹ اور ۲۳۰ کو ملا کر پڑھا جائے تو کونسل کے فرائض مندرجہ ذیل قرار پاتے ہیں :۔

ا۔ صدر ' کسی صوبے کے گورنر ' یا کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی ' اگر اس کے کل ارکان پانچ میں سے دو کے برابر تعداد اس کا مطالبہ کرے ' کی جانب سے فرستادہ ہر ایسے استفسار پر مشورہ دینا جو کسی

مجوزہ قانون سے تعلق رکھتا ہو اور جس کا مقصد اس امر کا جائزہ لینا ہو کہ آیا وہ قانون اسلامی احکام سے متصادم ہے یا نہیں۔ کونسل کے اس اختیار کی وضاحت آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۲۹ اور آرٹیکل ۲۳۰ کی کلاز ۲ سے ہوتی ہے۔ کلاز ۲ کے تحت ایسے استفسارات کے جواب کے طریق کار اور اس مدت کی نسبت جس میں اس کا جواب دیا جائے گا' ایک خصوصی ضابطہ کار مقرر کیا گیا ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہو گا کہ کونسل کے اس مشاورتی اختیار کا تقابل سپریم کورٹ آف پاکستان کے اس مشاورتی اختیار سے کیا جا سکتا ہے جس کا بیان آرٹیکل ۱۸۶ میں کیا گیا ہے۔ ان دونوں اختیارات کے درمیان جو فرق ہے وہ اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ سپریم کورٹ سے صرف صدر مملکت یہ استدعا کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے اس مشاورتی اختیار کے تحت کسی عوامی اہمیت کے قانونی سوال پر رائے دے۔

لیکن کونسل سے اس کے اس مشاورتی اختیار کے تحت رائے کوئی صوبائی گورنر' اسمبلی یا ایوان صرف اس سوال پر لے سکتا ہے کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام سے متصادم ہے یا نہیں۔ کسی استفسار پر کونسل جو رائے دیتی ہے اس کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ استفسار کرنے والی ہیئت مقتدرہ اس امر کی پابند ہے کہ اگر اس تک کونسل کی رائے پہنچنے سے پہلے قانون بنا لیا گیا ہو اور وہ قانون کونسل کی پیش کردہ رائے سے مختلف ہو تو وہ اس پر نظر ثانی کرے۔

لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ کونسل کا یہ مشاورتی اختیار نہ تو مستقبل میں کسی مدت کے ساتھ محدود ہے نہ عارضی نوعیت کا ہے۔ درحقیقت کونسل کے اس اختیار کی خود نوعیت ہی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار بغیر کسی شکست و ریخت کے مستقل نوعیت کا ہو۔

ان تفصیلات سے یہ امر بھی واضح ہے کہ کسی استفسار کے جواب میں پیش کی گئی کونسل کی رائے کو نہ تو "رپورٹ'' کہا گیا ہے' نہ سالانہ رپورٹ یا حتمی رپورٹ۔

۲۔ کونسل کا دوسرا فریضہ آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۳۰ کے ذیلی آرٹیکل (۱) کی شق (الف) میں بیان کیا گیا ہے' یعنی صرف قانون ساز اداروں کو اپنی سفارشات پیش کرنا' جس کا مقصد واضح طور پر یہ ہو گا کہ قرارداد مقاصد' جسے آئین کا پری امبل ہونے کے علاوہ اب اس کا بنیادی حصہ بھی قرار دیا جا چکا ہے' کے پیرا نمبر ۵ کے نفاذ میں مدد فراہم کی جائے۔

اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ کونسل کی ان سفارشات کو نہ تو سالانہ رپورٹ کہا گیا ہے نہ حتمی رپورٹ نہ اس قسم کی کوئی اور رپورٹ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ :-

"ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو تمام پہلوؤں سے اسلامی اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کے لئے مسلمانان پاکستان کی حوصلہ افزائی کرنا اور انہیں اس کے قابل بنانا۔"

کے مطابق کونسل کا یہ فریضہ ایک مسلسل عمل ہے اور الفاظ "تمام پہلوؤں سے" کا یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ان تمام چیلنجوں کو قبول کیا جائے جو ایک ترقی پذیر اور متحرک معاشرے میں ہمارے سامنے آئیں۔ اس موضوع پر بھی کوئی بات حتمیت یا قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کیوں کہ کوئی شخص مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے امکانات کا نہ تصور کر سکتا ہے' نہ ان کی پیش گوئی کر سکتا ہے اور نہ ان کا اندازہ یا توڑ کر سکتا ہے۔ لہٰذا کونسل کا یہ فریضہ کہ وہ قانون ساز اداروں کو اپنی سفارشات بھیجتی رہے ایک مسلسل عمل ہے اور اسے کسی وقت کے ساتھ محدود نہیں کیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں لفظ "رپورٹ" جیسا کہ اس کا ذکر آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۳۰ (۴) میں کیا گیا ہے 'اسے قوانین کے جائزے' جانچ پڑتال اور ایسے امور کے' جو موجودہ قوانین کے دائرے میں آتے ہوں' متعاقب تحقیقی نتائج یا اندازہ کرنے سے متعلق قرار دیا جاسکتا ہے کہ وقت کے ایک خاص نقطے تک جو اسلامائزیشن کا کام مکمل ہوا ہے آیا وہ اسلامی احکام سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ آئندہ قانون سازی کے عمل کی نگہداشت کے لئے ماضی کی قانون سازی کو اسلام کی روح سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے' تاکہ قانون جو شہریوں کے طرز عمل کو کنٹرول کرتا ہے' اس کے دائرے میں تسلسل اور یکسانی باقی رکھنے کا مقصد حاصل کیا جائے۔

۳۔ کونسل کا تیسرا فریضہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مشاورتی ہے جیسا کہ اس کی وضاحت آرٹیکل ۲۳۰ کے ذیلی آرٹیکل نمبر ۲۲۹ میں کی گئی ہے اور جس کے لئے ایک خاص طریق کار وضع کیا گیا ہے اور استفسار بھیجنے والی ہیئت مقتدرہ پر ایک ذمہ داری عائد کی گئی ہے' جبکہ کوئی مجوزہ قانون عمل اجراء کے مرحلے میں ہو۔ شق (ب) کے تحت جو رائے طلب کی جاتی ہے اسے ایک ایسی صورت حال سے متعلق قرار دیا جاسکتا ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے فوری نہیں ہوتی اور جس کی نسبت قانون ساز ادارہ قانون سازی کا کام اس صورت میں بھی جاری رکھ سکتا ہے جب کہ رائے پیش نہ کی گئی ہو' جیسا کہ آرٹیکل نمبر ۲۳۰ کے ذیلی آرٹیکل نمبر ۳ کے تحت چاہا گیا ہے۔ شق (ب) کے تحت کونسل سے یہ نہیں کہا گیا کہ وہ استفسار بھیجنے والے ادارے کو پندرہ دن کے اندر اندر بتائے کہ کتنے عرصے کے دوران میں وہ اس قابل ہو سکے گی کہ رائے دے۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ معمول کی قانون سازی کے بارے میں اس رائے کو بھی ''رپورٹ'' نہیں کہا گیا اس لئے کہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں یہ رائے مستقبل کیلئے کی جانے والی مجوزہ قانون سازی سے متعلق ہے۔

۴۔ کونسل کا چوتھا فریضہ ایک مخصوص فریضہ ہے' اس حد تک جس حد تک یہ ماضی کے کسی خاص عرصے سے تعلق رکھتا ہو۔ کونسل کی یہاں جو ذمہ داری بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ :۔

(الف) موجودہ قوانین کو اسلامی احکام سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ضروری تدابیر کی سفارش کرنا۔

(ب) ایسے مرحلوں کی نشاندہی کرنا جن کے مطابق ایسی تدابیر کو عملاً نافذ کیا جا سکے۔

کونسل کا مندرجہ بالا فریضہ ''موجودہ قوانین'' کے ساتھ مخصوص ہے جن کی وضاحت آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰' میں' آرٹیکل نمبر ۲۶۱ کی شق (۷) کے ساتھ پڑھتے ہوئے کی گئی ہے' یعنی ''آئین کے یوم نفاذ سے فوراً قبل قیام پاکستان یا اس کے کسی حصے میں **نافذ العمل** تمام قوانین.................

کونسل کا یہ وہ اختیار یا فریضہ ہے جیسا کہ یہ آرٹیکل ۲۳۰ کے ذیلی آرٹیکل نمبر (۱) کی شق (سی) میں دیا گیا ہے جو رپورٹ کے تصور سے علاقہ رکھتا ہے یعنی سالانہ رپورٹ یا حتمی رپورٹ سے جیسا کہ آرٹیکل نمبر ۲۳۰ کی شق ۴ کا تقاضا ہے۔ کونسل کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ۲۷ اگست ۱۸۳۸ء کے ''کوسٹنگ و یسل ایکٹ نمبر ۱۹'' سے لے کر آئین پاکستان مجریہ ۱۹۷۳ء کے یوم نفاذ.................

یعنی ۱۴ر اگست ۱۹۷۳ء تک **نافذ العمل** تمام وفاقی اور صوبائی قوانین کا اسلامی اصولوں کی روشنی میں جائزہ لے اور ان ''موجودہ قوانین'' کو اسلامی احکام سے ہم آہنگ بنانے کے لئے سفارشات تیار کرے اور ایسے مرحلوں کی نشاندہی کرے جن کے مطابق ایسی سفارشات کو **نافذ العمل** کیا جا سکے۔

اس مقصد کے لئے آئین نے سات سال کا وقت تجویز کیا ہے کہ اس دوران میں حتمی رپورٹ تیار کر لی جائے۔ علاوہ ازیں یہ بھی تجویز کیا گیا کہ موجودہ قوانین کا جائزہ لینے کے اس مسلسل عمل کے دوران میں کارکردگی کی ایک سالانہ عبوری رپورٹ پیش کی جائے گی تاکہ اسے مناسب قانون ساز اداروں' پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلیوں میں سکیم' مرحلوں اور ان طریقوں کی تیاری کے لئے پیش کیا جائے' جن کے ذریعے موجودہ قوانین کے قابل اعتراض حصوں کو' اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔

جب یہ مرحلہ گزر جائے گا تو پھر مناسب قانون ساز اداروں کو دو سال کا عرصہ دیا جائے گا تاکہ وہ اس دوران میں حتمی رپورٹ' جو سات سال کے عرصے میں مکمل ہو گی' کی روشنی میں قوانین وضع کریں۔

اس مرحلے پر آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۵۴ کا حوالہ دینا مفید ہو گا جس میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی عمل یا معاملے کی نسبت آئین کا یہ تقاضا ہو کہ وہ ایک مخصوص مدت کے اندر مکمل کیا جائے گا، لیکن وہ اس مدت میں مکمل نہ ہو سکے تو (بعد میں) اس کا مکمل کیا جانا صرف اس سبب سے خلاف قانون یا بالفاظ دیگر غیر موثر نہ ہو گا کہ وہ کام مصرحہ وقت میں مکمل نہیں ہوا۔

مسئلے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آئین کے تحت پہلی کونسل ۲ر فروری ۱۹۷۴ء کو تشکیل دی گئی تھی اور اس کی مدت یکم فروری ۱۹۷۷ء کو ختم ہو گئی۔ لیکن ۱۹۷۷ء کے انتخابات اور ان کے نتیجے میں چلنے والی تحریک کے باعث آئین کے تحت کونسل کی تشکیل نو عمل میں نہ آ سکی۔ ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کو پورے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور آئین معطل ہو گیا، جو ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۵ء تک اسی حالت میں رہا۔ اس آئینی خلا کے دوران میں چیف مارشل لا ایڈ منسٹریٹر نے نئی کونسل تشکیل دی لیکن اس وقت ملک میں نہ تو پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلیاں موجود تھیں نہ آئینی آلات کام کر رہے تھے۔ لہٰذا اس وقت رپورٹوں کے مناسب قانون ساز اداروں میں پیش کئے جانے کا سوال نہ تو قابل عمل تھا نہ ممکن۔

درمیان میں تشکیل پذیر ہونے والی کونسل نے اگرچہ سالانہ رپورٹیں پیش کیں لیکن آئین کے تحت انہیں "سالانہ عبوری رپورٹیں" نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس دوران میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ کونسل صرف تین ارکان کے ساتھ کام کر رہی تھی۔ کونسل نے یقیناً بعض "موجودہ قوانین" کا جائزہ لیا اور اپنی عبوری رپورٹیں پیش کیں جنہیں اس وقت کے لحاظ سے جس میں وہ پیش کی گئیں حتمی سمجھا جا سکتا ہے، لیکن آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۳۰ کی شق (۴) کی روشنی میں حتمی رپورٹ وہ ہو گی جو تمام موجودہ قوانین پر مشتمل ہو گی، یعنی جس میں گذشتہ عبوری رپورٹوں میں شامل کئے گئے قوانین اور آئندہ رپورٹوں میں شامل کئے جانے والے تمام قوانین شامل ہوں گے۔

لفظ "عبوری رپورٹ" سے اس حقیقت کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ ایک مخصوص حتمی رپورٹ ابھی آنی ہے۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی بر محل ہو گا کہ "موجودہ قوانین" کا تصور جس کا آئین میں ذکر ہے اس دور میں موجود نہ تھا جب آئین معطل تھا۔ موجودہ قوانین کی اصطلاح آئین کی وضع کردہ ہے اور یہ صرف اس دور میں صحیح ہو گی جب آئین خود نافذ العمل ہو۔

معاملے کی اس نوعیت کے پیش نظر سابق کونسل کے چیئرمین لاء ڈویژن کی جانب سے مسلسل استفسارات کے باعث یہ طے کرنے پر مجبور ہوئے کہ کونسل کی ہر سالانہ رپورٹ، اس کے مشتملات

اور اس وقت کی نسبت سے جس سے وہ تعلق رکھتی ہے حتمی رپورٹ تصور کی جائے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں کونسل اس مسئلے پر احتیاط کے ساتھ غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ:۔

۱۔ آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۳۰ کی شق (۴) کے تحت حتمی رپورٹ ابھی مرتب ہونی ہے جس میں ۱۳ر اگست ۱۹۷۳ء تک کے تمام موجودہ (وفاقی اور صوبائی) قوانین کا مکمل جائزہ لیا جائے گا۔

۲۔ یہ کہ جب حتمی رپورٹ مکمل ہو جائے گی اور باضابطہ پیش کر دی جائے گی تو قانون ساز ادارے حتمی رپورٹ پیش کئے جانے کی تاریخ سے دو سال کے اندر اندر قانون سازی کے عمل کا آغاز کریں گے۔

۳۔ یہ کہ حتمی رپورٹ میں مختلف قوانین کی جانچ پڑتال کے علاوہ ایسے مراحل کی نشان دہی بھی کی جائے گی جن کے مطابق اسلامائزیشن سے متعلق ضروری تدابیر پر عمل در آمد کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ یہ کہ کونسل کی پیش کی گئی پہلی رپورٹوں کو ''عبوری سالانہ رپورٹیں'' سمجھا جائے گا اور قانون ساز اداروں کی جانب سے قانون سازی کا ضروری عمل آئینی طور پر بروئے کار لایا جاتا رہے گا۔

آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ کے ذیلی آرٹیکل (۱) کی شق (ڈی) کے تحت کونسل کا پانچواں فریضہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لئے ایسے اسلامی احکام کو، جنہیں قانونی شکل دے کر نافذ کیا جا سکتا ہو، موزوں صورت میں مرتب کر کے پیش کرے۔

متعلقہ وزارتوں کے علم میں یہ چیز لانی ضروری ہے کہ موجودہ کونسل نے اپنے ارکان پر مشتمل متعدد ذیلی کمیٹیاں تشکیل دی ہیں جن کے اجلاس باقاعدہ وقفوں کے ساتھ ہو رہے ہیں، تاکہ اسلامی احکام کو موزوں صورتوں میں مرتب کر کے انہیں قانونی شکل میں نافذ کیا جا سکے۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے کیوں کہ ان کمیٹیوں کو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھنے والے معاشرتی، معاشی قانونی، آئینی اور سیاسی مسائل کا اسلامی احکام کی روشنی میں جائزہ لینا ہے۔ اسلام نہ تو مذہبی رسوم اور عبادت و ریاضت تک محدود ہے نہ قانونی ضوابط کی تشکیل تک، اور نہ صرف سیاسی دائروں یا معاشی اور تعلیمی پہلوؤں سے بحث کرتا ہے بلکہ یہ دنیا میں انسانی بقا اور زندگی کی تنظیم آخرت میں جواب دہی کے احساس کی

بنیاد پر کرتا ہے۔ اسلام ایسے حالات و مسائل سے بحث کرتا ہے، مثلاً فرد بمقابلہ فرد، فرد بمقابلہ معاشرہ، فرد بمقابلہ ریاست، انسان بمقابلہ کائنات وغیرہ وغیرہ۔

فریضہ نمبر ۴ کے علاوہ کونسل کے باقی تمام فرائض مسلسل اور مستقل نوعیت کے ہیں اور اس کی ذمہ داری کا یہی احساس تھا جس کے تحت آئین مرتب کرنے والوں اور قرار داد مقاصد تیار کرنے والوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ تشکیل دیا اور یہی وہ احساس ہے جس کے تحت کونسل کے اراکین اپنے فرائض پورے جوش اور جذبے سے ادا کر رہے ہیں۔"

کونسل کا مندرجہ بالا فیصلہ بذریعہ مراسلہ نمبر ۲۔ ۲ (۱) /ڈی ایم/ سی آئی آئی / ۹۱ مورخہ ۹ فروری ۱۹۹۱ء وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بھیج دیا گیا۔

محدود ذمہ داری اور شخصیت معنویہ کا تصور

(CONCEPT OF LIMITED LIABILITY AND JURISTIC PERSON IN ISLAM AS AGAINST THE COMPANIES ORDINANCE 1984 (ORD. NO. XLVII OF 1984.)

کارپوریٹ لاء اتھارٹی کا مراسلہ یو او نمبر ۵/پی ایس/ایم/ سی ایل اے ۹۰/ مورخہ ۱۳ / جنوری ۱۹۹۰ء بتوسط وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور خط نمبر ۲ (۴) /ڈی ڈی جے/ آر اینڈ آر / ۹۰ مورخہ ۷ / مارچ ۱۹۹۰ء اسلامی نظریاتی کونسل میں موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ کمپنیز آرڈیننس میں شامل ان دو اہم مسائل پر غور کیا جائے :۔

(۱) اسلام میں محدود ذمہ داری کا تصور اور

(۲) اسلام میں شخصیت معنویہ کا تصور

یہ مسئلہ اس سے قبل سابقہ کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲۳ تا ۲۶ جنوری ۱۹۸۹ء میں بھی زیر غور آیا تھا اور اس نے مندرجہ ذیل سفارش منظور کی تھی:۔

"ہر گاہ کہ موجودہ کمپنی لاء کے تحت تمام حصہ داروں اور ڈائریکٹران کی ذمہ داری الغرم بالغنم کے اصول کے تحت محدود رکھی گئی ہے۔ تاہم بسا اوقات کمپنی کے خسارہ کا بڑا سبب ڈائریکٹران کی کوتاہی یا بد عنوانی ہوتی ہے۔ ڈائریکٹر ویسے تو خود بھی حصہ دار ہوتے ہیں لیکن تمام حصہ داروں کے امین ہوتے ہیں۔ اصولاً امین ضامن نہیں ہوتا، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے بعض مصالح کے پیش نظر بعض امینوں کو ضامن

بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس لئے مصالح شرعیہ کا تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ خسارہ اٹھانے والی دیوالیہ کمپنی کو تحلیل کرتے وقت محلل کو یہ اختیار دیا جائے کہ اگر وہ محسوس کرے کہ خسارہ کا بڑا سبب ڈائریکٹران کی غفلت یا بدعنوانی ہے تو ایسی صورت میں ڈائریکٹران کو غیر محدود حد تک ذمہ دار قرار دے"۔

چنانچہ نو تشکیل شدہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) میں یہ مسئلہ اپنی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی و سیاسی اصلاحات کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد کمیٹی ہذا نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء میں اس مسئلے پر غور کر کے ایک رپورٹ مرتب کی جو کونسل کے چھٹے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل میں پیش کی گئی جسے کونسل نے بعض جزوی ترامیم کے ساتھ حسب ذیل صورت میں بطور فیصلہ منظور کر لیا۔

محدود ذمہ داری

محدود ذمہ داری کی دو مشہور صورتیں مروج ہیں:۔

۱۔ وہ ذمہ داری جو حصص کی رقم تک محدود ہو۔

۲۔ وہ ذمہ داری جو مکفولہ رقم تک محدود ہو۔

ذمہ داری کے بہت سے اسباب و مصادر ہو سکتے ہیں اور اسباب و مصادر کے تنوع کے لحاظ سے ان کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں اس لئے شرعاً ان سب صورتوں کے بارہ میں کوئی ایک حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ ہر صورت کی تفصیلات کی بنیاد پر اس کا جداگانہ حکم ہو گا۔

اس معاملہ میں فقہائے اسلام نے جو بحثیں کی ہیں ان کی بنیاد درج ذیل قرآنی آیات اور احادیث پر ہے:۔

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (النساء ۴ : ۲۹)

۲۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (الانعام ۶ : ۱۶۴)

۳۔ الخراج بالضمان

۴۔ الربح على ماشرطا والوضيعة على قدر المالين

لہٰذا اگر کوئی شریک یا منتظم یا مضارب جان بوجھ کر اصل سرمایہ سے زیادہ مال خرید لے اور کمپنی کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر مقروض کر دے تو اس کی حیثیت اس زائد رقم کے باب میں فضولی

(Unauthorised Agent) کی ہوگی۔ اگر شرکاء اجازت دیں تو وہ اس اضافہ کی حد تک بھی ذمہ دار ہوں گے ورنہ ان کو ذمہ دار بنانا اوپر بیان کردہ آیت مبارکہ نمبر ۲ کے خلاف ہے۔ (نیز دیکھئے مجلّہ، دفعہ ۱۳۷۵ نیز شرح علی حیدر، جلد سوم، ص ۴۱۸۔ ۴۱۹)

اسی طرح اگر کسی شریک یا منتظم کی کسی زیادتی کے بغیر کسی قدرتی یا ناگزیر سبب کی وجہ سے ذمہ داری آن پڑی اور اس میں دوسروں کا حق بھی شامل ہے تو اس کا سوخت ہونا غلط ہو گا اور آیت مبارکہ نمبر ا کے خلاف ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی شریک یا منتظم کی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے کوئی ذمہ داری آن پڑی ہے جس کا وہ مجاز نہیں تھا تو اصولاً اس کو خود ہی اس ذمہ داری کو نبھانا چاہئے اور شرکاء کو اس سے بری الذمہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ آیت مبارکہ نمبر ۲ کا تقاضا ہے۔

اگر ذمہ داری کے تحمل میں شرکاء کی اجازت (صراحةً، کنایةً یا عرفاً) شامل ہے تو احادیث مبارکہ نمبر ۳ اور نمبر ۴ کے بموجب ان کو اس ذمہ داری کو نبھانا پڑے گا چاہے وہ ان کے اصل حصہ کی رقم سے کم ہو یا زیادہ۔ یہی بات اسلامی فقہ کے اس مشہور کلیہ میں کہی گئی ہے جس کے الفاظ ہیں۔ **النعمة بقدر النقمة و النقمة بقدر النعمة** (مجلّہ ۸۸) یہی بات صراحت کے ساتھ مجلّہ کی دفعات ۱۳۶۹، ۱۰۶۱ کے علاوہ اردن کے اسلامی دیوانی قانون کی دفعات ۵۹۰ اور ۵۹۹ میں بھی کہی گئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ پاکستان کے رائج الوقت تجارتی قوانین بالخصوص کمپنیز آرڈیننس میں جس لمیٹڈ لائبلٹی (محدود ذمہ داری) کا عمومی تصور پایا جاتا ہے جس کا بلا استثنیٰ ہر جگہ انطباق کر دیا جاتا ہے، وہ اسلام کے صریح اور بنیادی احکام سے متعارض ہے۔ لہٰذا محدود ذمہ داری کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں کوئی ایک حکم عائد کرنا جو اس کی تمام صورتوں پر حاوی ہو ممکن نہیں ہے۔ البتہ اگر محدود ذمہ داری کی مختلف رائج الوقت صورتوں کے بارے میں الگ الگ استفسار کیا جائے تو ان کا الگ الگ جواب دیا جا سکتا۔

فقہ اسلامی اور شخصیت معنویہ

اسلامی قانون میں شخصیت معنویہ (Juristic Person) کا تصور واضح طور پر موجود ہے اگرچہ یہ اصطلاح اسلامی قانون میں موجود نہیں ہے تاہم یہ تصور کہ کسی گروہ، جماعت، ادارہ یا تنظیم کو جماعتی یا گروہی حیثیت سے تسلیم کر کے اس کی جداگانہ ذمہ داری اور جواب دہی تسلیم کی جائے فقہ اسلامی میں موجود ہے۔ ایک مشہور حدیث نبویؐ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ المسلمون تتکافؤ دمآءُ ھم و اموالھم **و یسعی بذمتھم ادناھم و ھم یدعلی من سواھم**. یعنی مسلمانوں کی جانیں اور ان کے مال ایک دوسرے کے برابر

ہیں، ان کا ایک عام اور معمولی شخص بھی جو ذمہ داری لے وہ پوری جماعت کی ذمہ داری ہوگی اور وہ سب مل کر ایک قوت شمار ہوں گے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک مسلمان کی عائد کردہ ذمہ داری پوری جماعت کی ذمہ داری مانی جائے گی اور اس طرح واجب التعمیل ہوگی جیسے پوری جماعت نے اس کا ذمہ لیا۔

اسلام کے تشکیلی دور میں موجودہ زمانہ کی طرح بڑی بڑی کمپنیاں اور کارپوریشنیں نہیں ہوتی تھیں اسلئے شخصیت معنویہ کی مثال کے طور پر ایسے کسی ادارہ کا ذکر فقہ اسلامی کی کتابوں میں نہیں ملتا البتہ ایسے دوسرے کئی ادارے موجود تھے جس کے احکام و مسائل شخصیت معنویہ کے تصور پر مبنی ہیں مثلاً بیت المال کا ادارہ جس کا الگ وجود فقہائے اسلام نے تسلیم کیا ہے۔ بیت المال کی ذمہ داری عام مسلمانوں کی ذمہ داری سے الگ امتیازی حیثیت سے ہمیشہ موجود رہی ہے۔ بیت المال کی طرف سے اس کا متولی مقدمہ دائر بھی کر سکتا تھا اور دوسروں کی طرف سے دائر شدہ مقدمات کا مدعا علیہ بھی ہوتا تھا بلکہ صرف یہی نہیں، بیت المال کی مختلف مدات اور شعبہ جات کے الگ الگ شخصیت معنویہ کا حامل ہونے کا تصور بھی فقہ کی کتابوں میں ملتا ہے۔

بیت المال کے علاوہ وقف اور مسجد بھی شخصیت معنویہ کی مثالیں ہیں۔ خود اسلامی ریاست کو فقہائے اسلام نے ایک شخصیت معنویہ تسلیم کیا ہے۔

دور جدید کے نامور فقہائے اسلام استاد مصطفیٰ زرقاء، ڈاکٹر عبدالعزیز خیاط اور شیخ علی خفیف وغیرہ بھی شخصیت معنویہ کو تسلیم کرنے کے قائل ہیں۔ برادر مسلم ملک اردن میں جو دیوانی قانون اسلامی احکام کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے اس میں بھی (دفعہ ۵۸۳) شخصیت معنویہ کا اصول برقرار رکھا گیا ہے۔

لیکن شخصیت معنویہ کے پردہ میں دھوکہ دہی، فریب، اکل اموال الناس بالباطل اور غرر کے جو مکروہ طریقے آج کل رائج ہیں ان کی اسلامی قانون میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شخصیت معنویہ کے پردہ میں محدود ذمہ داری کے نام پر لوگوں کی رقمیں بٹور لینا اور قرض داروں کے قرضے ہضم کر جانا کسی صورت بھی جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یہاں یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ شخصیت معنویہ کے فرائض و واجبات اور حقوق کا تعین کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے گا کہ شخصیت حقیقی کے جو فرائض و واجبات شریعت اسلامیہ نے متعین کئے ہیں وہ شخصیت معنویہ کے لئے از خود عائد نہیں کئے جائیں گے بلکہ اس معاملے میں شریعت کے احکام کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

کونسل کا مندرجہ بالا فیصلہ بذریعہ مراسلہ یواو نمبر ایف ا (۹۱) /۸۸/ آر۔ سی آئی آئی /۳۲۸ مورخہ ۵ر مارچ ۱۹۹۱ء وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بھیجا گیا۔

غیر ملکی باشندوں کے ساتھ شادی پر پابندی کے قانون پر غور

محولہ بالا موضوع پر استفسار وزارت مذہبی امور کی جانب سے بذریعہ مراسلہ نمبر ۳ (۲۵) ڈی ڈی جے/۸۹ ' مورخہ ۲۴ر مئی ۱۹۸۹ء کونسل میں موصول ہوا۔ یہ استفسار حکومت سرحد نے بذریعہ خط نمبر ایس او آر ۲ (ایس اینڈ جی اے ڈی) ۵ (ا) /۷۹ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۸۹ء وزارت مذہبی امور کو ارسال کیا تھا جس میں کہا گیا ہے کہ :۔

> گورنمنٹ ملازمین (غیر ملکی شہریوں کے ساتھ شادی پر پابندی) کے قواعد مجریہ ۱۹۶۳ء کے تحت کوئی سرکاری ملازم غیر ملکی شہریوں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا' اگر کوئی سرکاری ملازم غیر ملکی شہریوں کے ساتھ شادی کرے گا یا شادی کرنے کا وعدہ کرے گا تو وہ بدنظمی کا مرتکب قرار پائے گا اور اسے ملازمت سے برخواستگی کی سزا دی جا سکے گی۔ تاہم سرکاری ملازمین حکومت سے پیشگی اجازت حاصل کر کے ہندوستان کے کسی شہری سے شادی کر سکتے ہیں اور شادی کا وعدہ بھی کر سکتے ہیں۔
>
> صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ نے اس سمری کے ضمن میں جو انہیں پیش کی گئی یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ وفاقی حکومت/ اسلامی نظریاتی کونسل آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۲۷ کی روشنی میں دوسرے ملک کے شہریوں کے ساتھ شادی پر مذکورہ بالا پابندی کے قانون کی نسبت غور کرے کیونکہ آئین کے مذکورہ آرٹیکل کے تحت یہ قرار دیا گیا ہے کہ ملک میں رائج تمام موجود قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا اور آئندہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی احکام سے متصادم ہو۔
>
> لہٰذا مجھے یہ درخواست کرنا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورہ سے اس قانون کا جائزہ لیا جائے اور از راہ کرم اس صوبہ کی حکومت کو مشورہ دیا جائے کہ مذکورہ بالا قانون کی دفعات اسلامی احکام سے متصادم ہیں یا نہیں؟

چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے محولا بالا موضوع پر اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۶ - ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ - ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم

(ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور میں کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:-

"کتابیہ کے ساتھ شادی کے سلسلے میں اسلامی مشاورتی کونسل پہلے فیصلہ دے چکی ہے (۱) اور جہاں تک کسی پاکستانی مسلمان کے کسی غیر ملکی مسلمان کے ساتھ شادی کرنے کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں اسلام کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ لہٰذا موجودہ پابندی احکام شریعت کے مطابق نہیں ہے۔"

علاوہ ازیں کونسل نے اس موضوع پر ۱۹۶۶ء میں جو رائے ظاہر کی تھی وہ بھی یہاں نقل کی جارہی ہے:-

12. **Marriages between Muslim and Non-Muslims.**—(August 26, 1966)

Unfortunately marriages between the Muslims and non-Muslims are corroding our Society and are prejudicial to the interest of the Nation. Non-Muslim foreign wives are bringing up children born through their marriages with Pakistani Muslim males in a way which is incompatible with our Ideology and faith. This tendency is spreading to such an extent, in our society that even Muslim women have started marrying non-Muslim males and are violating the clear injunctions of Islamic Law.

The Council, after taking into consideration all this alarming situation, came to the conclusion that a general recommendation may be made to Government for taking suitable and effective steps to check such un-lawful marriages. The following recommendation was, therefore, unanimously passed in the meeting of the Council held at Lahore on August 26, 1966 under the Chairmanship of Allama Allauddin Siddiqui:—

> The Advisory Council of Islamic Ideology wants to invite the attention of the Government of Pakistan to the marriages taking place (in increasing numbers) between Muslim women and males of other communities. The Advisory Council unanimously, on the basis of tenets of Islam, regards this as a grave and disconcerting

development in the Muslim society, which will corrode this society if immediate and effective measures are not taken by the Government. The Council, therefore, unanimously recommends to adopt necessary measures in this direction. The Council has also noted the equally alarming trend in recent years, on the part of Muslim males to take Non-muslim spouses. While it is true that the Holy Qur'an gives permission to a Muslim male to marry a *"Kitabia"*, the Council is equally convinced that this permission cannot be recklessly utilized in case it is detrimental to the integrity of the community. Our great and pious caliphs, Hazrat Umar and Hazrat Ali both are said to have effectively discouraged the licence to use such permission (which was only meant for an emergency measure). In our day this has obviously become a serious danger to the integrity of our society. The Council is also aware that the Government took some steps a few years ago against Pakistani Government servants taking foreign wives. The Council unanimously recommends that permission of marriages of Pakistani Muslim males with Non-Muslim women should be effectively discouraged through persuasive and deterrent action. (اسلامی معاشرے کی رپورٹ مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل صفحہ ۷)

کونسل کی مذکورہ بالا سفارش ڈپٹی سیکرٹری ریگولیشن ونگ حکومت صوبہ سرحد سروسز اینڈ جنرل ایڈ منسٹریشن ڈیپارٹمنٹ سیکرٹریٹ پشاور کو بذریعہ مراسلہ یواو نمبر ایف ۳ (۶۲) ۸۹۔ آر۔ سی آئی/۱۱۰۶ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۹۰ء بھیجی گئی اور اس کی نقل سیکرٹری وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد کو ارسال کی گئی۔

پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ ۱۹۶۷ء کی دفعہ ۴۹ میں ترمیم

(پنجاب کا ۱۹۶۷ء کا قانون نمبر ۱۷)

(THE PUNJAB LAND REVENUE ACT, 1967,
PUNJAB ACT NO. XVII OF 1967

بورڈ آف ریونیو حکومت پنجاب لاہور کا مراسلہ نمبر ۵۵۵۔ ۹۰/۴۱۳/ایل آر۔ ۱۱۱ مورخہ ۶

مارچ ۱۹۹۰ء اسلامی نظریاتی کونسل میں موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ :۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹ ۸۷۔ ۱۹۸۶ء کے صفحہ نمبر ۶۸ – ۶۹ پر یہ سفارش کی گئی ہے کہ :۔

" قانون مالیہ اراضی مجریہ ۱۹۶۷ء کی دفعہ ۴۹ اسلامی احکام سے متصادم ہے کیوں کہ اسلامی شریعت کے نزدیک مالک زمین اپنی تمام زمین کا مالک ہوتا ہے۔ اگر اس زمین کی تہہ میں کوئی دفینہ یا معدنیات ہو تو اس کا مالک بھی وہی ہو گا۔ البتہ اگر اس کی زمین میں ایسی معدنیات پائی جائیں جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہو تو ایسی صورت میں حکومت کو یہ حق ہے کہ وہ اس زمین کو اس کے مالک سے عرف کے مطابق خرید لے یا منافع کے بالمقابل مالک زمین کو رائیلٹی دینے کا معاہدہ کرے۔"

چنانچہ مذکورہ بالا بورڈ کی سب کمیٹی نے حسب ذیل مشاہدات کے ساتھ اس سفارش کو کونسل کے دوبارہ غور کے لئے واپس بھیج دیا :۔

"The recommendation of the Council that Section 49 of the Act be so amended as to provide that minerals were the property of the owner of the relevant land and if the Government wanted to have them it could purchase the land or enter into an agreement with the owner of the land to pay him royalty in respect of the minerals under his property was considered in detail. It was pointed out that under section 51 of the Act, the provision that Government would acquire such land already existed and, therefore, the amendment was not necessary. Besides this the matter was one which had a country-wide importance and, therefore, needed consulta-tion with the other Provinces".

چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء (مطابق ۳ تا ۶ صفر ۱۴۱۱ھ) میں یہ استفسار کونسل کی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی وسیاسی اصلاحات کے سپرد کر دیا اور یہ طے کیا کہ کمیٹی اس کا عمیق مطالعہ کر کے پہلے اپنی رائے کونسل کے آئندہ اجلاس میں پیش کرے۔

چنانچہ ذیلی کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ لاہور بتاریخ ۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء میں غور وخوض کے بعد حسب ذیل رائے قائم کی جو کونسل کے اجلاس ششم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء

(مطابق ۱۱ تا ۱۳ رجب ۱۴۱۱ھ) میں پیش ہوئی جسے کونسل نے بغیر کسی ترمیم کے بطور فیصلہ منظور کر لیا۔ اس فیصلے کا متن حسب ذیل ہے :۔

"While discussing various aspects of the provisions of the said section in the light of the Holy *Quran* and the *Sunnah,* the Council felt that there is no ground to call for a reconsideration of the earlier decision of the Council which was clear and unambiguous. Under the *Shariah,* a legitimate owner of a land is entitled to all the benefits accruing from that land including the mines and other natural resources discovered in the land. The *Shariah* has only provided that a fixed percentage of the income will, however, go to the public exchequer. However, if the government feels that it is in the national interest that the land be administered or managed by the State, it may either purchase the land on the basis of its open market value at the time of purchase or may enter into an agreement with the owner of the land. The principle laid down in the Holy *Qur'an* for this purpose is *Taradi* (تراضی) or free consent of the parties, without which no purchase or agreement will be valid.

In view of this principle, the provisions of section 51 of the said act are totally inadequate and do not fulfil the requirements of the *Shari'ah*. The Council, therefore, sticks to the earlier decision and recommends that sections 49 and 51 be amended in the light of its earlier recommendations.

ترجمہ :۔ کونسل نے قرآن و سنت کی روشنی میں مذکورہ دفعہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ محسوس کیا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کے پیش نظر کونسل کے اس فیصلے پر نظر ثانی کی جائے جو اس نے پہلے دیا۔ کونسل کا وہ فیصلہ بالکل واضح اور ہر طرح کے ابہام سے بالکل پاک ہے۔ شریعت کی رو سے زمین جائز قانونی مالک ان تمام فوائد کا حقدار ہوتا ہے جو اس سے حاصل ہوں جن میں ایسی تمام کانیں اور قدرتی وسائل شامل ہیں جو اس زمین سے نکلیں۔ اس سلسلے میں شریعت کی رو سے جو امر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے منافع کا ایک مقررہ حصہ سرکاری خزانے میں جمع کروایا جائے۔

کونسل کا مذکورہ بالا فیصلہ بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۳ - ۲ (۱) / ڈی ایم / ۹۰ / ۲۲۳ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۹۱ء سیکرٹری بورڈ آف ریونیو حکومت پنجاب لاہور کو بھیجا گیا۔

تاہم اگر حکومت یہ سمجھتی ہے کہ قومی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے زمین کاانتظام وانصرام ریاست کے ہاتھ میں ہونا چاہئے تو ایسی صورت میں یا تو وہ اس زمین کو اس قیمت پر خرید سکتی ہے جو اس وقت کھلے بازار میں ہو یا زمین کے مالک سے کوئی معاہدہ کر سکتی ہے۔ اس مقصد کے لئے قرآن مجید میں جو اصول بیان کیا گیا ہے وہ فریقین کی آزاد مرضی کا ہے یعنی زمین کے مالک اور حکومت کے درمیان جو بھی معاملہ طے ہو وہ باہمی رضامندی سے ہونا چاہئے، کیونکہ اس کے بغیر کوئی خرید و فروخت یا معاہدہ جائز نہ ہو گا۔

اگر ہم اس اصول کو پیش نظر رکھیں تو مذکورہ ایکٹ کی دفعہ نمبر ۵۱ کے احکام ناکافی ہیں جو شریعت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ لہٰذا کمیٹی کونسل کے سابقہ فیصلے کو برقرار رکھتی ہے اور یہ سفارش کرتی ہے کہ کونسل کی سابقہ سفارشات کی روشنی میں مذکورہ قانون کی دفعات نمبر ۴۹ اور ۵۱ میں مناسب ترامیم کی جانی چاہئیں۔

پنجاب فنانس ایکٹ ۱۹۷۷ء (پنجاب ایکٹ نمبر ۱۵ آف ۱۹۷۷ء) کی دفعہ نمبر ۳ کے بارے میں سابقہ کونسل کے فیصلے پر غور

(THE PUNJAB FINANCE ACT, 1977, PB. ACT NO. XV OF 1977

محولہ بالا قانون پر حکومت پنجاب ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ لاہور کا مراسلہ نمبر ایس او (ایکسائز) ۲-۱ (۹۰) مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۹۰ء کونسل کے دفتر میں موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ:۔

I am directed to state that the Cabinet Sub-Committee on Revival of Islamic Values and *Islah-e-Mu'ashra* formed in Punjab considered the recommendations of the Council of Islamic Ideology in its meeting held on the 29th January, 1990. One of the recommendations considered by the Sub-Committee pertained to the tax known in common parlance as Professional Tax and made by the Council in its reports of 1986-87 and 1987-88.

2. The Council has expressed the view that the basis of a tax is wealth and no profession in itself is wealth, but is a means for earning it. They have opined that imposition of a tax on a profession is against the

dictates of *Shari'ah*. the Council has referred to the view of Imam-Ibne-Humam which is reproduced below in Urdu :—

"اگر اس سے ایسی چیز مراد لی جائے جو ناحق ہے جیسے ہمارے زمانے میں لوگوں پر عائد
شدہ محصولات مثلاً بلاد فارس میں درزیوں، رنگریزوں وغیرہ پر عائد محصولات خواہ وہ
روزانہ کے حساب سے لئے جاتے ہوں خواہ ماہانہ یا سہ ماہی، یہ ظلم ہے۔ "

3. The Council has recommended abolition of professional tax and the Professions Tax Limitation Act, 1941. It is added that Under Section 2 of this Act a limit of Rs. 50 per annum was placed in respect of tax on professions, trades, callings or employment payable by any one person to a Province or a Municipality, District Board, Local Board or Local Authority. The Sub-Committee considered in detail and depth various aspects of the issue. After detailed deliberations the following points emerged :—

(a) The tax in question imposed under the Punjab Finance Act, 1977 is not a tax on professions alone in the limited sense of the word because the following six categories of assessees have been made liable to pay this tax :—

(i) Companies registered under the Companies Act, 1913 with paid-up capital;—

(i) Exceeding Rs. 2 lacs but not exceeding Rs. 10 lacs.

(ii) Exceeding Rs. 10 lacs.

(ii) Persons other than Companies owning Factories (as defined under the Factories Act, 1934) and having 10 or more employees.

(iii) Persons other than Companies owning commercial establishments having 10 or more employees.

(iv) Persons holding, licence under Import and Export Control Act, 1950 who during the preceding financial

year have imported/exported goods of the value.

(i) Not exceeding Rs. 50,000.
(ii) Exceeding Rs. 50,000.

(v) Contractors who during the preceding financial year supplied to the Federal or any Provincial Government or any Local Authority goods, commodities and services of the value :—

(i) Exceeding Rs. 20 lacs.

(ii) Exceeding Rs. 10 lacs but not exceeding Rs. 20 lacs.

(iii) Not exceeding Rs. 10 lacs.

(vi) Persons who are engaged in a profession, trade, calling or employment either wholly or in part within the Province of the Punjab except those who were not assessed during the preceding financial year to income tax under Income Tax, 1922.

The Sub-Committee was of the view that merely belonging to a profession was not sufficient in itself for imposition of this tax. Only those individuals who are engaged in a profession, trade, calling or employment and have been assessed to Income-tax are liable to pay this tax. Therefore, those persons who are earning their livelihoods from any profession etc; but are not assessed to income-tax are not required to pay this tax just because they are engaged in a particular profession.

(b) All those who have been required to pay this tax have ample capacity to pay it.

(c) No injunction of *Qur'an* or *Sunnah* has been quoted by in support of the recommendation. The Sub-Committee was of the view that where a clear injunction was not available in

the *Qur'an* or the *Sunnah* jurists of the contemporary times should have the liberty to consider various issues arising in a particular time and decide these keeping in view the requirements of the times. It was particularly pointed out that the opinion of Imam Ibne Hammam is based upon a situation which is not relevant in this case. The tax referred to appears to be tax levied on artisans assailed on the ground that it was '*zulm*'. This argument is not applicable to the tax imposed under the Punjab Finance Act, 1977. In fact as pointed out above this tax has been levied upon relevantly affluent sections of the society.

(d) If the tax can only be levied on income, the Government of the Punjab will not be able to impose or recover this tax. The tax on Professions and Callings is showing a healthy and consistent annual growth rate of about 10%. The estimated receipts on this account during the current year are Rs. 4.00 crore. In the present situation of resource constraints, the Government of the Punjab does not appear to be in a position to fore-go this substantial amount.

4. The conclusion arrived at and endorsed by the Law Department Government of Punjab is that no limit has been fixed by the *Majlis-e-Shoora* (Parliament) through Legislation under the 1973 Constitution. In any case the Professions Tax Limitation Act, 1941 is a Federal Law.

5. In view of the above the Cabinet Sub-Committee of the Punjab Cabinet decided that the matter may be referred to the Council of Islamic Ideology for re-consideration of its recommendations. The matter is accordingly referred to the Council."

ترجمہ :۔ مجھے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ پنجاب کی کابینہ کی ذیلی کمیٹی برائے اسلامی اقدار کا احیا اور اصلاح معاشرہ نے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر اپنے اجلاس منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۹۰ء میں غور کیا۔ ان میں ایک سفارش جس پر کہ ذیلی کمیٹی نے غور کیا اس کا تعلق اس ٹیکس سے تھا جسے کہ عام زبان میں پیشہ ورانہ ٹیکس کہتے ہیں۔ جس کے متعلق کونسل نے اپنی سالانہ رپورٹ ۸۷۔۱۹۸۶ء میں سفارشات پیش کی ہیں۔

۲۔ کونسل نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ٹیکس کی بنیاد دولت ہے اور چونکہ پیشہ از خود دولت نہیں ہے بلکہ یہ دولت کمانے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے لہٰذا کونسل کا خیال ہے کہ پیشے پر ٹیکس عائد کرنا شریعت کے احکام کے خلاف ہے۔ کونسل نے اس سلسلے میں امام ابن ہمام کی رائے یا حوالہ دیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے :۔

"اگر اس سے ایسی چیز مراد لی جائے جو ناحق ہے۔ جیسے ہمارے زمانے میں لوگوں پر عائد شدہ محصولات مثلاً بلاد فارس میں درزیوں، رنگریزوں پر عائد محصولات خواہ وہ روزانہ کے حساب سے لئے جاتے ہوں خواہ ماہانہ یا سہ ماہی، یہ ظلم ہے"۔

۳۔ کونسل نے پیشہ ورانہ ٹیکس اور پیشہ ورانہ ٹیکس کی حد کا قانون ۱۹۴۱ء کو منسوخ کرنے کی سفارش کی ہے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ایکٹ ہذا کی دفعہ ۲ کے تحت ۵۰ روپے سالانہ کی حد مقرر کی گئی ہے جو کہ کسی ایک شخص کو صوبہ یا بلدیہ، ڈسٹرکٹ بورڈ، مقامی بورڈ یا مقامی اتھارٹی کو پیشے، تجارت، مشغلہ یا ملازمت پر ادا کرنا پڑتا ہے۔ ذیلی کمیٹی نے اس مسئلہ کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا اور اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا۔ تفصیلی بحث کے بعد درج ذیل نکات بر آمد ہوئے:۔

(الف) مذکورہ ٹیکس جو کہ پنجاب فنانس ایکٹ ۱۹۷۷ء کے تحت عائد کیا گیا ہے، اپنے محدود معنی میں صرف پیشوں پر ٹیکس نہیں ہے۔ اس لئے کہ درج ذیل چھ قسموں کے مشخص الیہ پر ٹیکس ہذا واجب الادا ہوتا ہے:۔

(۱) کمپنیز ایکٹ ۱۹۱۳ء کے تحت رجسٹر شدہ کمپنیاں جن کا ادا شدہ سرمایہ :۔
 (i) کم سے کم دو لاکھ روپے ہو اور زیادہ سے زیادہ دس لاکھ روپے ہو۔
 (ii) کم سے کم دس لاکھ روپے ہو۔

(۲) کمپنیوں کے علاوہ ایسے اشخاص جن کی فیکٹریاں ہوں (جیسا کہ فیکٹریوں کے ایکٹ ۱۹۳۴ میں بیان کیا گیا ہے) اور جس میں دس یا دس سے زائد ملازم کام کرتے ہوں۔

(۳) کمپنیوں کے علاوہ ایسے اشخاص جن کے تجارتی محکمے ہوں اور جن میں دس یا دس سے زائد ملازم ہوں۔

(۴) ایسے اشخاص جن کے پاس امپورٹ ایکسپورٹ کنٹرول ایکٹ ۱۹۵۰ء کے تحت لائسنس ہو اور جنہوں نے گذشتہ مالی سال کے دوران درج ذیل مالیت کا سامان ایکسپورٹ/ امپورٹ کیا ہو :۔

(i) کم سے کم بیس لاکھ روپے کا۔

(ii) کم سے کم دس لاکھ روپے کا لیکن زیادہ سے زیادہ ۲۰ لاکھ روپے کا۔

(iii) زیادہ سے زیادہ دس لاکھ روپے کا۔

صوبہ پنجاب میں ایسے اشخاص جو کہ کسی قسم کا پیشہ تجارت یا کوئی اور مشغلہ ملازمت جزوی یا کلی طور پر کرتے ہوں ماسوائے ان لوگوں کے جنہیں کہ گذشتہ مالی سال کے دوران آمدنی ٹیکس ۱۹۲۲ء کے تحت آمدنی ٹیکس کے لئے تشخیص نہ کیا گیا ہو۔

(اے) ذیلی کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ صرف کسی پیشے سے تعلق رکھنا ٹیکس ہذا کے عائد کرنے کے لئے کافی وجہ نہیں ہے۔ وہ افراد جو کہ پیشے، تجارت، مشغلے اور ملازمت کرتے ہوں اور جن کو آمدنی ٹیکس کے لئے تشخیص کیا گیا ہو، ٹیکس ہذا ادا کرنے کے مستوجب ہوں گے۔ لہٰذا وہ اشخاص جو کہ اپنی روزی کسی دیگر پیشے سے حاصل کرتے ہوں لیکن انہیں آمدنی کے لئے تشخیص نہ کیا گیا ہو۔ انہیں ٹیکس ہذا ادا کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کا تعلق ایک خاص پیشے سے ہے۔

(بی) ایسے تمام لوگ جو کہ مذکورہ ٹیکس ادا کرتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

(سی) سفارش کی حمایت میں قرآن وسنت سے کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ ذیلی کمیٹی کا خیال ہے کہ جہاں قرآن وسنت میں واضح حکم موجود نہ ہو ایسی صورت میں متعلقہ دور کے قانون دانوں کو یہ آزادی ہونی چاہئے کہ وہ اپنے دور میں رونما ہونے والے مختلف مسائل پر خود غور کریں اور اپنے اس دور کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ کریں۔ اس بات کی خصوصاً وضاحت کی گئی تھی کہ امام ابن ہمام کی رائے اس زمانے کے حالات کے لحاظ سے صحیح تھی لیکن موجودہ زمانے کے حالات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس رائے میں جس ٹیکس کا حوالہ دیا گیا ہے، بہت ہی غریب دستکار پر عائد کیا جاتا تھا جو کہ ظلم تھا۔ اس دلیل کا اطلاق اس ٹیکس پر نہیں ہوتا جو کہ پنجاب فنانس ایکٹ ۱۹۷۷ء کے تحت عائد کیا گیا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ درج بالا میں بھی وضاحت ہے کہ مذکورہ ٹیکس معاشرے کے امیر طبقے پر عائد کیا گیا ہے۔

(ڈی) اگر ٹیکس صرف آمدنی پر عائد کیا جانا ہو تو حکومت پنجاب ٹیکس ہذا عائد کرنے یا وصول کرنے کے قابل نہیں ہوگی۔ پیشے اور مشغلے پر ٹیکس سے دس فیصد سالانہ کی شرح سے صحتمندانہ اور یکساں طور پر اضافہ ہو رہا ہے۔ اس مد میں رواں سال کے دوران چار کروڑ روپے وصولی کا تخمینہ ہے۔ وسائل میں دباؤ کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر حکومت پنجاب اس حالت میں نہیں معلوم ہوتی کہ مذکورہ ٹیکس

کی اس وافر رقم سے دستبردار ہو جائے۔

ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں اور جسکی تصدیق حکومت پنجاب کے محکمہ قانون نے کی ہے کہ مجلس شوریٰ کی طرف سے ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت قانون سازی کے ذریعے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔ پیشہ ورانہ ٹیکس کی حد کا ایکٹ ۱۹۴۱ء وفاقی قانون ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر پنجاب کابینہ کی ذیلی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس معاملہ کو دوبارہ غور کرنے اور سفارش پیش کرنے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجا جائے۔ لہٰذا اس معاملہ کو کونسل کو بھیجا جا رہا ہے"

چنانچہ کونسل نے محولہ بالا قانون پر اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل میں غور کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا :-

"یہ امر طے شدہ ہے کہ حکومت اپنے تمام مصارف زکوٰۃ و عشر کی مدات سے پورے نہیں کر سکتی لہٰذا حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے عوام کے معاملات بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے عادلانہ ٹیکس لگائے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے۔ (ان فی المال حقا سوی الزکاۃ) بلاشبہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔) پروفیشنل ٹیکس یا اور کوئی ٹیکس قرآن و سنت میں اس کی بندش پر کوئی نص موجود نہیں ہے۔

تاہم یہ اصولی موقف ہے لیکن نبیؐ کریم کا واضح فرمان ہے جو انہوں نے حضرت معاذؓ والی یمن کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا " یسرا ولا تعسرا " (آسانیاں فراہم کرنا مشکلات نہیں) قرآن حکیم میں بھی متعدد مقامات پر اسی پر زور دیا گیا ہے۔ اگر حکومت ٹیکس وغیرہ میں نا قابل برداشت حد تک اور غیر ضروری طور پر ٹیکس عائد کرتی ہے تو وہ یقیناً خلاف شریعت ہے۔

علاوہ ازیں ٹیکس کے عائد کرنے کو آئین نے بھی آرٹیکل ۱۶۳ کے تحت صوبائی مقننہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ بنابریں ان دلائل کی روشنی میں یہ کونسل سابقہ کونسل کی رائے پر نظر ثانی کرتی ہے۔"

کونسل کی مذکورہ بالا رائے ڈپٹی سیکرٹری ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب لاہور کو

بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۴۔ ۲ (۱) / ڈی ایم / سی آئی آئی / ۹۰ / ۱۵۷۷، ۵ر دسمبر ۱۹۹۰ء ارسال کی گئی۔

اسٹامپ ایکٹ ۱۸۹۹ء (ایکٹ نمبر ۲، ۱۸۹۹ء)

(THE STAMP ACT, 1899, ACT NO. II OF 1899)

محولہ بالا موضوع پر استفسار سیکرٹریٹ صوبائی اسمبلی سرحد کی جانب سے بذریعہ مراسلہ نمبر ۱۱۲۱۱، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۰ء اسلامی نظریاتی کونسل میں موصول ہوا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ :۔

بجٹ سیشن کے دوران صوبائی اسمبلی میں اسٹامپ ایکٹ ۱۸۹۹ء (ایکٹ نمبر ۲، ۱۸۹۹ء) میں ترمیم پیش ہوئی جس میں ایک معزز رکن نے یہ سوال اٹھایا کہ چونکہ لین دین کو ضبط تحریر میں لانا قرآن مجید کی ایک نص صریح کا حکم ہے اور مطلوبہ نص اس عریضہ کے ساتھ لف ہے۔ اس لئے گذارش ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل نمبر ۲۳۰ (۳) کے تحت اس امر میں مشورہ دیجئے کہ اسٹامپ ایکٹ احکامات اسلامی کے منافی ہے یا جائز ہے۔ چونکہ حکومت نے اس ضمن میں مذکورہ آرٹیکل کے تحت شمال مغربی سرحدی صوبہ فنانس ایکٹ ۱۹۹۰ء منظور کر لیا ہے جس کے ذریعے اسٹامپ ایکٹ میں ترمیم کر کے رقومات بڑھادی گئی ہیں"۔

چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ - ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء (مطابق ۳ تا ۶ صفر ۱۴۱۱ء) میں زیر صدارت جسٹس محمد حلیم غور کیا اور کثرت رائے سے حسب ذیل سفارش منظور کی :۔

"کونسل کی رائے میں اسٹامپ ایکٹ (Stamp Act) اصولی طور پر خلاف شریعت نہیں کیونکہ حکومت اسٹامپ ڈیوٹی کے ذریعے دستاویز کو نافذ کرنے کے اخراجات وصول کرتی ہے۔

قرآن وسنت میں دستاویز قلم بند کرنے کے علاوہ اور بھی متعدد امور پر احکام نازل ہوئے ہیں لیکن ان کے نفاذ کے سلسلے میں ہونے والے اخراجات کی فراہمی کو امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے زکوٰۃ و عشر کے متعین مصارف ہیں اور ان سے دیگر اخراجات پورے نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے عوام کے معاملات بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے ٹیکس اور ڈیوٹی وصول کرے۔

تاہم یہ اصولی موقف ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے جو انہوں نے حضرت

معاذؓ والی یمن کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ یسرا ولا تعسرا (آسانیاں فراہم کرنا مشکلات نہیں) قرآن حکیم میں بھی متعدد مقامات پر اسی پر زور دیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر حکومت ٹیکس اور ڈیوٹی میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ کرتی ہے تو وہ یقیناً خلاف شریعت ہے"۔

کونسل کی مذکورہ بالا سفارش سیکرٹری صوبائی اسمبلی سیکرٹریٹ صوبہ سرحد کو بذریعہ مراسلہ 'یواو نمبر ایف ۳ (۸۷) / ۹۰ آر۔ سی آئی آئی / ۱۳۶۷ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۰ء ارسال کی گئی اور اس کی نقل وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بھیجی گئی۔

رائج الوقت قوانین کا جائزہ

اسلامی نظریاتی کونسل نے آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ (۱) (ج) کے تحت حسب ذیل رائج الوقت قوانین کا جائزہ لیتے ہوئے ان قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کے لئے ایک ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی وسیاسی اصلاحات تشکیل دی۔ جس کے ذمہ یہ کام کیا گیا کہ وہ قوانین کا تفصیل سے جائزہ لے کر اپنی رپورٹ کونسل کے اجلاس میں پیش کرے۔ چنانچہ مذکورہ کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ لاہور بتاریخ ۱۰ تا ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء میں حسب ذیل قوانین کا جائزہ لیا اور ترامیم تجویز کیں جو کہ کونسل کے چھٹے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء میں پیش کی گئیں جنہیں کونسل نے بغیر کسی ترمیم کے بطور فیصلہ منظور کر لیا۔

کمیٹی کی رپورٹ مندرجہ ذیل ہے۔

سوسائیٹز ایکٹ ۱۹۲۵ء (سندھ کا ۱۹۲۵ء کا قانون نمبر ۷)

(THE CO-OPERATIVE SOCIETIES ACT, 1925)
SIND ACT NO. VII OF 1925)

In the said Act,—

(1) Section 5 and 6 may be suitably amended in view of the observation on the concept of limited liability:
(Note on Limited Liability محدود ذمہ داری) may be seen in the previous pages in urdu).

(2) in section 8,—

(a) the words "whose decision shall be final" at the end, shall be omitted; and

(b) a provision as to appeal against the order or decision of the Registrar shall be provided which should lie to the next higher authority;

(3) in section 17A, clause (vi) should be suitably amended in the concept of limited liability and *huqooq-ul-Ibad* as enunciated by Islam whereby the claims of individuals have preference over the claim of Government;

(4) in section 19, in sub-section (1), the words "or interest" appears to be objectionable, either it should be omitted or the words "other than *riba*" should be inserted thereafter;

(5) section 24 should be suitably amended in view of the recommendations proposed to amend section 17(A);

(6) section 25, 26 and 27 should be suitably amended in view of the recommendations proposed to amend section 19(1), however, in section 27, the transfer of shares to a person nominated or otherwise should be made subject to the personal law of inheritance of the deceased;

(7) sections 28 and 29 should be omitted;

(8) sections 32(2) and 33A should be suitably amended in view of the following note on Debenture :—

NOTE ON DEBENTURE

"While considering various laws in the light of the injunctions of Islam, the committee found that in serval sections of these laws the terms "debenture" has been mentioned and many provisions of various of laws are based in one way or the other on various types of debenture. A debenture is a document which either creates a debt or acknowledges it. It is normally one of a series of such documents. This definition of deventure shows that it is primarily a promisory note carrying a certain amount of value payable as a debt by someone to the holder. As such, the sale of a debenture for a debenture will not be allowed under the

Shari'ah because the sale of a debt for a debt is not allowed by the express commandments of the Ahadith. Moreover any profit or increase on a debt constitutes Riba as clearly laid dowin in the Hadith. (كل قرض جرنفعا فهو ربا) Further, the holder of a debenture does not incur any loss as in cases of loss he is entitled to receive back the value of the debenture. As such, under the express injunctions of the Holy Prophet (peace be upon him) (الغرم بالغنم) he is not entitled to receive any profit thereon. Furthermore, the profit itself is a *Riba* because it accrues on a debt. In some cases the amount of profit accruing on a debenture is predetermined (say 2 rupees per debenture). Such predetermined amount is not allowed. It should be on the basis of percentage.

In view of these consideration the Committee feels that all provision in different laws involving transactions on the basis of debentures are *ultra-vires* to the *Shari'ah.* In order to bring them in conformity with the *Shari'ah,* these provision should be amended on following lines:—

(i) Sales of debenture should on cash payment.

(ii) Instead of considering a debenture to be a share it will be advisable to make arrangements for the sale of debentures first and to purchase the shares in lieu of those debentures so that the profit accruing on them may not fall under the category of *Riba.*

(iii) Instead of a predetermined amount of profit per share, the amount of share should be on the basis of percentage."

(9) section 37 should be suitably amended in view of the observation made in respect of Limited Liability;

(10) in section 38, sub-section (1) shall be suitably amended so that the dividend is paid of to its members on the basis of ratio of profit and loss;

(11) section 40 should be suitably amended in view of the observation on Limited Liability, however, clause (a) thereof shall be omitted;

(12) in section 43,—

(a) in sub-section (1), the following proviso shall be added, namely:—

"Provided that the legal representative of the Society shall be associated in the inquiry proceedings"; and

(b) in sub-section (4), for the word "communicated" the word "delivered" shall be substituted;

(13) in section 50,—

(a) in clause (a), for the words "infull" the words "each according to his share" shall be substituted; and

(b) second proviso shall be omitted;

(14) section 51 shall be omitted;

(15) section 57 shall be suitably amended so that the provisions thereof are made subject to the Arbitration Act 1940 (Act X of 1940); and

(16) section 64AA, 65(3) and 70A shall be omitted.

ترجمہ

(۱) محدود ذمہ داری پر جو نوٹ گذشتہ صفحات میں شامل ہے اس کے پیش نظر قانون ہذا کی دفعہ ۵ اور ۶ میں مناسب ترمیمات کی جانی چاہئیں۔

(۲) دفعہ ۸ میں، ....

(الف) آخر کے الفاظ "جس کا فیصلہ قطعی ہو گا" حذف کر دیئے جائیں گے۔

(ب) رجسٹرار کے حکم یا فیصلے کے خلاف اگلی بالا تر اتھارٹی کے سامنے اپیل کا حق دینے سے متعلق ایک دفعہ شامل کی جائے گی۔

(۳) دفعہ ۱۷ کی شق ۶ میں "محدود ذمہ داری" کے تصور اور حقوق العباد، جیسا کہ وہ اسلام نے بیان کئے ہیں، کی روشنی میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ اس کی رو سے افراد کے دعاوی کو حکومت کے دعاوی پر ترجیح حاصل ہو جائے۔

(۴) دفعہ ۱۹ کی ذیلی دفعہ (۱) میں الفاظ "یا سود" قابل اعتراض نظر آتے ہیں، لہٰذا یا تو انہیں حذف کر دیا جائے یا ان کے بعد الفاظ "ربا کے سوا" شامل کئے جائیں۔

(۵) دفعہ ۱۷ اے میں ترمیم سے متعلق جو سفارشات تجویز کی گئی ہیں، ان کو سامنے رکھتے ہوئے دفعہ ۲۴ میں مناسب ترامیم کی جانی چاہئیں۔

(۶) دفعہ ۱۹ (۱) میں ترمیم سے متعلق جو سفارشات تجویز کی گئی ہیں انہیں سامنے رکھتے ہوئے دفعات نمبر ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ میں مناسب ترامیم کی جانی چاہئیں۔
تاہم دفعہ ۲۷ میں حصص کی کسی ایسے شخص کو منتقلی جو نامزد کردہ ہو یا کوئی اور ہو، مرنے والے کے شخصی قانون وراثت کے تابع ہونی چاہئے۔

(۷) دفعات نمبر ۲۸ اور ۲۹ کو حذف کر دیا جانا چاہئے۔

(۸) دفعات نمبر ۳۲ (۲) اور ۳۳ اے کو مندرجہ ذیل رائے کی روشنی میں مناسب طور پر تبدیل کیا جانا چاہئے۔

ڈی بنچر کے متعلق نوٹ

"اسلامی احکامات کی روشنی میں مختلف قوانین کا جائزہ لیتے ہوئے کمیٹی کو یہ معلوم ہوا کہ ان قوانین کی کئی سیکشنوں میں اصطلاح ڈی بنچر (Debenture) کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان مختلف قوانین کے بہت سے احکام (Provisions) کا کسی نہ کسی طور پر مختلف قسم کے ڈی بنچرز پر انحصار ہے۔ ڈی بنچر ایک ایسی دستاویز ہے جس سے قرضہ کا لین دین ہوتا ہے۔ یہ عموماً ایسی دستاویزات میں سے ایک ہے۔ ڈی بنچر کی اس تعریف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر یہ ایک پیرامیزری نوٹ ہے جس کا حامل کوئی شخص

دوسرے کو ایک خاص رقم کی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے اور اس کی مالیت مذکورہ رقم کے برابر ہوتی ہے۔ لہٰذا ڈی بنچر کے لئے ڈی بنچر کی فروخت کی شریعت کی رو سے اجازت نہیں ہے کیونکہ قرضہ کے لئے قرضہ کی فروخت کی احادیث کی رو سے اجازت نہیں ہے۔ مزید بر آں منافع یا قرضہ پر منافع سود بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ کل قرض جر نفعا فھو ربا مزید بر آں یہ کہ ڈی بنچر کے حامل کو کوئی نقصان نہیں اٹھانا پڑتا۔ اس لئے کہ نقصان کی صورت میں وہ ڈی بنچر میں درج شدہ رقم وصول کرنے کا حقدار ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکام کی رو سے وہ ڈی بنچر پر کوئی منافع وصول کرنے کا حقدار نہیں ہے۔ مزید بر آں یہ منافع از خود سود ہے کیوں کہ یہ قرضہ کی رقم پر دیا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں ڈی بنچر پر جو منافع دیا جاتا ہے وہ پہلے سے مقرر ہوتا ہے۔ مثلاً ہر ڈی بنچر پر ۲ روپے۔ اسی طرح سے پہلے سے طے شدہ یا مقرر کردہ رقم بطور منافع دینے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ فیصد کے حساب سے دیا جانا چاہیئے۔"

درج بالا باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیٹی نے یہ محسوس کیا کہ مختلف قوانین میں ڈی بنچر کی بنیاد پر لین دین کی تمام صورتیں شریعت کے خلاف ہیں۔ انہیں شریعت کے مطابق بنانے کے لئے مذکورہ دفعات میں درج ذیل خطوط پر ترمیم کی جائے۔

(۱) ڈی بنچر کی فروخت نقد ادائیگی پر ہونی چاہیئے۔"

(۲) ڈی بنچر کو حصص سمجھنے کے بجائے مفید ہو گا کہ ایسے انتظامات کئے جائیں کہ پہلے ڈی بنچر کو فروخت کیا جائے اور پھر ان ڈی بنچر کے بدلے میں حصص خریدے جائیں تاکہ ان میں ملنے والا منافع سود کی اقسام میں نہ آئے۔

(۳) ہر ایک حصے پر پہلے سے طے شدہ منافع کے بجائے منافع حصے کی رقم کے مطابق فیصد کے حساب سے دیا جانا چاہیئے۔

(۹) دفعہ ۳۷ کو اس رائے کی روشنی میں مناسب طور سے بدلا جانا چاہیئے جو "محدود ذمہ داری" کے تصور کی نسبت ظاہر کی گئی ہے۔

(۱۰) دفعہ ۳۸ کی ذیلی دفعہ (۱) میں مناسب ترمیم کر دی جائے گی تاکہ ارکان کے درمیان ڈیویڈنڈ کی تقسیم نفع نقصان میں شرکت کے اصول پر عمل میں آسکے۔

(۱۱) دفعہ ۴۰ میں اس رائے کی روشنی میں مناسب ترمیم کی جانی چاہیئے جو محدود ذمہ داری کی نسبت ظاہر کی گئی ہے، تاہم اس دفعہ کی شق (اے) کو حذف کر دیا جائے۔

(۱۲) دفعہ ۴۳ میں، ....

(اے) ذیلی دفعہ (۱) میں مندرجہ ذیل نئی شق شامل کی جائے گی، یعنی،
"مگر شرط یہ ہے کہ تحقیقات کی کارروائی میں سوسائٹی کا قانونی نمائندہ شامل کیا جائے گا" ۔ اور

(ب) ذیلی دفعہ (۴) میں الفاظ Communicated کو الفاظ Directed سے بدل دیا جائے گا۔

(۱۳) دفعہ ۵۰ میں.................

(الف) شق (اے) میں الفاظ In full کو الفاظ Each according to his share سے بدل دیا جائے گا، اور

(ب) دوسرا جملہ شرطیہ حذف کر دیا جائے گا،۔

(۱۴) دفعہ ۵۱ حذف کر دی جائے گی،۔

(۱۵) دفعہ ۵۷ میں اس طرح ترمیم کی جائے گی کہ اس کے احکام Arbitration Act 1940 (۱۹۴۰ء کا قانون نمبر ۱۰) کے تابع ہو جائیں،۔

(۱۶) دفعات ۶۴اے اے، ۶۵(۳) اور ۷۰۔ اے حذف کر دی جائیں گی۔

امداد باہمی کی انجمنوں (قرضہ جات کی واپس وصولی) کا آرڈیننس ۱۹۶۰ء (۱۹۶۰ء کا آرڈیننس ۳۴)

THE CO-OPERATIVE SOCIETIES (REPAYMENT OF LOANS) ORDINANCE 1960 (ORD. NO. XXXIV OF 1960)

(a) in section 4, sub-section (4) shall be omitted; and section 8 shall be omitted.

ترجمہ :-

(الف) دفعہ ۴ کی ذیلی دفعہ (۴) کو حذف کیا جائے۔

(ب) دفعہ ۔ ۸ کو حذف کیا جائے۔

پنجاب، سندھ، بلوچستان اور صوبہ سرحد کا انسداد قحبہ گری کا آرڈیننس ۱۹۶۱ء (مغربی پاکستان کا ۱۹۶۱ء کا آرڈیننس نمبر ۲)

THE PUNJAB SUPPRESSION OF PROSTITUTION ORDINANCE, 1961 W.P. ORDINANCE NO. II OF 1961

(THE SIND SUPPRESSION OF PROSTITUTION ORDINANCE 1961. W.P. ORD. NO. II OF 1961)

(THE BALUCHISTAN SUPPRESSION OF PROSTITUTION ORDINANCE, 1961. W.P. ORD. NO. II OF 1961)

(THE N.W.F.P. SUPPRESSION OF PROSTITUTION ORDINANCE, 1961. W.P. ORD. NO. II OF 1961)

The provisions thereof may be made part of the offence of *Zina* (Enforcement of *Hudood*) Ordinance, 1979 (Ordinance No. VII of 1979), and the punishments provided therein should commensurate with the punishments provided in that (*Zina*) Ordinance.

ترجمہ

اس قانون کی متعلقہ دفعات کو جرم زنا (نفاذ حدود) کا آرڈیننس ۱۹۷۹ء (۱۹۷۹ء کا آرڈیننس نمبر ۷) کا حصہ بنا دیا جائے اور اس آرڈیننس میں جو سزا مقرر ہے۔ اس سزا کو زنا کے آرڈیننس میں مقرر کردہ سزا کے مطابق بنایا جائے۔

پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن آرڈیننس ۱۹۶۲ء (مغربی پاکستان کا ۱۹۶۲ء کا آرڈیننس نمبر ۳۹)

(THE PUNJAB BOARD OF TECHNICAL EDUCATION ORDINANCE, 1962, W.P. ORD. NO. XXXIX OF 1962)

In the said Ordinance,—

(1) in section 6,

(a) clause (ii) shall be omitted ;

(b) after clause (iii) the following proviso shall be added, namely:—

"Provided that the member shall not be removed unless he has been given an opportunity of being heard."; and

(2) Section 20C and 27 shall be omitted;

ترجمہ

(۱) دفعہ ۶ میں

(الف) فقرہ (ii) کو حذف کیا جائے۔

(ب) فقرہ (iii) کے بعد درج ذیل فقرہ شرطیہ شامل کیا جائے ،یعنی کہ ' ۔

"مگر شرط یہ ہے کہ رکن کو اس وقت تک نہیں ہٹایا جائے گا جب تک کہ اسے سماعت کا موقع فراہم نہ کیا جائے " اور

(۲) دفعات ۲۰ سی اور ۲۷ کو حذف کیا جائے۔

بلوچستان بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن آرڈیننس ۱۹۶۲ء
مغربی پاکستان کا آرڈیننس نمبر ۳۹)

(THE BALUCHISTAN BOARD OF TECHNICAL EDUCATION ORDINANCE 1962, W.P. ORD. NO. XXXIX OF 1962)

(1) in section 6,.—

(a) clause (ii) shall be omitted; and

(b) after clause (iii), the following proviso shall be added, namely:—

"Provided that the member shall not be removed unless he has been given an opportunity of being heard". and

(2) section 27 shall be omitted.

ترجمہ

(۱) دفعہ۶ میں

(الف) فقرہ (ii) کو حذف کیا جائے۔ ٗاور

(ب) فقرہ (iii) کے بعد درج ذیل فقرہ شرطیہ شامل کیا جائے ٗیعنی کہ ٗ۔

''مگر شرط یہ ہے کہ رکن کو اس وقت تک نہیں ہٹایا جائے گا جب تک کہ اسے سماعت کا موقع فراہم نہ کیا جائے''۔

(۲) دفعہ ۲۷ کو حذف کیا جائے۔

پنجاب کا جانوروں کے ذبیحے کے کنٹرول کا ایکٹ ۱۹۶۳ء
(مغربی پاکستان کا ۱۹۶۳ء کا ایکٹ نمبر ۳)

(THE PUNJAB ANIMALS SLAUGHTER CONTROL ACT, 1963, W.P. ACT. NO. III OF 1963)

(1) in section 2,—

(a) in clause (a), for the words "and sheep of any age" the comma and words", sheep and any other animal of any age whose meat is not *haram* under *Shari'ah*" shall be substituted; and

(b) in clause (g), after the word "means" at the end, the word "fulfilling the Islamic requirements of *Zaheeha*" shall be added; and

(2) in section 8B,—

(a) for the word "report" the word "complaint" shall be substituted; and

(b) the words "made by Veternary Officer a gazetted officer" shall be omitted;

ترجمہ :- مذکورہ قانون کی دفعہ ۲ میں............

(الف) فقرہ (اے) میں الفاظ "کسی عمر کی بھیڑ" کو وقف (Comma) اور الفاظ "کسی عمر کی بھیڑ یا کوئی دوسرا کسی عمر کا جانور جس کا گوشت شریعت کی رو سے حرام نہ ہو" سے تبدیل کیا جائے۔

(ب) فقرہ (جی) میں، آخر میں آنے والا لفظ "مراد ہے" کے بعد الفاظ "ذبیحہ کے اسلامی تقاضے کو پورا کرتا ہو" شامل کیا جائے۔

(۲) دفعہ ۸ بی میں، ....

(الف) لفظ "رپورٹ" کو "شکایت" سے تبدیل کر دیا جائے۔

(ب) الفاظ " ویٹرنری آفیسر یا گزٹیڈ آفیسر کی طرف سے بنایا ہوا" کو حذف کر دیا جائے"۔

سندھ اور بلوچستان کا جانوروں کے ذبیحے کا کنٹرول ایکٹ ۱۹۶۳ء (مغربی پاکستان کا ۱۹۶۳ء کا ایکٹ نمبر ۳)

(THE SIND ANIMALS SLAUGHTER CONTROL ACT, 1963 W.P. ACT NO. III OF 1963)

In the said Act, in section 2,—

(a) in clause (a), for the words "and sheep of any age" the comma and words, "sheep and any other animal of any age whose meat is not *haram* under *Shari'ah*" shall be substituted; and

(b) in clause (g), after the word "means" at the end, the words "fulfilling the Islamic requirements of *Zabeeha*" shall be added;

ترجمہ :- قانون ہذا کی دفعہ ۲ میں

(الف) فقرہ (اے) میں الفاظ "اور کسی عمر کی بھیڑ" کو کوما اور الفاظ "کسی عمر کی بھیڑ یا کوئی دوسرا کسی عمر کا جانور جس کا گوشت شریعت کی رو سے حرام نہ ہو' " سے تبدیل کیا

جائے۔

(ب) فقرہ (جی) میں آخر میں آنے والا لفظ "مراد ہے" کے بعد الفاظ "ذبیحے سے متعلق اسلامی تقاضے پورے کرتا ہو" شامل کیا جائے۔

۱۔ کثیر التعداد امداد باہمی کی انجمنوں کا قانون ۱۹۴۲ء (۱۹۴۲ء کا قانون نمبر ۶)

۲۔ دی کوآپریٹو سوسائیٹیز (اصلاحات) آرڈر (پنجاب ترمیمی) ایکٹ ۱۹۷۳ء (پنجاب کا ۱۹۷۳ء کا ایکٹ نمبر ۱)

۳۔ دی کوآپریٹو سوسائیٹیز (اصلاحات) (ترمیم) آرڈیننس ۱۹۸۴ء (پنجاب کا ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس نمبر ۱۴)

۴۔ دی پنجاب کوآپریٹو سوسائیٹیز اینڈ کوآپریٹو بنکس (قرضوں کی واپس وصولی کا (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۴ء (پنجاب کا ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس نمبر ۳۹)

۵۔ دی کوآپریٹو سوسائیٹیز (پنجاب ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۴ء (پنجاب کا ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس نمبر ۶۰)

۶۔ دی کوآپریٹو سوسائیٹیز (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۵ء (پنجاب کا ۱۹۸۵ء کا آرڈیننس نمبر ۸)

۷۔ دی پنجاب کوآپریٹو سوسائیٹز۔ اینڈ کو آپریٹو بنکس (قرضوں کی واپس وصولی کا) (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۵ء (پنجاب کا۱۹۸۵ء کا آرڈیننس نمبر۹)

۸۔ دی پنجاب لینڈ یوٹیلائی زیشن اتھارٹی (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۳ء (پنجاب کا۱۹۸۳ء کا آرڈیننس نمبر۲۱)

۹۔ دی پنجاب ایکوزیشن آف لینڈ (ہاؤسنگ) (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۵ء (پنجاب کا ۱۹۸۵ء کا آرڈیننس نمبر ۳۵)

۱۰۔ پنجاب شہری غیر منقولہ جائیداد ٹیکس (ترمیمی) ایکٹ ۱۹۸۸ء (پنجاب کا۱۹۸۸ء کاایکٹ نمبر۱)۔

ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی وسیاسی اصلاحات نے مندرجہ بالا قوانین کی تمام دفعات کاتفصیلی جائزہ لیا اور قرار دیا کہ ان میں کوئی چیز اسلامی احکام کے خلاف نہیں تاہم نمبر شمار ۸ پر موجود قانون یعنی دی پنجاب لینڈ یوٹیلائی زیشن اتھارٹی (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۳ء پر غور کرتے ہوئے" کمیٹی نے طے کیا کہ اس قانون کو اس کے اصل قانون یعنی پنجاب لینڈ یوٹیلائی زیشن اتھارٹی آرڈیننس ۱۹۸۱ء (پنجاب کا آرڈیننس نمبر٦ آف ۱۹۸۱ء) کے ساتھ ملا کر اس پر غور کیا جانا چاہیے۔

چنانچہ کمیٹی نے اس قانون کی تمام دفعات کا جائزہ لیا اور ان میں مندرجہ ذیل ترامیم تجویز کیں یعنی............

(a) In section 7, in sub-section (2), in clause (a) after the word "person" the words "with his free consent", shall be inserted; and

(b) section 23 should be suitably amended in view of the following note on Indemnity.

NOTE ON INDEMNITY

"While considering different laws, the Committee found that several provisions are based on the concept of good faith or *bona fide*. In fact, it is the English law which absolves the person concerned of all liability in respect of any act done by him if it was intended to be in good faith. If a person is dead or any property is damaged or any other harm is done to a person as a result of any action taken by any person in good faith, the aggrieved has not right to claim for any compensation under our existing law. This omnibus exception is absolutely contrary to the Injunctions of Islam.

Under the Islamic *Shari'ah,* the life and property of everyone is guaranteed. Any body whose life or property is harmed or damaged is entitled to compensation to be paid by the person concerned. In this context it is immaterial whether the harm was done in good faith or bad faith. Islamic law has developed certain maxims which are based on these concepts. For example a well known principle is that the compensation for a mistake done by the judge is to be paid by the public exchequer. خطاء القاضي في بيت المال Muslim Jurists have unanimously laid down that if a public functionary takes an action causing an undue harm to someone, this harm must be compensated. If the act was done in good faith the compensation will be paid by the public exchequer otherwise it will be paid by the person concerned.

In view of these considerations all the provisions of various laws which absolve public functionaries and other persons of all the liabilities in respect of acts done by them in good faith are repugnant to the *Shari'ah* and should be amended accordingly."

ترجمہ

(الف) دفعہ ۲۳ کی ذیلی دفعہ (۲) کے فقرہ (اے) میں لفظ "شخص" کے بعد لفظ "اس کی اپنی مرضی سے" شامل کیا جائے اور

(ب) دفعہ ۲۳ کو ذمہ داری سے بچاؤ پر مندرجہ ذیل نوٹ کی روشنی میں مناسب طور سے تبدیل کیا جائے

انڈمنٹی (ذمہ داری سے بچاؤ) پر نوٹ

"مختلف قوانین پر غور کرتے ہوئے کمیٹی نے یہ دیکھا کہ بہت سے احکام "نیک نیتی (Good Faith) اور "حقیقی" (Bona Fide) کے تصور پر قائم ہیں۔ درحقیقت یہ انگریزی قانون ہے جو متعلقہ شخص کو اس کے ایسے عمل کی نسبت جو نیک نیتی سے کیا گیا ہو ہر قسم کی ذمہ داری سے بری قرار دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہلاک ہو جائے یا کسی جائیداد کو نقصان پہنچے یا کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے نیک نیتی سے کئے گئے کسی اور عمل سے نقصان پہنچے تو موجودہ قانون کے تحت شخص متضرر اپنے نقصان کی تلافی کئے جانے یا کوئی معاوضہ طلب کرنے کا استحقاق نہیں رکھتا یہ ہمہ گیر استثنیٰ اسلامی احکام سے قطعاً کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔

اسلامی شریعت کی رو سے لوگوں کی جان و مال مضمون (گارنٹی شدہ) ہوتے ہیں ہر وہ شخص جس کی جان یا مال کو کوئی نقصان پہنچا ہو یہ حق رکھتا ہے کہ نقصان پہنچانے والا اس کا معاوضہ ادا کرے۔ اس تناظر میں یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ نقصان نیک نیتی سے پہنچایا گیا ہے یا بدنیتی سے۔ اسلامی شریعت میں ایسے بہت سے قانونی کلیئے موجود ہیں جو ان تصورات پر مبنی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مشہور اصول یہ ہے کہ اگر جج سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا معاوضہ بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ (خطاء القاضی فی بیت المال)۔ مسلم فقہاء نے کلی اتفاق رائے سے یہ قرار دیا ہے کہ اگر کوئی سرکاری کارندہ اپنے سرکاری فرائض کی بجا آوری میں کسی شخص کو کوئی ناواجب نقصان پہنچائے گا تو اس کا معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ اگر وہ فعل نیک نیتی سے کیا گیا ہو گا تو معاوضہ سرکاری خزانے سے ادا کیا جائے گا بصورت دیگر اس کی ادائیگی متعلقہ شخص کی ذمہ داری ہو گی۔

ان تصورات کی روشنی میں مختلف قوانین میں شامل ایسے تمام احکامات جن کی رو سے سرکاری کارندوں کو نیک نیتی سے کئے گئے افعال کے سلسلے میں تمام ذمہ داریوں سے بری قرار دیا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت سے متصادم ہیں، لہٰذا اسلامی احکام کے مطابق ان میں ضروری ترامیم بروئے کار لائی جانی چاہئیں۔"

دی پنجاب ہائی وے اتھارٹی ایکٹ ۱۹۸۹ء
(پنجاب کا ۱۹۸۹ء کا ایکٹ نمبر ۵)

(THE PUNJAB HIGHWAY AUTHORITY ACT, 1989 (PUNJAB ACT NO. V OF 1989)

ذیلی کمیٹی متعلقہ آئینی و سیاسی اصلاحات نے اس قانون کی تمام دفعات کا تفصیلی جائزہ لیا اور تجویز کیا کہ اس میں مندرجہ ذیل ترامیم عمل میں لائی جائیں، یعنی :-

(1) section 18 should be suitably be amended in view of the note on indemnity.

(2) section 22 shall be omitted; and

(3) in section 23, in sub-section (2), the words "interest charges" shall be omitted.



امتیازی قوانین اور حدود کے احکام متعلقہ خواتین

خواتین کے مقام و مرتبہ پر پاکستان کمیشن کی رپورٹ

محولہ بالا موضوع پر استفسار وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کی جانب سے بذریعہ مراسلہ نمبر ۲(۴)/ڈی ڈی جے/۸۹ مورخہ ۳ر اپریل ۱۹۸۹ء کونسل کو موصول ہوا۔ اس استفسار میں کہا گیا تھا کہ:-

"وزارت مذہبی امور کو پاکستان کمیشن کی طرف سے "خواتین کے مقام و مرتبہ" کے موضوع پر ایک رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ اس رپورٹ میں مختلف مذہبی مسائل پر اہم سفارشات حکومت کے جائزہ کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ ان سفارشات کا ایک خلاصہ تیار کیا گیا ہے جو اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل سے درخواست ہے کہ وہ ان سفارشات پر اپنی رائے دے۔"

سفارشات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

پاکستان کمیشن کی طرف سے "خواتین کے مقام و مرتبہ" کے موضوع پر ایک رپورٹ

۱۔ وزارت مذہبی امور سے متعلق سفارشات

۱۔ شادی:-

باب ۴ میں شادی کے معاملات پر سفارش کی جاتی ہے کہ:-

(۱) لڑکیوں کی شادی سے قبل ان کے خاندان کے افراد خصوصاً ان کے والد کو یہ بات ذہن نشین کرائی جائے کہ وہ نکاح نامہ کا اچھی طرح سے مطالعہ کریں اور درج ذیل شرائط دولہا کے خاندان کے ذمہ دار افراد سے منظور کروائیں اور اس پر عمل درآمد کروائیں۔

اگر شوہر طلاق دینے کا اپنا حق اپنی بیوی کو تفویض کرے تو ایسی صورت میں تفویض کردہ طلاق کا حق وہ واپس نہیں لے سکتا۔ اس کی بیوی مذکورہ حق کے ملنے پر اس حق کا استعمال من مانے طور پر نہیں کرے گی۔

(۲) لڑکی کی رخصتی کے بعد دولہا کے گھر میں تقریب نکاح کی جو رسم ہے اس کو ختم کیا جائے۔

(۳) کھانے، روشنی اور آتش بازی پر بے تحاشہ خرچ کرنے کا جو رجحان ہے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے اور سادگی کو اپنایا جائے۔

(۴) شادی سے قبل مہندی تیل وغیرہ کی فضول رسم پر جو دل کھول کر رقم خرچ کی جاتی ہے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

(۵) دولہا کی طرف سے شادی کے وقت قیمتی اشیاء کا جو مطالبہ کیا جاتا ہے اس ناجائز مطالبہ کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کیا جائے۔

(۶) شادی کے لئے جو نوٹوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں اور شادی میں ان نوٹوں کے ہار کو جو پہنانے کی رسم ہے اس کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۷) شادی اور دیگر تقریبات میں مجرا کروانے کو ممنوع قرار دیا جائے جس میں کافی پیسے خواہ مخواہ ضائع کئے جا رہے ہیں اور پھر یہ سوقیانہ عمل بھی ہے۔

۲۔ خاندانی تنازعات:

باب ۴ (د) میں درج ذیل تنازعات کی صورت میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ:۔

(۱) ایسے تمام معاملات جو طلاق کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوں، طلاق سے پہلے طے کئے جانے چاہئیں جن کا تعلق حسب ذیل سے ہو:۔

(الف) بچوں کو تحویل میں رکھنا اور پرورش کا طریقہ، ماں باپ ہر دو کے حقوق کا پوری طرح تحفظ کرتے ہوئے۔

(ب) نکاح ثانی تک بیوی کا نان ونفقہ حاصل کرنے کا مستحق ہونا جو کہ قرآنی حکم کے مطابق، خاوند کے وسائل کے مطابق ہونا چاہیئے۔

(ج) اگر مصالحتی کونسل کو طلاق سے پہلے موثر بنانا مقصود ہے تو متعلقہ فریقین کے لئے لازمی قرار دیا جائے کہ وہ اپنے افراد خاندان کو مصالحت کنندہ کے طور پر پیش کریں اور ان کی عدم موجودگی میں قریبی دوستوں کو بطور ثالث پیش کریں۔ نوے دن کے عرصہ میں ملاقاتوں کو تین تک محدود نہ کیا جائے بلکہ وہ کثرت سے ہونی چاہئیں۔ ان ملاقاتوں کے دوران شوہروں کو غیر حاضر رہنے کی اجازت نہ دی جائے۔

(د) قانون میں ترمیم کر کے لوگوں پر لازمی ٹھہرایا جائے کہ وہ مہر کا تعین نکاح کے وقت کر لیں جو مہر مثل سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔

(۲) جب شوہر اپنی بیوی کو معقول طریقے سے نان ونفقہ دینے میں ناکام رہے خواہ اکٹھے رہتے

ہوئے یا الگ الگ ' تو عورت کو نان و نفقہ کے لئے مقدمہ دائر کرنے پر عبوری خرچہ فوری طور پر اس وقت تک دلا یا جائے جب تک مقدمہ کا فیصلہ نہ سنا یا جائے یا علیحدگی طلاق پر منتج نہ ہو ۔

(۳) علیحدگی کے بعد اگر بیوی کی مقبوضہ اشیاء کسی اور کے ہاتھوں میں چلی جائیں تو عائلی عدالت کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ مذکورہ اشیاء بر آمد کر کے اصل مالک کو دلا دے ' یہ کام سمری طریقہ کے ذریعے کیا جائے۔

(۴) علیحدگی کے بعد جہیز اور بیوی کی مملوکہ دیگر اشیاء کی بر آمدگی عائلی عدالتوں کے دائرہ اختیار میں شامل کی جائے۔

(۵) عدالت کی طرف سے بیوی کے لئے جو نان و نفقہ منظور کیا جائے شوہر کو چاہئے کہ وہ خرچہ اتنی مدت میں جو ۳۰ دن سے زیادہ نہ ہو عدالت میں جمع کرا دے۔ قصوروار شوہر سادہ سزائے قید کا مستوجب ہونا چاہئے جو ٦ ماہ تک ہو سکتی ہے۔

(٦) خاندانی عدالتوں کو دیوانی عدالتوں سے الگ کیا جائے اور ان کے صدر نشیں علیحدہ جج ہونے چاہئیں ' ترجیحی طور پر خاتون جج ہوں جنہیں خواتین کے معاملات سے نمٹنے کی خصوصی تربیت دی جائے۔

(۷) خواتین سے متعلق فوجداری مقدمات کا تصفیہ خاتون ججوں یا خاتون مجسٹریٹوں کو کرنا چاہئے۔

(۸) مفلس عورتوں کو مفت قانونی امداد فراہم کی جائے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وکلاء کو ایسی امداد فراہم کرنے کے لئے ' انعامات قائم کر کے یا انکم ٹیکس وغیرہ سے مستثنیٰ قرار دے کر ترغیبات کا اہتمام کرے۔

(۹) کارکن خاتون کی میعاد عدت کو ادارہ کی طرف سے جس میں وہ ملازم ہو از روئے قانون تعطیلات کی سرکاری مدت میں شمار نہ کیا جائے۔

۳۔ ترکہ:۔

(۱) قانون وراثت میں اس امر کو یقینی بنانے کے لئے بتدریج خصوصی دفعہ شامل کی جائے کہ ایک صاحب خاندان آدمی اپنی جائیداد سے متعلق وصیت ۴۵۔ ۵۰ برس کی عمر میں حکومت کے مقرر کردہ حاکم کے پاس جمع کرا دے۔

(۲) دادا/ دادی کے لئے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ اپنے فوت شدہ بیٹے/ بیٹی کے بچے/ بچوں کے بارے میں لازماً وصیت لکھوائیں اور اس کی مقدار ایک تہائی تک ہو۔

۴۔ قوانین کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنا:۔

باب ۸ میں درج ذیل قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے سلسلے میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ:۔

(۱) حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء میں خواتین کو زنا، شراب نوشی، قذف اور چوری کے جرائم میں شہادت دینے سے محروم رکھا گیا ہے۔ ہر مقدمہ میں اثبات جرم کے لئے دو/ چار بالغ مسلمان گواہوں کی شہادت لازمی ٹھہرائی گئی ہے۔ اس قانون میں ترمیم کی جائے تاکہ خواتین اور اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی شہادت دینے کے اہل ہو سکیں۔

(۲) قانون شہادت میں مندوب طریق سے ترمیم کی جائے جس کے تحت لفظ "دائن" کے صحیح اور محدود معنی (فقط قرض) متعین ہو سکیں اور اس میں سے آئندہ کے جملہ مالی وجوب کے الفاظ حذف کر دیئے جائیں۔

(۳) مجوزہ مسودۂ قانون قصاص و دیت میں سے امتیازی دفعات ختم کی جائیں۔ عورت کی دیت مرد کے برابر رکھی جائے۔ اسلام کے اصول مساوات کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ڈھالا جائے اور عورت کے اس بہت وسیع کردار کو پیش نظر رکھا جائے جو وہ کفالت سمیت جس کی بناء پر وہ معاشرہ کی کمانے والی کار آمد اکائی بن جاتی ہے، قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں آج کل ادا کر رہی ہے۔

ایسی دیگر سفارشات جن سے مذہبی اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں

درج ذیل سفارشات جن کا تعلق اس وزارت (یعنی وزارت مذہبی امور) سے نہیں ہے لیکن ان سفارشات پر مذہبی اختلاف پیدا ہو سکتا ہے:۔

(۱) کثرت ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادی کرنے کے خلاف ذرائع ابلاغ کے ذریعے منظم طور پر کام چلایا جانا چاہئے۔ (صفحہ ۴۳ (۳)) اس پر کارروائی وزارت اطلاعات و نشریات کی طرف سے ہوگی۔

(۲) خواتین جمالیاتی (Aesthetics) شعبے میں جو کردار ادا کر رہی ہیں یعنی ادب، موسیقی، فن اور ثقافت کے میدان میں حصہ لے رہی ہیں ان کی Projection پر پابندی نہیں ہونی چاہئے (صفحہ ۴۳(۴)) اس پر کارروائی وزارت اطلاعات و نشریات اور وزارت سپورٹس اور ثقافت کی طرف سے ہو گی۔

(۳) حکومت کو اپنی سرکاری پالیسی میں اس بات کی دوبارہ تصدیق کرنی چاہئے کہ سیاسی عمل میں خواتین بھی برابر کی شریک ہوں گی۔ اس پر وزارت قانون کی طرف سے کارروائی ہو گی۔

اسی طرح عورتوں کی دیت کا سوال مجوزہ قصاص اور دیت کے قانون سے تعلق رکھتا ہے۔

(۴) ایسی سفارشات جن کا تعلق دوسری وزارتوں سے ہے ان کے مذہبی پہلوؤں کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لیا جانا ہے، لہٰذا وزارت مذہبی امور اس مرحلے میں ان سفارشات پر اپنی آراء نہیں دے سکتی۔

تجاویز

درج بالا صورت حال کی روشنی میں یہ تجویز کی جاتی ہے کہ :۔

(۱) وزارت مذہبی امور خواتین ڈویژن سے یہ درخواست کرے کہ رپورٹ کی مذہبی نوعیت کی سفارشات پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔

(۲) کمیٹی ہذا وزارت قانون، اسلامی نظریاتی کونسل، وزارت مذہبی امور اور متعلقہ وزارتوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو گی۔

(۳) کمیٹی موجودہ قوانین کی متعلقہ صورت حال اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی رپورٹ پیش کرے گی اور سفارشات پر عمل در آمد کے سلسلے میں اٹھائے جانے والے اقدام کی بھی وضاحت کرے گی۔

سفارشات پر آراء

رپورٹ میں جو سفارشات پیش کی گئی ہیں ان کے مذہبی' اصلاحی اور قانونی پہلو ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل زیادہ تر سفارشات پر اپنی آراء پہلے ہی بھیج چکی ہے۔ تاہم ان سفارشات کی درج ذیل صورت ہے:۔

(۱) کچھ موضوعات جیسے نکاح کی تقریب کی جگہ' نکاح نامہ کا مطالعہ کرنا' جہیز (Kujaras) غیر اسلامی ہے' جہیز اور تحائف عروسی پر نظر ثانی کی جائے۔ وزارت مذہبی امور ان سفارشات کی حمایت کرتی ہے۔

(۲) نان ونفقہ' مہر' عائلی عدالتوں کا اختیار سماعت' طلاق کا طریق کار وغیرہ مسلم عائلی قوانین کے آرڈیننس کے دائرے میں آتا ہے۔ اگرچہ ان موضوعات پر جو سفارشات پیش کی گئی ہیں وہ اختلافی قسم کی ہیں لیکن ان موضوعات کا دوبارہ جائزہ لیا جاسکتا ہے تاکہ درج بالا وضع کردہ قانون میں شریعت کے مطابق ترمیم کی جائے۔

(۳) بچوں کو تحویل میں لینے' جہیز کی واپسی' طلاق کے بعد نان ونفقہ کا بندوبست وغیرہ سے متعلق معاملات بھی پاکستان عائلی عدالتوں کے قانون ۱۹۶۴ء کے دائرے میں آتے ہیں۔

(۴) عورتوں کی شہادت اور فوجداری مقدمات کی سزا وغیرہ کے موضوعات حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے دائرے میں آتے ہیں۔ اگرچہ سفارشات شریعت کے خلاف ہیں لیکن اس کی متعلقہ دفعات کا دوبارہ جائزہ لیا جاسکتا ہے۔"

چنانچہ کونسل نے مندرجہ بالا سفارشات کا اپنے چھٹے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء (مطابق ۱۱۔ ۱۳ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ) میں جائزہ لیا۔ اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا۔

اول شادی:۔

سوال نمبر ۱ جو شادی سے تعلق رکھتا ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ:۔

"باب ۴ میں شادی کے معاملات میں سفارش کی جاتی ہے کہ:۔

(۱) لڑکیوں کو شادی سے قبل ان کے خاندان کے افراد خصوصاً ان کے والد کو یہ بات ذہن

نشین کرائی جائے کہ وہ نکاح نامہ کا اچھی طرح سے مطالعہ کر لیں اور درج ذیل شرائط دولہا کے خاندان کے ذمہ دار افراد سے منظور کروائیں اور اس پر عمل در آمد کروائیں۔

شرائط یہ ہیں:۔

اگر شوہر طلاق دینے کا اپنا حق اپنی بیوی کو تفویض کرے تو ایسی صورت میں تفویض کردہ طلاق کا حق وہ واپس نہیں لے سکتا اس کی بیوی مذکورہ حق ملنے پر اس حق کا استعمال من مانے طور پر نہیں کرے گی۔

اس سلسلے میں کونسل کی رائے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا سوال : سفارشات میں کہا گیا کہ :۔

(۲) "لڑکی کی رخصتی کے بعد دولہا کے گھر میں تقریب نکاح کی جو رسم ہے اس کو ختم کیا جائے"۔

کونسل نے طے کیا کہ اس رسم میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ اور نکاح فریقین کی رضامندی سے کسی بھی جگہ پر ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۳ اس میں کہا گیا ہے کہ :۔

(۳) "کھانے، روشنی اور آتش بازی پر بے تحاشا خرچ کرنے کا جو رجحان ہے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے اور سادگی کو اپنایا جائے"۔

کونسل اس سفارش سے اتفاق کرتی ہے، ان رسومات کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔

سوال نمبر ۴ ۔

(۴) "شادی سے قبل مہندی، تیل وغیرہ کی فضول رسم پر جو دل کھول کر رقم خرچ کی جاتی ہے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے"۔

"کونسل نے اس سفارش کی تائید کی"

سوال نمبر ۵، ۶ اور ۷ ۔ کمیشن نے سفارش کی ہے کہ:۔

(۵) "دولہا کی طرف سے شادی کے وقت قیمتی اشیاء کا جو مطالبہ کیا جاتا ہے اس ناجائز مطالبے کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کیا جائے"۔

کونسل نے اس سفارش کی تائید کی۔

(۶) "شادی کے لئے جو نوٹوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں اور شادی میں ان نوٹوں کے ہار کو جو

پہنانے کی رسم ہے اس کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے"۔

کونسل نے طے کیا کہ یہ مسئلہ خالصتاً" معاشرہ کے رسم ورواج سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس میں افادی پہلوؤں کے باوجود چند خرابیوں کا بھی احتمال پایا جاتا ہے۔ لہٰذا کونسل کی رائے میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہیئے۔ تاہم کونسل اس پر کوئی قانونی قدغن لگانا بھی مناسب نہیں سمجھتی"۔

(۷) "شادی اور دیگر تقریبات میں مجرا کروانے کو ممنوع قرار دیا جائے جس میں کافی رقم خواہ مخواہ ضائع ہو جاتی ہے اور پھر یہ سوقیانہ عمل بھی ہے۔"

کونسل نے شادی اور دیگر تقریبات میں مجرا کروانے کو خلاف شریعت قرار دیا۔

باب دوم خاندانی تنازعات

"باب ۴ (د) میں درج ذیل تنازعات کی صورت میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ:۔

(۱) "ایسے تمام معاملات جو طلاق کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوں' طلاق سے پہلے طے کئے جانے چاہئیں جن کا تعلق حسب ذیل سے ہو"۔

"بچوں کو تحویل میں رکھنا اور پرورش کا طریقہ ماں باپ ہر دو کے حقوق کا پوری طرح تحفظ کرتے ہوئے"۔

کونسل نے طے کیا کہ اس پر قانون سازی نہیں ہو سکتی' ہر فقہ کے پیرو اپنی فقہ کے مطابق عمل کریں۔

خواتین کے مقام ومرتبہ سے متعلق مندرجہ بالا ریفرنس میں شامل سفارشات کی نسبت کونسل نے اپنے دفتر میں جو سوالنامہ مرتب کروایا تھا وہ اور اس کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

سوالنامہ

۱۔ خاوند کی طرف سے بیوی کو حق طلاق تفویض کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا حق طلاق تفویض کرنے کے بعد خاوند اس حق کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا طلاق کے بعد مطلقہ بیوی نان ونفقہ کی مستحق ہے؟ اگر مستحق ہے تو کب تک' یعنی نکاح ثانی تک یا کسی اور مدت تک؟

۳۔ کیابوقت نکاح مہر کا تعین ضروری ہے؟اور کیایہ ضروری ہے کہ وہ مہر مثل سے کم نہ ہو؟

۴۔ کیا یہ ضروری ہے کہ عمر کے کسی حصہ مثلاً ۴۵ یا ۵۰ برس کی عمر میں جائیداد سے متعلق وصیت لکھ کر باقاعدہ حاکم وقت کے پاس جمع کرادی جائے؟

۵۔ کیا دادا/ نانا/ دادی/نانی کو قانوناً مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ یتیم پوتوں/نواسوں کے لئے لازمی طور پر وصیت کریں؟

۶۔ حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء میں خواتین کو زنا' شراب نوشی' قذف اور چوری کے جرائم میں شہادت سے محروم رکھا گیا ہے' کیااسلامی شریعت میں خواتین ان مسائل میں شہادت کی اہل ہیں؟ کیاان مسائل میں غیر مسلموں کی شہادت بھی مقبول ہے؟

۷۔ اسلام میں بچے کی حضانت کے بارے میں کیا تصوّر ہے؟ خصوصاً طلاق کی صورت میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں' ان سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے اسلام نے کیا اصول عطا فرمائے ہیں؟۔

یہ سوالنامہ اراکین کرام کے علاوہ ملک کے دوسرے نامور علماء کی خدمت میں بھی بھیجا گیااور کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۲۴ - ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء میں اس پر غور کیااور حسب ذیل رائے کااظہار کیا:۔

جواب سوال نمبر ۱:۔ کونسل نے پہلے سوال کا حسب ذیل جواب منظور کیا:۔

"آئین کی دفعہ ۲۲۷ کی وضاحت کے مطابق قرآن وسنت کے بسلسلہ قانون احوال شخصیہ کی وہی تشریح 'توضیح یا تعبیر اختیار کی جائے گی جو کسی فقہ میں موجود ہے۔ جہاں تک زیر بحث سوال کا تعلق ہے چونکہ یہ شخصی قانون سے متعلق ہے اس لئے اس بارے میں اہل سنت کے نزدیک ان کے فقہاء کی رائے ان کے لئے قابل قبول ہوگی اور اہل تشیع کے لئے ان کی فقہ کی رائے قابل قبول ہوگی۔

چنانچہ کونسل نے مذکورہ بالا سوال پر غور وخوض کرتے ہوئے یہ محسوس کیا کہ اس مسئلہ کے دو حصے ہیں: جہاں تک پہلے حصے کا تعلق ہے اس بارے میں مسالک فقہ (بالخصوص حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی اور جعفریہ) میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک قرآن وسنت اور ائمہ مجتہدین کی آراء کی روشنی میں بیوی کو حق طلاق تفویض کیا جاسکتا ہے۔

البتہ ایک مرتبہ بیوی کو حق طلاق تفویض کرنے کے بعد خاوند کے لئے اسے واپس لینے یا نہ لینے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ فقہاء کی اکثریت کے نزدیک یہ حق واپس نہیں لیا جا

سکتا۔ فقہ جعفریہ میں تفویض طلاق کے بعد خاوند حق طلاق کو واپس بھی لے سکتا ہے۔ ''

جواب سوال نمبر۲

کونسل نے طے کیا کہ:۔

''قرآن و سنت میں مطلقہ عورت کو نکاح ثانی تک نان ونفقہ دینے کی گنجائش نہیں ہے''۔

جواب سوال نمبر۳

کونسل نے طے کیا کہ:۔

'' نکاح کے وقت مہر کا تعین ضروری نہیں ہے لیکن اگر تعین نہیں کیا گیا تو وہ مہر مثل سے کم نہ ہو گا بلکہ مہر مثل واجب ہے۔ ''

جواب سوال نمبر۴

کونسل نے طے کیا کہ:۔

''وصیت کرنے کے لئے موصی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ کسی عمر میں مرنے سے برسوں پہلے یا وقت مرگ کرے البتہ وصیت کرنا مستحب ہے۔ وصیت کا ثبوت قرآن و حدیث سے ملتا ہے ائمہ اربعہ نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق وصیت کو حسن سلوک پر محمول کرتے ہوئے اس کو مستحب قرار دیا ہے اس لئے یہ لازمی اور ضروری نہیں کہ عمر کے کسی حصے میں کسی کو وصیت کے لئے مجبور کیا جائے شریعت کی اصطلاح میں مستحب کی تعریف یہ ہے کہ وہ کام شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہو مگر اس کے ترک پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہو۔ اس صورت حال میں کسی شخص کو اس امر کا پابند کرنا کہ وہ جائیداد کے بارے میں وصیت کرے درست نہ ہو گا''۔

جواب سوال نمبر۵

کونسل نے اس سوال کو اگلے اجلاس کے لئے مؤخر کر دیا۔

سوال نمبر۶ کا جواب بھی مزید غور و خوض کے لئے موخر کر دیا گیا۔

جواب سوال نمبر۷

کونسل نے حضانت کے بارے میں حسب ذیل رائے منظور کر لی:۔

''احناف کے نزدیک جب لڑکا خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجا کرنے کے قابل ہو

جائے تو اس کی پرورش کا حق ماں سے باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور لڑکے کی اس عمر کا اندازہ علامہ جصاص نے سات آٹھ سال بیان کیا ہے۔ البتہ لڑکی کی پرورش کا حق اس کے بالغ ہونے تک ماں کو ہے۔ یہی قول امام ابویوسف ؒ کا ہے۔ امام مالک ؒ کے نزدیک جب لڑکی میں نفسانی خواہش ظاہر ہو اور متاخرین احناف نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور فقہ جعفریہ کی رو سے ماں کو لڑکے کے متعلق ۲ سال اور لڑکیوں کے متعلق سات سال کی تکمیل تک حق حضانت حاصل رہتا ہے، پھر باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

کونسل نے مزید طے کیا کہ آئین کی دفعہ نمبر ۲۲۷ کے مطابق ہر فرقہ کے پرسنل لاء کے مطابق احوال شخصیہ کی وہی تعبیر، توضیح تشریح اختیار کی جائے گی جو کسی فقہ میں موجود ہے"۔

عورتوں کے خلاف امتیازی قوانین میں ترامیم

محولہ بالا موضوع پر وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کا مراسلہ نمبر ۳ (۲۵) /ڈی ڈی جے/۸۹ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۸۹ء کونسل کے دفتر میں موصول ہوا۔ اس خط کے ساتھ کیبنٹ سیکرٹریٹ وومن ڈویژن کا مراسلہ نمبر ۱ (۵) /۸۹۔ آئی ایم پی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۸۹ء منسلک تھا۔

وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نے اپنے مذکورہ بالا مراسلہ میں یہ کہا کہ خواتین ڈویژن نے ایک کیبنٹ سمری تیار کی ہے جس میں خواتین سے متعلق قوانین میں ترامیم اور تجاویز پیش کی ہیں، کونسل سے درخواست ہے کہ اس بارے میں اپنی رائے ارسال کرے۔

کیبنٹ سیکرٹریٹ کے مراسلہ اور سمری دونوں کا متن حسب ذیل ہیں:۔

No. 1 (5)/89-IMP

Mrs. Akhtar Riazuddin,
Secretary
Tele: 821145

GOVERNMENT OF PAKISTAN

CABINET SECRETARIAT

WOMEN'S DIVISION

Islamabad, the 18th June, 1989

SUBJECT: *Amendment of Discriminatory Laws Against Women*

My Dear,

The Ministry of Law, Justice and Parliamentary Affairs had advised us that in accordance with the manifesto of the Pakistan Peoples Party, the Prime Minister desires that necessary action may be taken for amendment/repeal of all those laws which discriminate against women. Some material in this regard was referred by me to the Secretary, Law and Justice Division—*vide* Additional Secretary, Women's Division's letter No. PS/AS/WD/88-12, dated 14th December, 1988.

2. Since then a detailed exercise had been taken and various legal and other women organizations have been consulted. As a result we are of the view that the provisions of the following laws discriminate against women:—

(1) Section 8 of the Offence against Property (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979 (VI of 1979).

(2) Section 8 of the Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979 (VII of 1979).

(3) Section 6 of the Offence of Qazf (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979 VIII of 1979).

(4) Article 9 of the Prohibition (Enforcement of Hudood) Order, 1979 (P.O. No. 4 of 1979).

(5) Article 17 of the Qanun-e-Shahadat, 1984 (P.O. No. 10 of 1984).

(6) Section 4, 5, 6, 8 and 10 of the Pakistan Citizenship Act, 1951 (VII of 1951).

3. A draft summary for the Cabinet has been prepared suggesting amendments to the above laws and indicating the reasons for the proposed amendments. Ministries of Law, Justice and Parliamentary Affairs; Religious Affairs and Minorities Affairs; and the Interior Division are requested to please see the summary for their views/comments in the matter. On receipt of the views, the same will be incorporated in the summary before its submission to the Cabinet for seeking approval in principle to the proposals contained in the draft summary.

4. I shall be grateful for a very early reply in the matter so that the summary is submitted to the Cabinet without any further delay.

Yours Sincerely,

(MRS. AKHTAR RIAZUDDIN)

CABINET SECRETARIAT

WOMEN'S DIVISION

SUMMARY FOR THE CABINET

SUBJECT:—*Amendment of Discriminatory Laws Against Women*

In pursuance of the Highlights of Pakistan People's Party Manifesto to "Repeal all discriminatory laws against women including *Hudood* Ordinance", the Women's Division, being concerned with matters relating to women, took up the examination of all laws including *Hudood* laws discriminatory to women. Although the subject matters of all these laws are the concern of other Ministries/Divisions, but in order to implement the afore mentioned part of the Manifesto expeditiously, this Division has taken upon itself the responsibility of approaching the Cabinet after consulting the concerned Ministries/Divisions. After careful study and examination of all laws including *Hudood* Ordinances, the Women's Division is of the opinion that the provisions of the

following laws are discriminatory against women and need amendment; namely:—

(1) Section 7 of the Offences against Property (Enforcement of *Hudood)* Ordinance, 1979 (VI of 1979), deals with "Proof of theft liable to *Hadd"*. Clause (b) of the said section requires the testimony of at least two Muslim adult male" witnesses. Thus it clearly excludes women from appearing as witness to prove the commission of theft even if they are eye witnesses to it. Clearly this is a discriminatory provision and, therefore, it is proposed to amend the section by omitting the word "male" from that clause.

(2) Section 8 of the Offence of *Zina* (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979 (VII of 1979), deals with "Proof of *Zina* or *Zina bil jabr* liable to *Hadd"*. Clause (b) of the said section requires that at least four Muslim adult male witnesses" should testify the commission of the offence. Women are specifically excluded from giving evidence. This provision is, therefore, discriminatory and it is, therefore, proposed to amend it by omitting the word "male" from the said clause.

(3) Section 6 of the Offence of *Qazf* (Enforcement of *Hudood)* Ordinance, 1979 (VIII of 1979), deals with "Proof of *Qazf* liable to *Hadd"*. Clause (c) of this section requires the testimony of "at least two Muslim adult male" witnesses. By including the word "male" the law has clearly deprived the women from appearing as witness. Obviously, this provision is discriminatory against women and it is, therefore, proposed to amend it by omitting the word "male" from the said clause.

(4) Article 9 of the Prohibition (Enforcement of Hudood) Order, 1979 (P.O. No. 4 of 1979), deals with "Proof of drinking liable to *Hadd"*. Clause (b) of the said Article requires the testimony of "at least two Muslim adult male witnesses" to prove the commission of the offence of drinking. Due to the inclusion of the word "male" in this clause women have been excluded from appearing as witness to prove the offence of drinking liable to *Hadd*. Therefore, this provision is discriminatory against women

and it is proposed to amend it by omitting the word "male" from the said clause.

(5) The clause in the Qur'an about attestation of loan document for a spesified period, is *conditional* because it clearly states after the words "two men or one man and two women"; *so that if one forgets the other may remind her"*. In other words, this was given for the protection of women, and not to debar them or reduce the weight of their evidence. In all other Qur'anic references to hearing witness (there are 6 in all) there is no difference in the testimony of men and women. The word 'minkum' is used, which is taken by the orthodox elements to imply that only *men* are being referred to, and hence only their testimony is admissible (this is the basis of excluding female witnesses in the Hudood Ordinance). But the word 'minkum' is used as 'mankind' for it is also used in the ayaat where praying or fasting is enjoined.

In any case, a loan *document* or any *written* transaction does not need two women if they are able to read. This is clearly a protection where illiterate women may be asked to give evidence, especially because women are not usually experienced in financial matters.

(6) Sections 4, 5, 6 and 8 of the Pakistan Citizenship Act, 1951 (VII of 1951), are discriminatory against women and need amendment. They are discussed below:—

(a) Section 4 of this Act deals with "Citizenship by birth". Clauses (a) and (b) of its proviso debars a child from becoming a citizen of Pakistan if his father at the time of his birth (a) possesses such immunity from suit, etc., as is accorded to an envoy of a foreign Government and is not a citizen of Pakistan, or (b) is an enemy alien and the birth occurs in a place then under enemy occupation. Both these clauses of the provision are discriminatory against women and it is, therefore, proposed to amend them by inserting the words "or mother" after the word "father".

(b) Section 5 of the Act deals with "Citizenship by descent". This section accords citizenship by descent

only to such child whose father is a citizen of Pakistan. The proviso also deals with the child of such father. Obviously there is discrimination against women in this section. It is, therefore, proposed to amend it by inserting the words "or mother" after the word "father" occurring thrice-firstly in the principle provision, secondly in the main proviso and thirdly in clause (b) of the proviso.

(c) Section 6 of the Act deals with "Citizenship by migration". Sub-section (I) of this section allows every person who has migrated to Pakistan during certain period to obtain certificate of domicile and get himself registered as citizen of Pakistan by migration. Sub-section (2) provides, that registration under sub-section (1) shall, besides himself, include his wife and minor child of his dependent. It does not provide that if a women is registered as a citizen of Pakistan, it will include, beside herself, her husband, etc. This sub-section is discriminatory against women and it is, therefore proposed to suitably amend it so as to bring the women at par with men.

(d) Sub-section (1) of section 8 of the said Act deals with "Rights of citizenship of certain persons resident abroad". It empowers the Federal Government, upon application made to it in this behalf, to register as citizen of Pakistan any person who, or whose father or father's father, was born in the Indo-Pakistan Sub-continent and who is ordinarily resident in a country outside Pakistan at the commencement of the said Act. This provision is clearly discriminatory against women as a person whose mother or mother's mother was born in Indo-Pakistan in the same circumstances as laid down in the said sub-section can not apply and the Federal Government cannot register such person as a citizen of Pakistan. It is, therefore, proposed to amend suitably the principal sub-section (1) and its proviso so as to remove discrimination.

(e) Section 10 of the said Act deals with "Married Women". It provides that a woman who has been married to a citizen of Pakistan or to a person, who, but for his death, would have been a citizen of Pakistan, on obtaining a certificate of domicile and taking the oath of allegiance in the prescribed form, may apply and be registered as a citizen of Pakistan. The Act does not entitle a man who is married to a woman who is a citizen of Pakistan to apply for being registered as a citizen of Pakistan after fulfilling the same conditions as are required for a women under section 10. It is, therefore, proposed to insert a new section 10-A dealing with married men in the same manner as married women have been dealt with in section 10.

22. The provisions of the laws which are proposed to be amended are placed below.

3. The Ministries of Law and Justice, Religious Affairs and Minority Affairs and Interior and Narcotics Control, which are concerned with the subject matter of the laws proposed to be amended, have been consulted and their comments/views are placed below.

4. It is requested that the Cabinet may be pleased to approve all the principle proposals contained in the first paragraph.

5. The Minister for Women Affairs has seen and approved this Summary.

Sd/-
(MRS. AKHTAR RIAZUDDIN)
Secretary

PROVISIONS OF LAWS PROPOSED TO BE AMENDED

1. **The Offence Against Property (Enforcement of Hudood), Ordinance, 1979 (VI of 1979).**

Section 7, *Proof of theft liable to Hadd.*—The proof of theft liable

to *hadd* shall be in one of the following forms, namely:

(a) the accused pleads guilty of the commission of theft liable to *hadd ;* and

b) at least two Muslim adult male witnesses other than the victim of the theft, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirements of *Tazkia Al-Shuhood,* that they are truthful persons and abstain from major sins *(Kabair),* give evidence as eye-witnesses of the occurrence:

Provided that, if the accused is a non-Muslim the eye-witness may be non-Muslim:

Provided further that the statement of the victim of the theft or the person authorized by him shall be recorded before the statements of the eye-witnesses are recorded.

Explanation.—In this section *tazkia al-shuhood* means the mode of inquiry adopted by a court to satisfy itself as to the credibility of a witness.

2. **The Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979 (VII of 1979).**

Section 8, Proof of Zina or Zina bil-jabr liable to hadd.—The proof of *Zina* or *Zina bil-jabr* liable to *hadd* shall be in one of the following form, namely:

(a) The accused makes before a Court of competent jurisdiction a confession of the commission of the offence; or

(b) at least four Muslim adult male witnesses, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirements of *Tazkiya-al-shuhood,* that they are truthful persons and abstain from major sins *(kabair),* give evidence as eye-witnesses of the act of penetration necessary to the offence:

Provided that, if the accused is a non-Muslim, the eye-witnesses may be non-Muslims.

Explanation.—In this section "*Tazkiya-al-shuhood*" means the mode of inquiry adopted by a court to satisfy itself as to the credibility of a witness.

3. **The Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) Ordinance, 1979 (VIII of 1979).**

Section 6. *Proof of Qazf liable to hadd.*—The proof of *Qazf* liable to *hadd* shall be in one of the following forms, namely:—

(a) the accused makes before a court of competent jurisdiction a confession of the commission of the offence;

(b) the accused commits *qazf* in the presence of the Court; and

(c) at least two Muslim adult male witnesses, other than the victim of the *Qazf*, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirements of *tazkiya al-shuhood*, that they are truthful persons and abstain from major sins (Kabair), give direct evidence of the commission of *qazf*:

Provided that, if the accused is a non-Muslim, the witnesses may be non-Muslims:

Provided further that the statement of the complainant or the person authorised by him shall be recorded before the statements of the witnesses are recorded.

4. **The Prohibition (Enforcement of Hadd) Order, 1979 (P.O. No. 4 of 1979).**

Section 9. *The Proof of drinking liable to hadd.*—The proof of drinking liable to *hadd* shall be in one of the following forms, namely:

(a) The accused makes before a Court of competent jurisdiction a confession of the commission of drinking liable to *hadd*; and

(b) at least two Muslim adult male witnesses, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirement of *tazkiya al-shuhood*, that they are truthful persons and

abstain from major sine *(kabair)* give evidence of the accused having committed the offence of drinking liable to *hadd*.

Explanation.—In this Article, *tazkiya al-shuhood* means the mode of inquiry adopted by a Court to satisfy itself as to the credibility of a witness.

5. **Qanun-e-Shahadat, 1984 (P.O. No. 10 of 1984).**

Section 17. *Competence and number of witnesses*.—(1) The competence of a person to testify, and the number of witnesses required in any case shall be determined in accordance with the injunctions of Islam as laid down in the Holy Qur'an and Sunnah.

(2) Unless otherwise provided in any law relating to the enforcement of *Hudood* or any other special law,—

(a) in matters pertaining to financial or future obligations, if reduced to writing, the instrument shall be attested by two men, or one man and two women, so that one may remind the other, if necessary, and evidence shall be led accordingly; and

(b) in all other matters, the Court may accept, or act on, the testimony of one man or one woman or such other evidence as the circumstances of the case may warrant.

6. **Pakistan Citizenship Act, 1951 (VII of 1951).**

Section 4. *Citizenship by birth*.—Every person born in Pakistan after the commencement of this Act shall be a citizen of Pakistan by birth;

Provided that a person shall not be such a citizen by virtue of this section if at the time of his birth—

(a) his father or mother possesses such immunity from suit and legal process as is accorded to an envoy of an external sovereign power accredited in Pakistan and is not a citizen of Pakistan; or

(b) his father is an enemy alien and the birth occurs in a place then under occupation by the enemy.

Section 5. *Citizenship by descent.*—Subject to the provisions of section 3, a person born after the commencement of this Act shall be a citizen of Pakistan by descent if his father or mother is a citizen of Pakistan at the time of his birth:

Provided that if the father of such person is a citizen of Pakistan by descent only, that person shall not be a citizen of Pakistan by virtue of this section unless—

(a) that person's birth having occurred in a country outside Pakistan the birth is registered at a Pakistan Consulate or Mission in that country, or where there is no Pakistan Consulate in that country at the prescribed Consulate or Mission or at a Pakistan Consulate or Mission in the country nearest to that country; or

(b) that person's father or brother is at the time of the birth in the service of any Government in Pakistan.

Section 6. *Citizenship by migration.*—(1) The Federal Government may, upon his obtaining a certificate of domicile under this Act, register as a citizen of Pakistan by migration any person who after the commencement of this Act and before the first day of January, 1952, has migrated to the territories now included in Pakistan from any territory in the Indo-Pakistan sub-continent outside those territories, with the intention of residing permanently in those territories:

Provided that the Federal Government may, by general or special order, exempt any person or class of persons from obtaining a certificate of domicile required under this sub-section.

(2) Registration granted under the preceding sub-section shall include, besides the person himself, his wife, if any, unless his marriage with her has been dissolved, any minor child of his dependent whether wholly or partially, upon him.

Section 8. *Rights of Citizenship of certain persons resident abroad.*—(1) The Federal Government may, upon application made to it in this behalf, register as a citizen of Pakistan any person who, or whose father or whose father's father, was born in the Indo-Pakistan sub-continent and who is ordinarily resident in a country outside Pakistan at the commencement of this Act, if he has, unless exempted by the Federal Government in this behalf, obtained a certificate of domicile:

Provided that a certificate of domicile shall not be required in the case of any such person who is out of Pakistan under the protection of a Pakistan passport, or in the case of any such person whose father's father is at the commencement of this Act residing in Pakistan or becomes, before the aforesaid application is made, a citizen of Pakistan.

(2) A sujbect of the State of Jammu and Kashmir who, being under the protection of a Pakistan passport, is resident in the United Kingdom or such other country as the Federal Government may, by notification in the official Gazette, specify in this behalf, shall, without prejudice to his rights and status as a subject of that State, be deemed to be a citizen of Pakistan.

Section 10. *Married Women.*—(1) Any woman who by reason of her marriage to a British subject before the first day of January, 1949, has acquired the status of a British subject shall, if her husband becomes a citizen of Pakistan, be a citizen of Pakistan.

(2) Subject to the provisions of sub-section (1) and sub-section (4), a woman who has been married to a citizen of Pakistan or to a person who but for his death would have been citizen of Pakistan under section 3, 4 or shall be entitled, on making application therefor to the Federal Government in the prescribed manner, and if she is an alien, on obtaining a certificate of domicle and taking the oath of allegiance in the form set out in the Schedule to this Act, to be registered as a citizen of Pakistan whether or not she has completed twenty-one years of her age and is of full capacity.

(3) Subject as aforesaid, a woman who has been married to a person who, but for his death, could have been a citizen of Pakistan

under the provisions of sub-section (1) of section 6 (whether he migrated as provided in that sub-section or is deemed under the proviso to section 7 to have so migrated) shall be entitled as provided in sub-section (2) subject further, if she is an alien, to her obtaining the certificate and taking the oath therein mentioned.

(4) A person who has ceased to be a citizen of Pakistan under section 14 or who has been deprived of citizenship of Pakistan under this Act shall not be entitled to be registered as a citizen thereof under this section but may be so registered with the previous consent of the Federal Government.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکومت پاکستان

کیبنٹ سیکرٹریٹ خواتین ڈویژن

سمری برائے کابینہ

موضوع:۔ خواتین کے خلاف امتیازی قوانین میں ترمیم

خواتین کے خلاف جملہ امتیازی قوانین بشمول حدود آرڈیننس کی تنسیخ کے بارے میں پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور پر عملدر آمد کی غرض سے خواتین ڈویژن نے، جس کا بنیادی فریضہ خواتین سے متعلق امور کو نمٹانا ہے، حدود آرڈیننس سمیت ایسے تمام قوانین کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگرچہ ان قوانین کا نفس موضوع دوسری وزارتوں/ ڈویژنوں سے تعلق رکھتا ہے، تاہم منشور کے محولہ بالا حصہ پر جلد عملدر آمد کی خاطر اس ڈویژن نے یہ ذمہ داری قبول کی ہے کہ متعلقہ وزارتوں/ڈویژنوں کے بعد یہ معاملہ کابینہ کے سامنے رکھا جائے۔ حدود آرڈیننس سمیت ایسے سارے امتیازی قوانین کے محتاط مطالعہ اور جانچ پڑتال کے بعد خواتین ڈویژن کی رائے میں درج ذیل قوانین میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ یعنی ۔

(۱) جرائم بہ خلاف مال (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۷ سرقہ موجب حد سے بحث

کرتی ہے۔ اس دفعہ کی شق (ب) کے مطابق مذکورہ جرم کے اثبات کے لئے دو بالغ مسلمان مردوں کی شہادت لازمی ہے۔ اس طرح خواتین کو شہادت دینے سے خارج کر دیا گیا ہے خواہ وہ چشم دید گواہ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ صریحاً ایک امتیازی دفعہ ہے اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اس میں ترمیم کر کے لفظ "مرد" حذف کیا جائے۔

(۲) جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۸ کا تعلق زنا یا زنا بالجبر موجب حد سے ہے۔ اس کی شق (ب) کی رو سے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ "کم از کم چار بالغ مسلمان مرد گواہوں کو جرم کے ارتکاب کی گواہی دینی چاہئے" خواتین کو بطور خاص شہادت سے خارج کیا گیا ہے۔ پس یہ دفعہ امتیازی ہے اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اس میں ترمیم کی جائے اور لفظ "مرد" حذف ہونا چاہئے۔

(۳) جرم قذف (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۶ قذف موجب حد کے ثبوت سے بحث کرتی ہے۔ اس کی شق (ج) کی رو سے کم از کم دو مسلمان بالغ مردوں کی شہادت "ضروری ہے۔ یہاں لفظ "مرد" شامل کر کے خواتین کو بحیثیت گواہ پیش ہونے سے واضح طور پر محروم کر دیا گیا ہے۔ پس یہ خواتین کے خلاف ایک امتیازی دفعہ ہے۔ اس لئے ہماری تجویز ہے کہ اس میں سے لفظ "مرد" کو حذف کرتے ہوئے ضروری ترمیم بروئے کار لائی جائے۔

(۴) امتناع شراب نوشی (نفاذ حدود) آرڈر مجریہ ۱۹۷۹ء کا آرٹیکل ۹ "شراب نوشی موجب حد" کے ثبوت کے بارے میں ہے۔ جس کی کلاز (ب) کے مطابق شراب نوشی موجب حد کے اثبات کے لئے کم از کم دو مسلمان بالغ مرد گواہوں کا ہونا لازمی ہے۔ اس شق میں لفظ "مرد" کے ادخال نے عورتوں کو شراب نوشی موجب حد میں بطور گواہ پیش ہونے سے خارج کر دیا ہے۔ اس لئے یہ دفعہ امتیازی ہے۔ چنانچہ تجویز کیا جاتا ہے کہ مذکورہ شق میں سے لفظ "مرد" کو حذف کر کے ضروری ترمیم کی جائے۔

(۵) مخصوص مدت کے لئے قرض کی دستاویز کی تصدیق سے متعلق قرآن حکیم کا حکم مشروط ہے کیونکہ اس میں الفاظ "دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں" کے بعد واضح طور پر کہا گیا ہے "تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے"۔

بالفاظ دیگر یہ حکم خواتین کے تحفظ کے لئے دیا گیا ہے، انہیں شہادت سے محروم

رکھنے یا ان کی گواہی کا وزن کم کرنے کے لئے نہیں دیا گیا۔ شہادت قلم بند کرنے کے بارے میں قرآن مجید کے دوسرے حوالوں میں (جو تعداد کے لحاظ سے کل چھ ہیں) مردوں اور عورتوں کی شہادت میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا ہے۔ لفظ "منکم" کے استعمال کو دیکھ کر بعض متشدد عناصر یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہاں صرف مردوں کا حوالہ دیا گیا ہے اس لئے صرف انہیں کی شہادت قابل ادخال ہے (حدود آرڈیننس میں عورتوں کو شہادت سے محروم رکھنے کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے) جبکہ لفظ "منکم" پوری نوع انسانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ یہ لفظ ان آیات میں بھی استعمال ہوا ہے جن میں نماز یا روزہ کا حکم دیا گیا ہے۔

بہرحال قرض کی دستاویز یا تحریری لین دین کے لئے دو خواتین کی شہادت ضروری نہیں، اگر وہ لکھ پڑھ سکتی ہوں، واضح طور پر یہ تحفظ ایسی صورت میں دیا گیا ہے جبکہ ان پڑھ خواتین کو شہادت کے لئے کہا جائے، خصوصاً اس لئے کہ عورتیں مالی معاملات میں عام طور سے زیادہ تجربہ نہیں رکھتیں۔

(۶) پاکستان قانون شہریت مجریہ ۱۹۵۱ء کی دفعات ۴، ۵، ۶، اور ۸ خواتین کے خلاف امتیازی نوعیت کی ہیں اور ان میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں۔

(الف) مذکورہ قانون کی دفعہ ۴ کا تعلق "شہریت بذریعہ پیدائش" سے ہے، اس کے شرطیہ جملہ کی شق (الف) و (ب) ایسے بچہ کو پاکستان کا شہری بننے سے روکتی ہے جس کے باپ کو اس کی پیدائش کے وقت (الف) نالش وغیرہ سے ویسا تحفظ دیا گیا ہو، جیسا کہ غیر ملکی حکومت کے نمائندہ کو دیا جاتا ہے اور وہ پاکستان کا شہری نہ ہو، یا (ب) وہ غیر ملکی دشمن ہو اور بچہ کی پیدائش ایسی جگہ ہوئی ہو جو اس وقت دشمن کے قبضہ میں ہو۔ یہ ہر دو شقیں خواتین کے خلاف امتیازی نوعیت کی ہیں، اس لئے ہم تجویز کرتے ہیں کہ ان میں لفظ "باپ" کے بعد "ماں" کا لفظ بھی شامل کیا جائے۔

(ب) اس قانون کی دفعہ ۵ "شہریت" بذریعہ توارث" سے بحث کرتی ہے جس کی رو سے صرف ایسے بچے کو شہریت ملتی ہے جس کا باپ پاکستان کا شہری ہو، شرطیہ جملہ بھی ایسے باپ کے بچہ سے بحث کرتا ہے۔ پس اس دفعہ میں خواتین کے خلاف

امتیاز برتا گیا ہے اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اس دفعہ میں جہاں جہاں باپ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، وہاں ”یا ماں“ کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے۔ یعنی اصل دفعہ میں، شرطیہ جملہ میں اور شرطیہ جملہ کی شق (ب) میں۔

(ج) دفعہ ۶ کا تعلق ”شہریت بذریعہ نقل وطن“ سے ہے۔ اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (۱) ہر اس شخص کو جس نے ایک خاص عرصہ میں پاکستان کو ہجرت کی، مجاز کرتی ہے کہ وہ ڈومی سائل سرٹیفکیٹ بنوائے اور خود کو پاکستان کا شہری بذریعہ ہجرت کے طور پر رجسٹر کرائے۔ ذیلی دفعہ (۲) کہتی ہے۔ تاہم شرط یہ ہے کہ ذیلی دفعہ (۱) کے تحت رجسٹریشن میں اس کی ذات کے علاوہ اس کی اہلیہ اور نابالغ بچے جو اس کے زیر کفالت ہوں، شامل ہوں گے۔ اس دفعہ میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ اگر کوئی خاتون خود کو پاکستان کے شہری کی حیثیت سے رجسٹر کرائے تو اس میں اس کی ذات کے علاوہ اس کا خاوند وغیرہ بھی شامل ہوں گے۔ یہ ذیلی دفعہ خواتین کے خلاف امتیازی ہے اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اس میں ایسے موزوں طریقہ سے ترمیم کی جائے کہ خواتین کو مردوں کے مساوی حیثیت حاصل ہو جائے۔

(د) مذکورہ قانون کی دفعہ ۸ کی ضمنی دفعہ (۱) بیرون ملک رہنے والے بعض افراد کے حقوق شہریت سے بحث کرتی ہے۔ یہ دفعہ وفاقی حکومت کو اختیار دیتی ہے کہ وہ درخواست موصول ہونے پر درخواست دہندہ کو پاکستان کے شہری کے طور پر رجسٹر کرے جو خود، اس کا باپ یا دادا برصغیر پاک و ہند میں پیدا ہوا، یا جو اس قانون کے نفاذ کے وقت عام طور سے پاکستان سے باہر کسی ملک میں رہتا تھا۔ یہ دفعہ صریحاً عورتوں کے خلاف امتیازی نوعیت کی ہے کیونکہ کوئی ایسا شخص جس کی ماں یا نانی ویسے ہی حالات میں برصغیر پاک و ہند میں پیدا ہوئی ہو، رجسٹریشن کی درخواست نہیں دے سکتا، نہ ہی وفاقی حکومت اسے پاکستان کے شہری کے طور پر رجسٹر کر سکتی ہے۔ اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اصل ذیلی دفعہ (۱) اور اس سے ملحق شرطیہ جملہ میں مناسب طریقہ سے ترمیم کی جائے تا کہ یہ امتیاز ختم ہو سکے۔

(ہ) محولہ بالا ایکٹ کی دفعہ ۱۰ کا تعلق ”شادی شدہ خواتین“ سے ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ کوئی عورت جس نے پاکستان کے شہری کے ساتھ شادی کی ہو یا ایسے

شخص کے ساتھ جو موت سے پہلے پاکستان کا شہری تھا' ڈومی سائل سرٹیفکیٹ حاصل کرنے اور مقررہ فارم پر پاکستان سے وفاداری کا اقرار صالح کرنے کے بعد درخواست دے سکتی ہے اور اسے پاکستان کے شہری کی حیثیت سے رجسٹر کر لیا جائے گا۔ یہ قانون ایسے مرد کو جس نے کسی پاکستان کی شہری خاتون کے ساتھ شادی کی ہو' یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دفعہ ۱۰ میں مذکور شرائط پوری کرنے کے بعد بطور شہری رجسٹریشن کے لئے درخواست دے سکے۔ اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ ایک نئی دفعہ ۱۰۔اے شامل کی جائے جو شادی شدہ مردوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے جیسا کہ دفعہ ۱۰ میں شادی شدہ عورتوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۲۔ جن قوانین میں ترامیم تجویز کی گئی ہیں ان کی عبارتیں آئندہ سطور میں پیش خدمت ہیں۔

۳۔ وزارت قانون وانصاف' مذہبی امور واقلیتی امور' وزارت داخلہ اور نارکوٹکس کنٹرول بورڈ سے جو مجوزہ قوانین میں ترامیم کے نفس موضوع سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں' مشورہ کر لیا گیا ہے اور ان کے خیالات و آراء شامل رپورٹ ہذا ہیں۔

۴۔ درخواست کی جاتی ہے کہ پہلے پیراگراف میں تجویز کردہ جملہ ترامیم کی اصولی طور پر منظوری عطا فرمائیں۔

۵۔ وزیر برائے امور خواتین نے اس سمری کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس کی منظوری دیدی ہے۔

دستخط
(مسز اختر ریاض الدین)
سیکرٹری

ان قوانین کی دفعات جن میں ترامیم کی ضرورت ہے

۱۔ جرائم بخلاف مال (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء

سرقہ موجب حد کے ثبوت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہونگی، یعنی -

(الف) ملزم جرم سرقہ موجب حد کے ارتکاب کا اقبال کرلے اور

(ب) کم از کم دو مسلمان بالغ مرد گواہ، بجز جو چوری کا نشانہ بنے ہوں، جن کے متعلق تزکیۃ الشہود کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عدالت مطمئن ہو کہ وہ سچے افراد ہیں، اور کبائر سے پرہیز کرتے ہیں، چشم دید گواہ کی حیثیت سے ارتکاب جرم کی شہادت دیں۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو چشم دید گواہان غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔

مزید شرط یہ ہے کہ مسروق منہ یا اس کی طرف سے مجاز کردہ شخص کا بیان عینی شاہدوں کے بیانات سے پہلے قلمبند کیا جائے گا۔

تشریح - دفعہ ہذا میں تزکیۃ الشہود سے مراد تفتیش حالات کا وہ طریق کار ہے جو کوئی عدالت گواہ کی ساکھ کے بارے میں خود کو مطمئن کرنے کے لئے بروئے کار لائے۔

۲۔ جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء

دفعہ ۸ زنا یا زنا بالجبر موجب حد کا ثبوت

زنا یا زنا بالجبر موجب حد کو مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی ایک طریقہ سے ثابت کیا جائے گا، یعنی:-

(الف) ملزم عدالت مجاز کے روبرو ارتکاب جرم کا اقبال کرلے - یا

(ب) کم از کم چار مسلمان بالغ مرد گواہ، جن کی بابت تزکیۃ الشہود کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عدالت مطمئن ہو کہ وہ سچے افراد ہیں اور کبائر سے اجتناب برتتے ہیں، بحیثیت چشم دید گواہ دخول کے فعل کی شہادت دیں جو جرم کی تشکیل کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو عینی شاہد غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔

تشریح:۔ اس دفعہ میں تزکیۃ الشہود سے مراد تفتیش کا وہ طریقہ ہے جو عدالت کی طرف سے کسی گواہ کی ساکھ کے بارے میں خود کو مطمئن کرنے کے لئے اختیار کیا جائے۔

۳۔ جرم قذف (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء

دفعہ ۶۔ قذف موجب حدّ کا ثبوت

جرم قذف موجب حد درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک طریقہ سے ثابت ہو گا۔ یعنی:۔

(الف) ملزم عدالت مجاز کے روبرو جرم کے ارتکاب کا اقبال کرے۔

(ب) ملزم عدالت کی موجودگی میں قذف کا ارتکاب کرے۔

(ج) کم از کم دو مسلمان بالغ مرد گواہ، قذف کا نشانہ بننے والوں کے سوا، جن کے بارے میں عدالت کو تزکیۃ الشہود کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اطمینان ہو کہ وہ سچے ہیں اور کبائر سے پرہیز کرتے ہیں، قذف کے ارتکاب کی براہ راست شہادت دیں۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو گواہ غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔

مزید شرط یہ ہے شکایت کنندہ یا اس کی طرف سے مجاز کردہ شخص کا بیان، گواہوں کے بیانات سے پہلے قلمبند کیا جائے گا۔

۴۔ امتناع شراب نوشی (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء

دفعہ ۹۔ شراب نوشی موجب حدّ کا ثبوت

شراب نوشی موجب حدّ کو درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک طریقہ سے ثابت کیا جائے گا۔ یعنی:۔

(الف) ملزم عدالت مجاز کے روبرو شراب نوشی موجب حد کے ارتکاب کا اقبال کرے۔ اور

(ب) کم از کم دو مسلمان بالغ مرد گواہ، جن کی بابت عدالت، تزکیۃ الشہود کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے مطمئن ہو کہ وہ سچے ہیں اور کبائر سے اجتناب برتتے ہیں، اس امر کی شہادت دیں کہ ملزم نے شراب نوشی، موجب حد کا ارتکاب کیا ہے۔

تشریح:۔ اس دفعہ میں تزکیۃ الشہود سے مراد تفتیش کا وہ طریقہ کار ہے جو کسی عدالت کی طرف سے گواہ کی ساکھ کے متعلق خود کو مطمئن کرنے کے لئے اختیار کیا جائے۔

۵۔ قانون شہادت ۱۹۸۴ء

دفعہ ۱۷۔ گواہوں کی اہلیت اور تعداد'

(۱) کسی مقدمہ میں گواہ کی اہلیت اور گواہوں کی مطلوبہ تعداد کا تعین قرآن و سنت میں مذکور اسلامی احکام کے مطابق کیا جائے گا۔

(۲) تاوقتیکہ نفاذ حدود سے متعلق کسی قانون یا کسی خاص قانون میں اس کے برعکس اہتمام نہ کیا گیا ہو۔

(الف) ایسے معاملات میں جن کا تعلق مالیاتی یا مستقبل کی ذمہ داریوں سے ہو' اگر انہیں ضبط تحریر میں لایا جائے تو اس دستاویز کی تصدیق دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کریں گی' تا کہ ایک خاتون بوقت ضرورت دوسری کو یاد دلا سکے اور شہادت اس کے مطابق دی جائے گی' اور

(ب) دیگر تمام معاملات میں عدالت مجاز ہے کہ ایک مرد یا ایک عورت کی شہادت یا ایسی شہادت قبول کرے جیسا کہ مقدمہ کے حالات تقاضا کرتے ہوں اور اس شہادت کے مطابق عمل کرے۔

۶۔ پاکستان قانون شہریت ۱۹۵۱ء

دفعہ ۴۔ شہریت بذریعہ پیدائش

ہر شخص جو قانون ہذا کی تنفیذ کے بعد پیدا ہوا ہو' پاکستان کا شہری بذریعہ پیدائش شمار ہوگا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ ویسا شخص اس دفعہ کی بنا پر پاکستان کا شہری نہیں ہوگا' اگر اس کی پیدائش کے وقت:۔

(الف) اس کے باپ یا ماں کو نالش یا قانونی چارہ جوئی سے ایسا تحفظ حاصل ہو جیسا کہ کسی غیر ملکی

خود مختار حکومت کے نمائندہ کو پاکستان میں حاصل ہوتا ہے اور وہ پاکستان کا شہری نہ ہو یا

(ب) اس کا باپ غیر ملکی دشمن ہو اور بچہ کی ولادت ایسی جگہ ہوئی ہے جو اس وقت دشمن کے قبضہ میں ہو۔

دفعہ ۵۔ شہریت بذریعہ توارث

دفعہ ۳ کے احکام کے تابع رہتے ہوئے 'کوئی شخص جو اس قانون کے نفاذ کے بعد پیدا ہو' پاکستان کا شہری بذریعہ توارث شمار ہوگا بشرطیکہ اس کی پیدائش کے وقت اس کا باپ یا ماں پاکستان کی شہری ہو۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اگر ویسے شخص کا باپ محض ازروئے توارث پاکستان کا شہری ہو تو وہ شخص محض دفعہ ہذا کی بناء پر پاکستان کا شہری تصور نہیں کیا جائے گا۔ تاوقتیکہ '۔

(الف) اس شخص کی پیدائش پاکستان سے باہر کسی ملک میں ہوئی ہو اور اس کا اندراج مذکورہ ملک میں واقع پاکستانی قونصل خانہ یا مشن میں کرایا گیا ہو یا اس ملک میں پاکستان کا قونصل خانہ یا مشن نہ ہونے کی صورت میں قریب ترین ملک میں واقع قونصل خانہ یا مشن میں کرایا گیا ہو۔ یا

(ب) اس شخص کا باپ یا ماں بچہ کی پیدائش کے وقت حکومت پاکستان کی کسی ملازمت میں ہو۔

دفعہ ٦۔ شہریت بذریعہ ہجرت

(۱) وفاقی حکومت مجاز ہے کہ کسی شخص کو قانون ہذا کے تحت ڈومیسائل سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے بعد پاکستان کا شہری بذریعہ ہجرت رجسٹر کر لے جس نے اس قانون کے نفاذ کے بعد اور یکم جنوری ۱۹۵۲ء سے قبل برصغیر پاک وہند کے کسی علاقہ سے ان علاقوں کی طرف مستقلاً سکونت اختیار کرنے کے ارادہ سے ہجرت کی ہو جو اس وقت پاکستان میں شامل ہیں۔

تاہم شرط یہ ہے کہ وفاقی حکومت کسی عمومی یا خاص حکم کے ذریعے کسی شخص یا اشخاص کی جماعت کو اس دفعہ کے تحت ڈومیسائل سرٹیفکیٹ کے حصول سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے۔

(۲) ماقبل ذیلی دفعہ کے تحت کی گئی رجسٹریشن میں اس شخص کے علاوہ اس کی بیوی 'اگر کوئی ہو' تاوقتیکہ اس کے ساتھ نکاح فسخ نہ ہو جائے 'اور کوئی نابالغ بچہ جو جزوی یا کلی طور پر اس کے زیر کفالت ہو' شامل ہوگا۔

دفعہ ۸۔ بیرون ملک سکونت رکھنے والے بعض افراد کے حقوق شہریت

(۱) وفاقی حکومت مجاز ہے کہ کسی شخص کو اس سلسلہ میں درخواست دینے اور ڈومیسائل سرٹیفکیٹ حاصل کرنے پر پاکستان کے شہری کی حیثیت سے رجسٹر کر لے جو خود یا اس کا باپ دادا بر صغیر پاک وہند میں پیدا ہوا اور قانون ہذا کے نفاذ سے قبل عام طور پر پاکستان سے باہر کسی دوسرے ملک میں رہائش پذیر رہا ہو' ماسوائے جبکہ وفاقی حکومت نے اسے اس سلسلہ میں مستثنیٰ قرار دے دیا ہو'

تاہم شرط یہ ہے کہ ایسے شخص کی صورت میں ڈومیسائل سرٹیفکیٹ بنوانا لازمی نہیں ہو گا جو پاکستانی پاسپورٹ کی روسے بیرون ملک گیا ہوا ہو یا ایسا شخص جس کا دادا اس قانون کے نفاذ کے وقت پاکستان میں سکونت پذیر ہو یا مذکورہ بالا درخواست دینے سے قبل پاکستان کا شہری بن گیا ہو۔

(۲) ریاست جموں و کشمیر کا کوئی باشندہ جو پاکستانی پاسپورٹ کا حامل ہو اور برطانیہ عظمیٰ یا کسی ایسے ملک میں سکونت رکھتا ہو' جس کے بارے میں وفاقی حکومت سرکاری جریدہ میں اشتہار کے ذریعے اس امر کی صراحت کرے' ریاست جموں و کشمیر کے باشندہ کے طور پر اس کے حقوق اور حیثیت کو متاثر کئے بغیر' پاکستان کا شہری تصور کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۰ شادی شدہ خواتین

(۱) کوئی خاتون جس نے یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے قبل کسی برطانوی باشندہ کے ساتھ شادی کرنے کی بناء پر برطانوی شہریت حاصل کر لی ہو' اگر اس کا شوہر پاکستان کا شہری بن گیا ہو' وہ بھی پاکستان کی شہری شمار ہوگی۔

(۲) ذیلی دفعہ (۱) اور (۴) کے احکام کے تابع رہتے ہوئے کسی خاتون کو جس نے پاکستان کے کسی شہری یا ایسے شخص کے ساتھ شادی کی ہو جو موت نہ آنے کی صورت میں زیر دفعہ ۳' ۴ پاکستان کا شہری شمار ہوتا' یا اس سلسلہ میں وفاقی حکومت کو درخواست دینے پر حق شہریت کا مستحق ہوتا' اور اگر وہ خاتون غیر ملکی ہو' ڈومیسائل سرٹیفکیٹ بنوانے کے بعد اور مقررہ فارم پر جو کہ شیڈول میں درج ہے پاکستان سے وفاداری کا اقرار صالح کرنے کے بعد پاکستان کے شہری کی حیثیت سے رجسٹر کر لیا جائیگا خواہ اس کی عمر

پورے ۲۱ برس ہو گئی ہو یا نہ ہوئی ہو' اور وہ قانونی لحاظ سے پوری اہلیت رکھتی ہو' (مثلاً بالغ ہو' صحیح الدماغ ہو)۔

(۳) مذکورہ بالا دفعہ کے تابع رہتے ہوئے کوئی خاتون جس نے ایسے شخص کے ساتھ شادی کی ہو جو موت واقع نہ ہونے کی صورت میں دفعہ ۶ کی ذیلی دفعہ (۱) کی رو سے پاکستان کا شہری ہوتا' (خواہ اس نے مذکورہ ذیلی دفعہ کے معنوں میں ہجرت کی ہو یا دفعہ ۷ کے شرطیہ جملہ کے تحت اس کا ہجرت کرنا فرض کر لیا گیا ہو) ذیلی دفعہ (۲) میں کئے گئے مزید اہتمام کے تابع رہتے ہوئے بشرطیکہ وہ غیر ملکی ہو' اس امر کی مستحق ہوگی کہ ڈومیسائل سرٹیفکیٹ حاصل کرے اور اس میں مذکورہ اقرار صالح کرے۔

(۴) کوئی شخص جو زیر دفعہ ۱۴ پاکستان کی شہریت کھو چکا ہو' یا جسے قانون ہذا کے تحت پاکستان کی شہریت سے محروم کر دیا گیا ہو' اس امر کا مستحق نہیں ہو گا کہ اسے دفعہ ہذا کے تحت پاکستان کے شہری کی حیثیت سے رجسٹر کیا جائے۔ تاہم وفاقی حکومت کی پیشگی منظوری کے ساتھ ایسا کیا جا سکتا ہے۔"

کونسل نے مندرجہ بالا مسائل پر غور و فکر کے لئے یہ معاملہ اپنی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی و سیاسی اصلاحات کے سپرد کر دیا۔ اس کمیٹی کا اجلاس ۱۶ تا ۱۸ جون ۱۹۹۰ء اسلام آباد میں ہوا۔ جس کی رپورٹ کونسل کے اجلاس چہارم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء میں پیش کی گئی رپورٹ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

> "عورتوں کے خلاف امتیازی قوانین میں ترمیم سے متعلق وزارت مذہبی امور کے استفسار کے بارے میں کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ یہ ایک پرانا اور لمبا مسئلہ ہے کہ عورت کی گواہی حدود میں قابل قبول ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر کمیٹی کا اتفاق رائے مشکل ہے ویسے بھی اس مسئلہ پر اہل قلم علماء کرام اور قانون داں حضرات کے حلقوں میں بہت طول طویل بحثیں ہو چکی ہیں۔ فریقین کے دلائل بھی سامنے ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ فریقین کو اپنی اپنی رائے پر بڑی شدت سے اصرار ہے لہٰذا کمیٹی یہ مناسب سمجھتی ہے کہ اس مسئلہ کو مزید غور و فکر کے لئے کونسل کے سپرد کیا جائے۔

کونسل نے مذکورہ بالا رائے پر غور کرنے کے بعد ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی جو خواتین سے متعلق امتیازی قوانین اور حدود لاز اور دیگر مسائل کا بغور جائزہ لینے کے بعد چھ ہفتے کے اندر اپنی رپورٹ

کونسل کو پیش کرے گی۔ اراکین کمیٹی مذکورہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جناب جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	کنوینر
(۲) جناب جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف	رکن
(۳) جناب مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
(۴) جناب مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
(۵) جناب پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
(۶) جناب سید ذاکر حسین شاہ	رکن
(۷) محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

کونسل کی مقرر کردہ مندرجہ بالا خصوصی کمیٹی کا اجلاس بتاریخ ۲۱ - ۲۲ ستمبر ۱۹۹۰ء لاہور میں منعقد ہوا۔ اس کے بعد کمیٹی کے کنوینر جناب جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری نے کونسل کے چھٹے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء میں کونسل کو بتایا کہ:۔

"ہم نے اس استفسار پر غور کیا ہے۔ اس میں بہت سے اہم مسائل ہیں جن پر بڑی تحقیق اور تدقیق کی ضرورت ہے۔ ایک اجلاس میں چند ارکان اس کو حل نہیں کر سکتے................. ان قوانین کے بارے میں جلدی نہ کریں کیونکہ ان میں بہت سے غور طلب مسائل ہیں۔ مثلاً خواتین کا حاکم جج و شاہد وغیرہ بننے میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنا ہے وہ مردوں کے شانہ بشانہ الیکشن میں بھی حصہ لیں وغیرہ اس طرح کے مسائل ہیں جن کے لئے مزید وقت درکار ہے............"

جناب کنوینر صاحب کی مندرجہ بالا رائے پر اراکین کرام نے تفصیل سے اظہار خیال کیا۔

جناب کنوینر صاحب نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ اس کمیٹی میں مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب کو بھی شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ اس گفتگو کے بعد کونسل نے فیصلہ کیا کہ مندرجہ بالا موضوع پر غور وخوض کرنے کے لئے مناسب ہو گا کہ امتیازی قوانین کی کمیٹی اور قانونی وسیاسی اصلاحات کمیٹی دونوں کو باہم مدغم کیا جائے اور یہ دونوں کمیٹیاں مل کر اس موضوع پر کام کریں۔

اس سلسلے میں جناب چیئرمین صاحب نے دونوں کمیٹیوں کو ہدایت کی کہ وہ خواتین سے متعلق مسائل پر تحقیقی کام کریں۔ لاہور، راولپنڈی اور کراچی میں اجلاس منعقد کریں اور تمام اہل علم اور ماہرین

کومدعو کریں۔ ان کی تفصیلی آراء سنیں خواہ وہ موافق ہوں یا مخالف ہوں۔ اس سلسلے میں وہ ماہرین سے ملاقات کریں۔ یونیورسٹی کے پروفیسروں کو بلائیں۔ خالد اسحاق، رشیدہ پٹیل اور دیگر اہل علم لوگوں سے رابطہ قائم کریں (اور اس طرح) اس رپورٹ کو تیار کریں۔



نظام معیشت

اسلامی نظام معیشت کی تدوین نو کیلئے کمیٹی کا قیام

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے محولہ بالا موضوع پر اپنے پہلے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا۔

گزشتہ کونسل نے اسلامی نظام معیشت کا خاکہ تیار کرنے کے لئے ایک ذیلی کمیٹی قائم کی تھی جس کے دو اجلاس منعقد ہوئے تھے لیکن اس کام میں کوئی خاص پیش رفت نہ ہو سکی تھی۔ چنانچہ نو تشکیل شدہ کونسل نے سابقہ مواد پر غور کرنے کے بعد حسب ذیل اراکین پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی اور طے پایا کہ یہ کمیٹی جلد از جلد اس موضوع پر ایک جامع رپورٹ مرتب کرے گی:۔

(۱) جسٹس (ریٹائرڈ) مفتی سید شجاعت علی قادری	کنوینر
(۲) مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
(۳) سید ذاکر حسین شاہ	رکن
(۴) علامہ عرفان حیدر عابدی	رکن
(۵) سید افضل حیدر	رکن
(۶) علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
(۷) محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

اسلامی نظام معیشت پر جامع رپورٹ

ذیلی کمیٹی نے اس کام کی تکمیل کے لئے تین اجلاس (۱) منعقد کئے اور ایک جامع رپورٹ مرتب کی جسے کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء میں چند ترامیم اور اضافوں کے ساتھ منظور کر لیا۔ یہ رپورٹ الگ طور پر طبع کی جا رہی ہے ۔

(۱) ۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء اسلام آباد میں؛ ۲۳ - ۲۴ مئی ۱۹۹۰ء کراچی میں اور ۲۵ تا ۲۸ اگست ۱۹۹۰ء لاہور میں۔

استفسارات
سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کے خاص ڈیپازٹ سرٹیفکیٹس پر زکوٰۃ کی کٹوتی کا مسئلہ

مذکورہ بالا موضوع پر استفسار وزارت تعلیم کی جانب سے بتوسط وزارت مذہبی امور بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ایف ۴ - ۴/۸۷۔ این آئی مورخہ ۲۶ جون ۱۹۸۹ء کونسل کو موصول ہوا جس میں کہا گیا ہے کہ:۔

"نیشنل بنک آف پاکستان کراچی مین برانچ ۱۹۸۷ء سے سندھ مدرستہ الاسلام کے فنڈز جو خاص ڈیپازٹ سرٹیفکیٹس کی صورت میں ان کے پاس جمع ہیں ان سے زکوٰۃ کاٹ رہی ہے اور اس سلسلے میں ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ فنڈز زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

(۲) لیکن وزارت یہ سمجھتی ہے کہ سرکاری رقوم پر زکوٰۃ نہیں کاٹی جاتی کیونکہ اس طرح سکول کے فنڈز سے زکوٰۃ کاٹے جانے کے باعث رقم کا بہت سا حصہ نکل جاتا ہے۔ اس لئے اسکول کو عمدہ طریقے سے چلانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

علاوہ ازیں فنانس ڈویژن نے بجٹ میں بچت کی جو کاٹ لگائی ہے اس سے سکول کے بجٹ کی حالت مزید سنگین ہو گئی ہے اور اضافی بجٹ کی بھی عموماً منظوری نہیں دی جاتی۔

ان مشکل حالات کے پیش نظر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ سکول ہذا کے فنڈز کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(۳) وزارت مذہبی امور سے التماس ہے کہ اس بارے میں زکوٰۃ سے استثنیٰ کے لئے ضروری ہدایات جاری کرے"۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے محولہ بالا استفسار پر اپنے اجلاس منعقد اسلام آباد بتاریخ ۱۹ - ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ - ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:۔

"اگر سندھ مدرستہ الاسلام ان تقاضوں کو پورا کرتا ہے جو زکوٰۃ سے استثناء کے لئے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کی دفعہ ۲ کی شق نمبر ۲۳ کے تحت بیان کئے گئے ہیں تو اس کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے"۔

کونسل کا مذکورہ بالا فیصلہ وزارت تعلیم کو بذریعہ مراسلہ یاد نمبر ۳ (۷۱) / ۹۰ آر۔ سی آئی آئی / ۱۱۰۳ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۹۰ء بھیجا گیا اور اس کی نقل سیکرٹری وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد کو بھیجی گئی۔

زکوٰۃ وضع کرنے کیلئے تاریخ تشخیص میں ہر سال تبدیلی کا مسئلہ

محولہ بالا موضوع پر استفسار مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی جانب سے بوساطت وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور بذریعہ مراسلہ نمبر ۹ (۶) / اے ڈی جے (آر اینڈ آر) / ۸۹ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۹۰ء کونسل کے دفتر میں موصول ہوا۔

اس مراسلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ چونکہ عوام کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ ہر سال رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو وضع کی جاتی ہے' اس لئے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کی غرض سے مقررہ تاریخ سے پہلے اپنے کھاتوں سے بڑی بڑی رقمیں نکلوا لیتے ہیں اور بعد میں دوبارہ جمع کروا دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ زکوٰۃ کے لئے اثاثوں کی تاریخ تشخیص ہر سال الگ الگ مقرر کی جائے تاکہ لوگ صحیح تاریخ تشخیص قبل از وقت معلوم نہ ہونے کے باعث اپنے کھاتوں سے بڑی رقمیں نہ نکلوا سکیں۔

چنانچہ کونسل نے اس مسئلے پر اپنے پہلے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل سفارش منظور کی :۔

"یہ انتظامی نوعیت کا مسئلہ ہے' اس لئے زکوٰۃ کونسل اس مسئلے پر خود غور کرے"۔

کونسل کی مذکورہ بالا سفارش ڈائریکٹر جنرل (آر اینڈ آر ونگ) وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۳ (۷۵) / ۹۰ - آر سی آئی آئی / ۷۰۳ مورخہ ۳ جون ۱۹۹۰ء بھیجی گئی اور اس کی نقل ڈپٹی سیکرٹری مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کو بھیجی گئی۔

مروّجہ طریقہ کار کے مطابق مذہبی امور، صحت، تعلیم، سوشل ویلفیئر کی وزارتوں کے ذریعے زکوٰۃ فنڈ کا استعمال

محولہ بالا موضوع پر استفسار مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ اسلام آباد کی جانب سے بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ۶۵۰یو سی ۲۳ (۲) مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۹ء اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد میں موصول ہوا جس میں یہ کہا گیا ہے کہ :۔

" کابینہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۸ اگست ۱۹۸۹ء میں عشر کی تشخیص، اس کی وصولی اور تقسیم کے متعلق خلاصہ پر غور کرتے ہوئے منجملہ اور چیزوں کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ :۔

قانون اور قواعد کی پابندی کرتے ہوئے زکوٰۃ اور عشر فنڈز کا ایک حصہ متعلقہ مقصد کے لئے درج ذیل وزارتوں کو مختص کیا جائے :۔

(۱) وزارت مذہبی امور تاکہ وہ اس رقم کو علماء پر خرچ کرے۔

(۲) ضرورت مند مریضوں کے علاج کے لئے وزارت صحت کو۔

(۳) بیواؤں اور یتیموں کی امداد کے لئے خواتین کی وزارت کو۔

۲۔ زکوٰۃ کی رقم درج ذیل افراد میں تقسیم کی جارہی ہے :۔

(۱) ہسپتال میں قائم شدہ رجسٹرڈ مریضوں کی ویلفیئر سوسائٹی کے ذریعے مستحق مریضوں میں۔

(۲) تعلیمی اداروں کے ذریعے مستحق طلبہ میں۔

(۳) سماجی فلاح و بہبود کے اداروں کے ذریعے پیشہ ورانہ اداروں میں تربیت پانے والے طلبہ میں۔

(۴) مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے ذریعے بیواؤں، یتیموں اور غریب عورتوں کے جہیز کے لئے۔

اس سلسلے میں وفاقی/صوبائی زکوٰۃ کونسل کی جانب سے مفصل طریق کار وضع کیا گیا ہے۔ دینی مدارس، تعلیم، صحت اور سماجی فلاح و بہبود کے اداروں کے ذریعے اور جہیز کے لئے زکوٰۃ کی تقسیم کے سلسلے میں جو طریق کار ہر ایک کے لئے وضع کیا گیا ہے اس کی نقل اس خط کے ساتھ منسلک کی جارہی ہے۔ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کی نقل بھی لف ہے۔ آرڈیننس ہذا کی دفعات ۷ اور ۸ میں زکوٰۃ فنڈز کی وصولی اور تقسیم کے متعلق طریق کار درج ہے۔

۳۔ کابینہ کے فیصلے کے سیاق وسباق میں جیسا کہ پیراگراف نمبر۱ میں ہے، یہ تجویز کی جاتی ہے کہ زکوٰۃ فنڈز کو موجودہ قواعد اور طریق کار کے مطابق متعلقہ وزارتوں کی تحویل میں دے دیا جائے تاکہ وہ ان فنڈز کو متعلقہ مقصد کے لئے استعمال میں لائیں۔

۴۔ ہم آپ کے ممنوں ہوں گے اگر آپ زکوٰۃ ایڈ منسٹریشن کو اپنے مشورے سے جلد از جلد مطلع فرمائیں دیں تاکہ حکومت اور سنٹرل زکوٰۃ کونسل اس سلسلے میں ایک ماڈل تیار کر سکے اور قواعد وضوابط وضع کر سکے۔"

کونسل نے محولہ بالا موضوع پر اجلاس اول منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ - ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ - ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل رائے دی :-

"کونسل کی رائے میں مروّجہ زکوٰۃ آرڈیننس کی دفعات نمبر ۷ تا ۹ میں زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا جو طریقہ کار درج ہے، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اس قانون کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا طریقہ تقسیم اختیار نہیں کیا جاسکتا۔"

کونسل کی مندرجہ بالا رائے بذریعہ مراسلہ یواو نمبر ایف ۳ (۷۶) /۹۰۔ آر سی آئی آئی/ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۹۰ء مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کو بھیجی گئی اور اس کی نقل سیکرٹری وزارت مذہبی امور واقلیتی امور کو ارسال کی گئی۔

مرکزی اور صوبائی زکوٰۃ فنڈز کے فاضل سرمائے کی پی ایل ایس اکاؤنٹ میں سرمایہ کاری

موضوع محولہ بالا پر مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کا ایک استفسار بتوسط وزارت مذہبی امور واقلیتی امور بذریعہ مراسلہ نمبر ۹ (۶) /اے ڈی۔ جے (آر اینڈ آر) ۸۹ مورخہ ۸/جون ۱۹۸۹ء کونسل کو موصول ہوا تھا۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ :-

سابقہ کونسل نے اپنے یواو نمبر ۳ (۶۱) /۸۹۔ آر۔ سی آئی آئی/ ۶۰۳ مورخہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۸۹ء میں محولہ بالا موضوع پر حسب ذیل جو فیصلہ بھیجا تھا، وہ مبہم ہے یعنی :-

"زکوٰۃ کی رقم کو جلد از جلد مستحقین تک پہنچانا فرض ہے۔ اس کے بعد اگر زکوٰۃ کی کچھ رقم

بچ رہے تو اس کی حفاظت کے لئے کوئی بھی جائز طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا شرعی اصولوں کے مطابق اس کی سرمایہ کاری بھی جائز ہے۔"

مناسب ہو گا کہ نو تشکیل شدہ کونسل مندرجہ بالا فیصلے پر دوبارہ غور کر کے واضح جواب ارسال کرے۔"

چنانچہ کونسل نے مندرجہ بالا استفسار اپنی مقرر کردہ ذیلی کمیٹی متعلقہ اسلامی نظام معیشت کو برائے غور و خوض و اظہار رائے بھیج دیا۔

ذیلی کمیٹی متعلقہ اسلامی نظام معیشت نے محولہ بالا موضوع پر اپنے اجلاس منعقدہ ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء میں غور کیا اور حسب ذیل سفارش منظور[1] کی جسے کونسل نے اپنے پانچویں اجلاس بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء میں بطور فیصلہ منظور کر لیا:۔

"زکوٰۃ کا پیسہ سودی کاروبار میں لگانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک پی ایل ایس اکاؤنٹ کا تعلق ہے یا کسی اور منصوبے میں تو یہ بھی شرعاً درست نہیں۔ تقسیم زکوٰۃ یعنی مستحقین تک ان رقوم کا پہنچانا حکومت کی ذمہ داری ہے اور حکومت اس رقم کی امین ہے لہٰذا اس امانت کی ادائیگی کو اولیت دی جانی چاہئے نہ کہ اس کو جمع کر کے رکھا جائے۔ زکوٰۃ عام ٹیکسوں کی طرح کا ٹیکس نہیں جو حکومت کی صوابدید پر ہو۔ صاحب نصاب تو زکوٰۃ ادا کر کے اپنے شرعی فریضہ سے اپنی حد تک سبکدوش ہو گیا لہٰذا اس کی نیت کا لحاظ ضروری ہے۔ اس رقم کو انہیں مقاصد پر خرچ کرنا ہے جو قرآن و سنت میں متعارف و معروف ہیں نہ کہ اس رقم کو روک رکھنا اور اس کی سرمایہ کاری کے طریقے تلاش کرنا۔ اس کا احکام شریعت میں کہیں ذکر نہیں اور نہ دینے والے کی یہ نیت تھی کہ اس کی ادا کردہ رقم سے سرمایہ کاری کی جائے۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کی دفعہ ۸ کی رو سے بھی اس کا کوئی جواز نہیں"

۱۔ کمیٹی کی تفصیلی رپورٹ بطور ضمیمہ ۲ رپورٹ کے آخر میں شامل ہے۔

روز گار اور آمدنی بڑھانے والی سکیموں میں زکوٰۃ فنڈ کی سرمایہ کاری

زکوٰۃ فنڈز سے روز گار اور آمدنی بڑھانے والی سکیموں میں سرمایہ کاری کی نسبت مندرجہ بالا استفسار مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ (وزارت خزانہ) کی جانب سے بذریعہ مراسلہ نمبر ۴۲۰/زیڈ سی۔ ۳۹ مورخہ ۲۱ - نومبر ۱۹۹۰ء کونسل کے دفتر میں موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ :-

کابینہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۲۔ نومبر ۱۹۹۰ء میں پانچ ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی تا کہ وہ عشر فنڈز کے استعمال کا جائزہ لے۔ کمیٹی کے مفوضہ فریضہ سے تعلق رکھنے والے موضوع کے الفاظ درج ذیل ہیں :-

(۱) "۳ (ii) (الف) ایسے منصوبے شروع کئے جائیں جن میں زکوٰۃ فنڈز سے سرمایہ کاری کر کے روز گار کے مواقع اور آمدنی میں اضافہ کیا جاسکے۔

(۲) اگرچہ زکوٰۃ و عشر آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء کی دفعہ ۸ میں ایسا کوئی خصوصی اہتمام نہیں کیا گیا جس کی رو سے زکوٰۃ فنڈز کو انفرادی مستحقین کی کفالت و آباد کاری نیز دینی مدارس کے ساتھ ساتھ تعلیمی، معاشرتی فلاح و بہبود اور طبّی اداروں کو مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے ذریعے مالی امداد دینے کے علاوہ مدات میں استعمال کیا جاسکے، لیکن اب کابینہ کی طرف سے تجویز کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ فنڈز کو روز گار کے مواقع بڑھانے نیز آمدنی میں اضافہ کرنے والی اسکیموں میں استعمال کرنے کا جائزہ لیا جائے تا کہ مذکورہ آرڈیننس کی دفعہ ۸ کی شق (ج) کے سیاق و سباق کی روشنی میں مستحقین زکوٰۃ کی آمدنی کے معیار میں اضافہ ہوسکے۔ محولہ بالا آرڈیننس کی دفعہ ۸ کی ایک نقل مراسلہ کے ساتھ منسلک ہے۔

(۳) کابینہ کی کمیٹی نے ۱۵ر نومبر ۱۹۹۰ء کو منعقدہ اپنے پہلے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو پیرا (۱) کے حوالے سے ایک ریفرنس بھیجا جائے۔ چنانچہ کونسل سے درخواست ہے کہ وہ درج ذیل مسئلہ کی بابت اپنے مشورہ سے جلد مطلع کرے:۔

(الف) آیا زکوٰۃ فنڈز سے ایسے منصوبوں میں سرمایہ کاری کی جاسکتی ہے جن سے مستحقین کے لئے روز گار کے مواقع نیز ان کی آمدنی میں اضافہ ہوسکے؟

(ب) آیا زکوٰۃ فنڈز سے خصوصی طور پر مندرجہ ذیل منصوبوں میں سرمایہ کاری کی جاسکتی ہے؟

تا کہ آمدنی میں مستقل اضافہ ہوسکے ؟

صنعتی منصوبوں میں سرمایہ کاری۔

شیڈولڈ بنکوں کے نفع ونقصان میں شراکت (پی ایل ایس) والے کھاتوں میں سرمایہ کاری۔

مستحقین کے نام پر کمپنیوں کے حصص کی خریداری۔

صرف مستحقین کو تربیت دینے اور ہنر سکھانے کے لئے اداروں کا قیام، تا کہ انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا جاسکے۔

ڈیفنس سیونگز سرٹیفکیٹ، این آئی ٹی کے حصص، بیئرر بانڈز نیز حکومت کی طرف سے وقتاً وقتاً جاری کردہ اسی قسم کے دیگر سرٹیفکیٹ اور بانڈز وغیرہ کی خریداری۔

۴۔ چونکہ کابینہ کمیٹی اپنی رپورٹ ۲۰ر دسمبر ۱۹۹۰ء تک پیش کرنا چاہتی ہے اس لئے گذارش ہے کہ کونسل مندرجہ بالا تجاویز پر جلد از جلد غور کر کے براہ کرم ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۰ء تک جواب سے مطلع کر دے۔"

مندرجہ بالا استفسار پر کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۵ تا ۲۸ نومبرر ۱۹۹۰ء میں غور کیا اور حسب ذیل سفارشات منظور کیں:۔

کابینہ کمیٹی کے استفسارات کے جوابات شق وار حسب ذیل ہیں ۔

(الف) زکوٰۃ فنڈ سے منصوبوں میں سرمایہ کاری کی شرعاً اجازت اس لئے نہیں کہ زکوٰۃ سے موصول شدہ رقوم کو روک کر رکھنا ہی شرعاً درست نہیں کیونکہ ان کی فوری تقسیم اولیں فرصت میں ہو جانی چاہئے۔

(ب) اس کا جواب شق الف کے ذیل میں آچکا ہے۔

چونکہ نفع نقصان کی بنیاد پر پی ایل ایس میں سرمایہ کاری بھی شرعاً درست نہیں اس لئے شیڈولڈ بنکوں میں سرمایہ کاری کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مستحقین زکوٰۃ کے نام پر حصص خرید کر ان حصص کو مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کر کے ان کو مالک بنادیا جائے تو یہ طریقہ درست ہو گا۔

زکوٰۃ کی رقم سے تربیتی یا تعلیمی ادارے قائم نہیں کئے جاسکتے، البتہ اگر ایسے

تربیتی ادارے موجود ہوں یا آئندہ قائم کئے جائیں جو زکوۃ کے علاوہ کسی اور فنڈ سے قائم کئے گئے ہوں تو ان میں مستحقین زکوۃ کی تربیت پانے کے لئے زکوۃ کی رقم سے تملیک کے اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے مالی معاونت کی جا سکتی ہے۔

ڈیفنس سرٹیفکیٹ اور بیئرر بانڈز کے سلسلہ میں تو یہ بات مسلم ہے کہ ان کا طریق کار سودی ہے البتہ اگر این آئی ٹی یونٹ میں سود کا شائبہ نہ ہو تو یہ سرٹیفکیٹ بذریعہ تملیک مستحقین کو دیئے جا سکتے ہیں۔

کونسل کی مذکورہ بالا دونوں سفارشات بذریعہ مراسلہ یادداشت نمبر ۳ (۸۸)/۹۰۔ آر سی آئی آئی/۱۵۴۱ مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۹۰ء وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بھیجی گئیں اور اس کی نقل مرکزی زکوۃ انتظامیہ کو بھیجی گئی۔

نظام عشر (وصولی و تقسیم) کی اصلاح

عنوان بالا سے متعلق مرکزی زکوۃ انتظامیہ کا استفسار نمبر ڈی او - ۱۸۱ اے جی زیڈ/۹۰ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۹۰ء وزارت مذہبی امور کے مراسلہ نمبر ۹ (۶)/اے ڈی جے/۸۹ مورخہ ۲۱ جون ۱۹۹۰ء کی وساطت سے کونسل کے دفتر میں موصول ہوا۔ جس میں کہا گیا ہے کہ:۔

"عشر کی وصولی اعشاریہ یونٹ کی اوسط پیداوار پر فلیٹ ریٹ (یکساں شرح) سے کی جانی چاہئے تاکہ اس مد میں زیادہ رقم حاصل ہو سکے۔"

زکوۃ انتظامیہ کا محولہ بالا استفسار کونسل کے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۶ اگست ۱۹۹۰ء میں زیر غور آیا۔ کونسل نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ:۔

"زکوۃ انتظامیہ کا مجوزہ طریق کار (عشر کی فلیٹ ریٹ پر وصولی) احکام شریعت کے مطابق نہیں۔ عشر کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سورہ الانعام : ۱۴۱)

اور تم اس کا (یعنی اللہ کا) حق ادا کرو جس دن اس کی کٹائی ہو۔

اس نص قرآنی کی روشنی میں مجوزہ طریق کار احکام شریعت کے خلاف ہے"۔

اس سلسلے میں قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء پر مبنی تفصیلی دلائل درج ذیل ہیں

"ہم نے نظام عشر کا مطالعہ کیا، عشر کی تشخیص اور وصولی کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ہمیں پہلی مرتبہ

اس سے سابقہ پڑ رہا ہے، یہ ان احکام میں سے ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین کے زمانوں کی اسلامی حکومتوں میں عملاً رائج تھے۔ یہ اسلامی نظام حکومت کے بڑے محاصل میں سے ہے، اور وجوب کے وقت کے بارے میں مفصل احکام موجود ہیں، اور ہم کسی تاریکی یا ابہام کا شکار نہیں ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:۔

مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (البقرہ - ۲۶۷)

ترجمہ:۔ ان اشیاء سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہیں۔

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ غلہ یا پھل کا زمین سے نکلنا عشر کے وجوب کا سبب ہے، اور کسی چیز کا سبب وجوب کے منعقد ہونے سے قبل ہی واجب کر دینا شرعاً درست نہیں ہے۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام : ۱۴۱)

ترجمہ:۔ اور تم اس کا (یعنی اللہ کا) حق ادا کرو جس دن اس کی کٹائی ہو۔

جب کھیتی باڑی کا وقت آجائے تو یہ وجوب ادا کا سبب ہے۔ اب کھیتی باڑی کرنے والوں کو ادائیگی کر دینی چاہئے اور عاملین کو وصولیابی کرنی چاہئے، احادیث صحیحہ میں "خرص" کا ایک مستقل باب موجود ہے، یعنی جب درختوں پر پھل ہوں تو حکومت کے عمال اندازہ لگائیں کہ کتنا وزن ہو گا اور مالک کو اس پر مطلع کریں، مگر اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس "خرص" کی بنیاد پر عشر لاگو نہ ہو گا۔ اگر حکومت کے نمائندہ کے اندازہ لگانے کے بعد باغبان نے پھل اپنے استعمال میں لے لئے یا کسی آفت سے ختم ہو گئے تو ان پر عشر لاگو نہ ہو گا۔

تقدیر الواجب فی الثمار بالخرص (خرص کے ذریعے سے پھلوں پر اندازاً عشر عائد کرنا)

الخرص : الحزر والتخمین ای التقدیر الظنی بواسطة رجل عدل خبیر۔

وقد انکر الحنفیة الخرص ؛ لانه رجم بالغیب، وظن و تخمین لا یلزم به حکم کما انکروا القرعة؛ وانما کان الخرص تخویفا للأکرة (الحراثین) لئلایخونوا (۱) وقال الجمهور: یسن خرص الثمار (التمروالعنب) دون غیرهما کالزیتون ادا بدا صلاحها أوطیبها؛ لا قبله و ینبغی للإم ان یبعث ساعیه اذا بدا صلاح الثمار لیخرصها و یعرف قدر الزکاة ؛ ویعرف المالک ذلک۔ فان لم یبعث الإمام أحداً له ان یاتی بعارف یخرص مافی بستانه من

(۱) المغنی : ۷۰۶/۲ الاموال : ص ۴۹۲ وما بعد ها بحواله الفقه الاسلامی و ادلته ۸۲۸/۲

(۲) الشرح الکبیر : ۴۵۲/۱؛ الشرح الصغیر ۶۱۷/۱ ؛ مغنی المحتاج ۳۸۶/۱ بحواله الفقه الاسلامی و ادلته ص ۸۲۹/۲ وهبه الزحیلی۔

التمرو العنب وسوأ أكان من شأنهما اليبس ام لا كرطب و عنب مصر؛ ليضبط ما تجب الزكاة فيه منهماو دليلهم أن النبى صلى الله عليه و سلم كان يبعث على الناس من يخرص عليهم كروسهم و ثمارهم؛ وقال عتاب بن اسيد: أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يخرص العنب كما يخرص النخل؛ فتؤخذ زكاة زبيبا كما تؤخذ صدقة النخل تمرا (۲)

ترجمہ:۔ خرص کا مطلب دھرانااور اندازہ لگانایعنی کسی عادل اور دیانت دار شخص سے کسی چیز کا ظنی اندازہ لگانا۔

حنفیوں نے خرص کے اس مذکورہ بالااصول کونہیں مانا کیونکہ یہ رجم بالغیب ہےاور ظن وتخمین سے کوئی حکم واجب نہیں ہوتا، جیسا کہ انہوں نے قرعہ اندازی کرنے کے سلسلے میں بھی انکار کیا ہے۔ دراصل خرص کانظام کاشتکار حضرات کوڈرانے کے لئے تھا تاکہ وہ خیانت نہ کریں جمہور کاقول ہے کہ خرص صرف پھلوں میں ہے مثلاً کھجور یاانگور اور ان دونوں کے علاوہ زیتون وغیرہ میں بھی اس وقت جب وہ پک جائیں اور ان کی خوشبو آنے لگے اس سے پہلے نہیں اور امام کو چاہیئے کہ اپنے آدمی کوپھل پک جانے کے وقت کے اندازے کے لئے بھیجے تاکہ اسے بھی عشر کااندازہ ہوجائے اور مالک کوبھی پتہ چل جائے اگر امام کسی کوبھی نہیں بھیجتاتو اسے چاہیئے کہ وہ کسی جاننے والے کوبھیج دے کہ وہ اس کے کھجوروں اور انگور کے باغ کااندازہ لگائے۔ خواہ وہ پک چکے ہوں یانہ جیسا کہ رنگ پکڑی ہوئی کھجوریں یاانگور اور پھراندازہ کرنے کے بعدان دونوں کے عشر کولکھ لے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے آدمی کوبھیجا کرتے تھے جوان کے پھلوں اور انگوروں کااندازہ لگاتا تھااور عتاب بن اسید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نےانگور اور کھجوروں کے خرص کاحکم فرمایااور فرمایا کہ زکوٰۃ یاعشور کشمش کی صورت میں اور خشک کھجوروں کی صورت میں وصول کی جائے۔

وقت الوجوب:۔ عشرواجب ہونے کاوقت

وقت الوجوب عند ابى حنيفة (۱) وقت خروج الزرع و ظهور الثمر؛ لقوله تعالى «انفقوا من طيبات ما كسبتم و مما اخرجنا لكم من الارض» امر الله تعالى بالانفاق مما اخرجه من الارض فدل أن الوجوب متعلق بالخروج فإن استهلكها صاحبها بعد الوجوب يضمن

(۱) البدائع ۶۳/۲،، بحواله الفقه الاسلامى و ادلته ۸۱۳/۲ القوانين الفقهيه ص۔ ۱۰۶ الشرح الصغير: ۶۱۵/۱، الشرح الكبير ۴۵۱/۱۔

عشره و اماقبل الوجوب فلايضمن، ولوهلک الخارج بنفسه فلا عشر فی الهالک و وقت الوجوب عند المالكية : فی الثمار الطيب (وهو الزهو فی بلح النخل ؛ و ظهور الحلاوة فی العنب وفی الزرع : افرا ک الحب ؛ ای طيبه و بلوغه حد الاكل منه؛ و استغناوه عن السقی لا باليبس ولا بالحصاد ولا بالتصفية (۲) و اما عند الشافعية والحنابلة (۳) فتجب الزكاة ببدو صلاح الثمر : لانه حينئذ ثمرة كاملة، وهو قبل ذلک حصرم و بلح، ويبدو اشتداد الحب، لأنه حينئذ طعام، وهو قبل ذالک بقل ـ

ترجمہ:۔ حنفیوں کے نزدیک عشر کے واجب ہونے کا وقت جب کھیتی زمین سے نکلی اور جب اس پر پھل ظاہر ہوئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"اپنی پاک کمائی میں سے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین میں سے نکالا اور اس میں سے خرچ کرو"۔ اللہ تعالیٰ کا حکم " جسے اس نے زمین سے نکالا اس میں سے خرچ کرو" اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ عشر کا واجب ہونا چیزوں کے زمین سے نکلنے سے متعلق ہے اور اگر اس کا مالک اس وجوب کے بعد ان کو تباہ کر دے تو وہ عشر کا ضامن ہو گا البتہ اس کے واجب ہونے سے قبل اس پر ضمانت نہیں اور اگر نکلنے والی چیزیں خود بخود تباہ ہو گئیں تو اس صورت میں عشر نہیں ہو گا۔

مالکیوں کے نزدیک عشر کے وجوب کا وقت پھلوں کے اندر ان میں خوشبو (مثلاً کھجوروں میں رس بھر آنا اور انگوروں میں مٹھاس آ جانا) اور کھیتیوں میں دانے کا بن جانا۔ یعنی اس کی خوشبو اور کھانے کے قابل ہو جانے تک اور اس کا پانی وغیرہ سے مستغنی ہو جانا ہے اور اس کا تعلق پکنے سے یا کاٹنے سے یا تصفیہ سے نہیں ہے۔

شافعیوں اور حنبلیوں کے نزدیک جب پھلوں میں پکنے کی صلاحیت ہو جائے گی تو تب عشر واجب ہو گا اس لئے کہ اس وقت پورا پھل بن چکا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے وہ نیم کچے اور نیم پکے ہوتے ہیں اور صلاحیت ظاہر ہونے کا مطلب دانے کا سخت ہو جانا اور کھانے کے قابل ہو جانا وہ اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے اندر بیج سخت ہو جائے اور اس سے پہلے وہ بقل ہوتا ہے۔

کونسل کا مذکورہ بالا فیصلہ وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کو بذریعہ مراسلہ یو او نمبر ایف ۵(۶)/۹۰۔ آر سی آئی آئی/۱۱۳۵مورخہ یکم ستمبر ۱۹۹۰ء ارسال کیا گیا۔

---

(۲) مغنی المحتاج ۳۸۶/۱؛ کشاف القناع : ۲۳۵/۲ المجموع : ۵۵۴/۵ المهذب ۱۵۷/۱ بحواله الفقه الاسلامی و ادلته ۸۱۳/۲۔

ٹھیکے دار کے ذریعہ محصول چنگی کا جواز

مذکورہ بالا موضوع پر استفسار وزیر بلدیات حکومت بلوچستان کی جانب سے بذریعہ مراسلہ نمبر ۵۱۳۴ مورخہ ۷ ۲ اگست ۱۹۸۹ء کونسل کو موصول ہوا۔

استفسار ہذا میں کونسل سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ آیا محصول چنگی کی وصولی بذریعہ نیلامی ٹھیکہ جائز ہو گی۔ اس سلسلے میں شریعت محمدی کی روشنی میں کونسل کی گراں قدر رائے سے مطلع کیا جائے اور ہو سکے تو اس کے جواز اور عدم جواز کی صورت میں مذہبی اور مستند کتب فقہ اور احادیث کے حوالہ جات بھی فراہم کئے جائیں تا کہ کسی جانب سے اعتراض ہونے کی صورت میں بروقت جواب دیا جا سکے۔ مزید براں اس خط کے ساتھ انہوں نے اس بارے میں اپنا فیصلہ بھی منسلک کر دیا تھا جس پر وہ عمل در آمد کر رہے ہیں ۔

چنانچہ کونسل نے اس موضوع پر اپنے چھٹے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء (مطابق ۱۱ - ۱۳ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ) غور کیا اور رائے دی کہ۔

"چونکہ اس موضوع پر حکومت بلوچستان نے خود فیصلہ کر لیا ہے جس پر عمل ہو رہا ہے۔
اب ان سے پوچھا جائے کہ وہ اس مسئلہ کے بارے میں مزید کیا چاہتے ہیں" ۔

اسلامی نظام بیمہ کے بارے میں سابقہ کونسل کی منظور کردہ رپورٹ پر غور

کونسل نے محولہ بالا موضوع پر اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ تا ۲۱ - مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کرنے کے بعد طے کیا کہ "چونکہ سابق کونسل کے ورکنگ گروپ متعلقہ بیمہ کے سابق کنوینر جناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے خود اس رپورٹ کو نامکمل قرار دیا ہے اس لئے مناسب ہو گا کہ ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی جائے ' جو اسلامی نظام بیمہ کے تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ایک قابل عمل اور مکمل رپورٹ مرتب کرے" ۔ چانچہ اس فیصلے کے مطابق اس ذیلی کمیٹی کے

حسب ذیل اراکین منتخب کئے گئے ۔

۱۔ جسٹس عبدالرحمٰن کیف	کنوینر
۲۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۳۔ مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۴۔ مولانا عطا محمد بندیالوی	رکن
۵۔ علامہ عباس حیدر عابدی	رکن
۶۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن

اس کے علاوہ مزید طے پایا کہ پاکستان میں بیمہ کی مندرجہ ذیل چار بڑی کارپوریشنوں کے چیئرمین صاحبان کو بھی اس بیمہ گروپ میں حسب سابق بمطابق فیصلہ وزارت تجارت بذریعہ مراسلہ نمبر ۲ (۱) / ۸۴ آئی این ایس این مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۸۴ء بطور رکن شامل کیا جائے۔

۱۔ اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن کراچی

۲۔ پاکستان انشورنس کارپوریشن کراچی

۳۔ نیشنل انشورنس کارپوریشن کراچی

۴۔ کنٹرولر آف انشورنس کراچی۔

ورکنگ گروپ متعلقہ بیمہ کا نواں اجلاس

نو تشکیل شدہ کونسل کے ورکنگ گروپ متعلقہ بیمہ کا پہلا باضابطہ اجلاس بتاریخ ۲۷ تا ۲۹ مئی ۱۹۹۰ء کراچی میں زیر صدارت جناب جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن کیف منعقد ہوا جس میں اسلامی نظام بیمہ سے متعلق گروپ کے رکن جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی اور جناب ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی کے مرتب کردہ دو خاکے پیش ہوئے جس پر گروپ کے ارکان نے تفصیلی غور کے بعد چند اہم ترمیمات تجویز کیں جنہیں غازی صاحب نے اپنے مرتبہ خاکے میں شامل کر کے ایک نیا مسودہ گروپ کے اجلاس میں پیش کیا۔ گروپ نے جناب غازی کا نیا مسودہ اصولی طور پر منظور کر لیا اور طے کیا کہ یہ مسودہ کونسل کے آئندہ اجلاس میں پیش کیا جائے، چنانچہ گروپ کے اس فیصلے کے مطابق اس کا منظور کردہ خاکہ کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲۷ نومبر ۱۹۹۰ء میں رکھا گیا، کونسل نے اسلامی نظام بیمہ کے اس بنیادی خاکے سے اتفاق

کرتے ہوئے اس پر مبنی تفصیلی رپورٹ مرتب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی ۔

۱۔	جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی	کنوینر
۲۔	جناب ایس ایم اے اشرف	رکن
۳۔	جناب ڈاکٹر عبد المالک عرفانی	رکن

مندرجہ بالا کمیٹی نے اپنی تشکیل کے بعد رپورٹ کی تیاری کا کام شروع کر دیا جو ابھی تک جاری ہے۔



نظام معاشرت

معاشرتی اصلاحات کمیٹی کا قیام

وزیر اعظم پاکستان نے کونسل کے افتتاحی اجلاس میں اراکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"کونسل بلاشبہ اپنی آئینی ذمہ داریوں کو پورا کرتی رہے گی اور پارلیمنٹ کو قرآن پاک اور سنت کی روشنی میں نئے قوانین کی رہنمائی کرے گی۔ لیکن میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف بھی دلانا چاہتی ہوں کہ کونسل کا کام یہ بھی ہے کہ وہ ایسی تجاویز پیش کرے کہ معاشرے میں اخوت، جمہوریت، آزادی، مساوات، اختلاف رائے کی آزادی حق و انصاف اور جوابدہی (Accountability) کی اسلامی قدریں فروغ پا سکیں۔ مجھے امید ہے کہ کونسل اس سلسلے میں جامع تجاویز پیش کرے گی۔"

چنانچہ کونسل نے وزیر اعظم پاکستان کی ہدایت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۹۱ء (مطابق ۲۱ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ) میں حسب ذیل اراکین پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی اور طے پایا کہ کمیٹی معاشرتی اصلاحات سے متعلق ایک جامع رپورٹ مرتب کرے گی:۔

۱۔ جناب علامہ عباس حیدر عابدی	کنوینر
۲۔ جناب مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۳۔ جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی	رکن
۴۔ جناب سید افضل حیدر	رکن
۵۔ جناب مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف	رکن
۶۔ محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

دوران سال معاشرتی اصلاحات کمیٹی کے اجلاس

مذکورہ بالا کمیٹی نے دوران سال فروری ۱۹۹۰ء سے فروری ۱۹۹۱ء تک کل چار اجلاس منعقد کئے اور معاشرتی اصلاحات سے متعلق ایک مسودہ تیار کیا جسے کونسل کے ساتویں اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۲۴ تا ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء (مطابق ۸ تا ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ) میں پیش کیا گیا۔ کونسل نے اس مسوّدہ

رپورٹ پر غور کرنے کے بعد طے کیا کہ یہ مسودہ رپورٹ معاشرتی اصلاحات کے جدید تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ مزید براں اس میں ((Overlapping)) بہت زیادہ ہے اور اس میں بہت سے ایسے متنازع مسائل آگئے ہیں جن کا معاشرتی سفارشات کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق بھی نہیں ہے اس لئے کونسل نے حسب ذیل ارکان پر مشتمل ایک نئی کمیٹی تشکیل دی اور طے پایا کہ یہ کمیٹی نئے سرے سے اپنی رپورٹ مرتب کرے۔

۱۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی	کنوینر
۲۔ جناب مولانا ارشاد الحق تھانوی	رکن
۳۔ جناب جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۴۔ جناب سید افضل حیدر	رکن
۵۔ جناب مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی	رکن
۶۔ جناب سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۷۔ جناب مولانا محمد اطہر نعیمی	رکن
۸۔ جناب علامہ عباس حیدر عابدی	رکن

استفسارات

حقوق اطفال کے عالمی کنونشن کا مسودہ

مذکورہ بالا موضوع پر استفسار پاکستان حکومت کی خصوصی تعلیم و سماجی بہبود ڈویژن نے اپنے مراسلہ نمبر ایف نمبر ۸ - ۸۹/۹ این سی سی ڈبلیو ڈی مورخہ ۲ جنوری ۱۹۹۰ء کے ذریعے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجا جس میں کہا گیا تھا کہ :-

"کونسل حقوق اطفال سے متعلق عالمی کنونشن کے مسودہ کا جائزہ لے کر اپنی رائے جلد از جلد بھیج دے۔"

چنانچہ کونسل نے محولہ بالا موضوع پر اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ - اگست ۱۹۹۰ء (مطابق ۳ تا ۶ صفر ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:-

"حقوق اطفال کے عالمی کنونشن کے مسودے میں کوئی بات خلاف شریعت نہیں

اور حسب ذیل حدیث مبارک بطور دلیل پیش کی گئی:۔

جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں"۔

کونسل کی مذکورہ بالا رائے بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۲ - ۲ (۸) /ڈی ایم۔ سی آئی آئی/۹۰ مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء ڈائریکٹر خصوصی تعلیم و سماجی بہبود ڈویژن اسلام آباد کو بھیجی گئی۔

۱۔ قومی امداد و ترقی کیلئے مسیحی برادری کی تنظیم کی دستاویز پر غور
۲۔ پشاور کے بشپ حلقے کی تنظیم میں شمولیت کی دستاویز پر غور

مندرجہ بالا موضوعات پر دونوں دستاویزات وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کے مراسلہ نمبر ۲ (۴) ڈی ڈی جے - ۹۰ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۰ء کے ذریعے سے کونسل کے دفتر میں موصول ہوئیں اور کہا گیا کہ ان دستاویزات پر کونسل اپنی رائے دے۔

چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ - اگست ۱۹۹۰ء زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل رائے کا اظہار کیا:۔

"ان دونوں مسودات میں کوئی چیز خلاف شریعت نہیں"

کونسل کی مذکورہ بالا رائے بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۲۔ ۲ (۵) /ڈی ایم۔ سی آئی آئی ۹۰ اور ایف ۶۔ ۲ (۱) /ڈی ایم۔ سی آئی آئی/ ۹۰ مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء وزارت مذہبی امور کو بھیجی گئی۔

تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ

تعلیم وذرائع ابلاغ عامہ اصلاحات کمیٹی کا قیام

وزیر اعظم پاکستان نے نوتشکیل شدہ کونسل کے افتتاحی اجلاس بتاریخ ۱۸ مارچ ۱۹۹۱ء (مطابق ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ) میں اراکین کونسل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں اس معزز کونسل کی توجہ تعلیم کے شعبے کی طرف بھی دلانا چاہتی ہوں۔ تعلیم کے شعبے میں بہت اصلاحات کی ضرورت ہے کیونکہ تعلیم ہی کے ذریعے نہ صرف اسلامی قدروں کو فروغ دے سکتے ہیں بلکہ اس کے ذریعے ملکی ترقی کے لئے تربیت یافتہ اور ہنر مند لوگ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں تعلیم کی شرح بہت کم ہے۔ مجھے خوشی ہوگی اگر کونسل ملک میں ناخواندگی کم کرنے کے لئے مناسب تجاویز پیش کرے۔ اس وقت ملک میں دو تین مختلف قسم کے نظام تعلیم ہیں۔ دینی مدارس بھی ہیں اور مغربی ملکوں کے طرز پر چلنے والے کالج اور یونیورسٹیاں بھی ہیں مجھے امید ہے کہ کونسل ان مختلف نظام تعلیم کے تحت چلنے والے مدارس اور اداروں کو اکٹھا کرنے کے لئے تجاویز پیش کرے گی تاکہ صحیح اسلامی خطوط کے مطابق ملک میں علماء، سائنس دان، انجینئر اور منیجرز وغیرہ پیدا ہوسکیں جو نہ صرف اپنے مخصوص شعبوں میں ماہر ہوں بلکہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی سپرٹ سے بھی آگاہی رکھتے ہوں"

محترمہ وزیر اعظم نے یہ بھی فرمایا:۔

"مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اس کونسل کے ممبران ہیں مجھے امید ہے کہ وہ ایک دوسرے کی رائے اور تجاویز کا احترام کریں گے اور اس طرح ملکی یکجہتی کو فروغ دیں گے تاکہ ہم اپنی سماجی، معاشرتی اور قانونی مشکلات پر قابو پاسکیں۔ ہماری گزشتہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہمارے علماء قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے معاملہ میں ایک دوسرے کے ساتھ رواداری سے پیش آتے تھے۔ تاہم آج کل مختلف مسلکوں کے پیروکاروں میں برداشت کا مادہ کم ہے۔ اسلامی فقہ کے پانچ بڑے مکاتب اس بات کی دلیل ہیں کہ ہمارے علماء میں ایک دوسرے کی رائے کو برداشت کرنے کا جذبہ موجود تھا۔

کونسل کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں لوگوں میں اتحاد اور یکجہتی کو فروغ دے۔ اسلام کا مقصد لوگوں کو اکٹھا کرنا ہے یہ لوگوں کو تقسیم کرنے کے لئے نہیں آیا۔ ہمارے علماء کرام، رہنماؤں اور سیاست دانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اتحاد اور اتفاق کی ایسی فضاء پیدا کریں کہ ہماری آئندہ نسل اس کی پیروی کرنے میں فخر محسوس کرے"۔

چنانچہ کونسل نے وزیر اعظم کے اس فرمان کی روشنی میں اپنے پہلے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء (مطابق ۲۱ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ) میں حسب ذیل اراکین پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی اور طے پایا کہ یہ کمیٹی مروجہ نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کی اصلاح کے لئے جلد از جلد تجاویز مرتب کرے گی۔

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	کنوینر
۲۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید شجاعت علی قادری	رکن
۳۔ مولانا سید حامد سعید کاظمی	رکن
۴۔ مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۵۔ مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۶۔ سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۷۔ محترمہ نثار فاطمہ زھراء	رکن

تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ اصلاحات کمیٹی کی رپورٹیں

مذکورہ بالا کمیٹی نے دوران سال فروری ۱۹۹۰ء سے فروری ۱۹۹۱ء تک پانچ (۱) اجلاس منعقد کئے اور تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ سے متعلق الگ الگ دو رپورٹیں مرتب کیں۔ تعلیمی اصلاحات کی رپورٹ کو

اجلاس کی تفصیلات:۔

۱۔ اجلاس اول ۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء اسلام آباد۔

۲۔ اجلاس دوم ۹ تا ۱۱ جون ۱۹۹۰ء اسلام آباد۔

۳۔ اجلاس سوم ۲۵ - ۲۶ جون ۱۹۹۰ء اسلام آباد۔

۴۔ اجلاس چہارم ۱۷ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء اسلام آباد۔

۵۔ اجلاس پنجم ۱۷ تا ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء کراچی۔

کونسل نے جزوی ترامیم اور حذف واضافے کے ساتھ اپنے اجلاس پنجم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء میں منظور کر لیا۔ اس ذیلی کمیٹی نے ذرائع ابلاغ عامہ کی اصلاح سے متعلق رپورٹ کونسل کے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء میں پیش کی۔ اسے بھی کونسل نے جزوی ترامیم اور حذف واضافے کے ساتھ منظور کر لیا۔ یہ دونوں رپورٹیں زیر نظر رپورٹ کے آخر میں بطور ضمیمہ نمبر ۳ اور ۴ درج کی جا رہی ہیں۔



متفرقات

کونسل کے اجلاس میں وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کی نمائندگی

موضوع بالا پر مراسلہ نمبر ایف ۴(۲)/ڈی ڈی جے/۹۰ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۹۰ء کونسل میں موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ:۔

"وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کے ڈائریکٹر جنرل (آر اینڈ آر) کونسل کے اجلاس میں وزارت کی جانب سے نمائندگی کیا کریں گے اور ان کی غیر حاضری میں یہ کام وزارت کے کسی آفیسر کو سونپا جائے گا"۔

چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء (مطابق ۶ تا ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جناب جسٹس محمد حلیم (چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) چیئرمین کونسل غور کیا اور حسب ذیل فیصلہ کیا جو وزارت مذہبی امور و قلیتی امور کو بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۲(۵)/۹۰ آر/سی آئی آئی/۱۵۲۱ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء کو بھیجا گیا:۔

"Reference Ministry of Religious Affairs and Minorities Affairs letter No. F. 4(2)/DDJ/90, dated the 26th November, 1990, on the above subject it is to state that the letter was placed before the Council under the instruction of the Chairman. The Members considered the contents in the light of Constitutional provisions. I have been directed to convey that whenever there is any question of mutual interest, the Council would itself invite the representative of the Ministry of Religious Affairs and Minorities Affairs not below the status of a Joint Secretary as per previous practice".

کونسل کے فیصلوں کی اخبارات میں بغیر اجازت اشاعت پر پابندی کے لئے قرارداد

کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء (مطابق ۶ تا ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل' میں اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ کونسل کے ۲۵ نومبر ۱۹۹۰ء کے اجلاس کی نشست اول کے فیصلے

روزنامہ نوائے وقت نے شائع کر دیئے ہیں حالانکہ اخبارات کو اس بارے میں کوئی سرکلر جاری نہیں کیا گیا۔ کونسل کے اجلاس کی کارروائی خفیہ ہوتی ہے۔ ہم اپنی تجاویز اور مشورے صرف حکومت کو پیش کرنے کے پابند ہیں لہٰذا ان کی اس طرح اشاعت مناسب نہیں۔ اس کا سدّباب ہونا چاہیئے۔ چنانچہ کونسل نے اس بارے میں باتفاق رائے حسب ذیل قرارداد منظور کی۔

RESOLUTION

A news item on the front page of Daily Nawa-i-Waqt, Rawalpindi published today, on the basis of the report of a Special Correspondent attributing certain decisions on references under consideration was brought to the notice of the Council. The entire news spread over page 1 and 7 was read over before the Honourable Members. It was felt that this is not the first occasion when anonymous reporters of one or other national daily disclose the contents of the decisions/deliberations of the Council meetings. According to the practice and code of ethics whatever transpires during the meetings of the Council is supposed to be secret unless the Council deems it necessary to disclose anything for public interest through a press note. The Council is also conscious of the fact that in most cases the deliberations/recommendations of the Council are made in response to the references/qurries sent by the Government or Constitutional Institu-tions. The reports of the Council are recommendatory in nature and meant only for the Government/In stitations which have solicited its opinion.

In this view of the matter the Council takes exception to this trend of irresponsible reporting and publication and thereby attributing or narrating the decisions/recommendations/deliberations of the Council and resolves as follows:

Whereas it has been brought to the notice of the Council that national dailies narrate or attribute deliberations on various matters under consideration of the Council in its various meetings contrary to the rules and thereby give currency to sensitive issues;

Whereas the deliberations of the Council are supposed to be confidential and not meant to be published in the media unless duly authorised by the Council through its Secretary;

And whereas this tendency of motivated reporting is likely to embarras the Government and the Council and thereby cause hindrance in the working and functioning of the Council;

It it hereby resolved that a note of caution be circulated to all the Editors of the National Dailes expressing the displeasure of the Council and the Ministry of Religious Affairs be also apprised of this fact of mis-reporting and pre-judging the references under consideration of the Council.

It is further resolved to send a copy of this note and resolution to the Ministry of Justice and Ministry of Information.

26th November, 1990.
Islamabad.

مذکورہ بالا قرارداد بذریعہ مراسلہ نمبر ایف ۱ (۴) / ڈی ایم / ۹۰۔ سی آئی آئی مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۹۰ء وزارت اطلاعات ونشریات کو ارسال کی گئی اور اس کی نقل وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اور وزارت انصاف و پارلیمانی امور کو بھیجی گئی۔

ترجمہ

قرارداد

آج مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۹۰ء کے روزنامہ 'نوائے وقت' راولپنڈی کے پہلے صفحہ پر مراسلہ نگار خاص کی رپورٹ کی بنیاد پر شائع شدہ ایک خبر کو کونسل کے نوٹس میں لایا گیا جس میں کونسل کے زیر غور استفسارات پر بعض فیصلے کونسل سے منسوب کئے گئے ہیں' صفحات ایک اور سات پر شائع ہونے والی اس خبر کے پورے کالم کو ارکان کونسل کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ محسوس کیا گیا کہ یہ پہلا موقع نہیں کہ گمنام رپورٹر کے حوالے سے کونسل کے اجلاس کے فیصلے اور مباحث روزانہ قومی اخبارات میں شائع کر دیئے جاتے ہیں۔ قواعد وضوابط کے مطابق کونسل کے اجلاس کی کارروائی خفیہ رکھی جاتی ہے تاوقتیکہ ایسی کوئی بات جو کہ کونسل کے نزدیک پریس نوٹ کے ذریعے مفاد عامہ کیلئے اخبارات میں شائع کرنا ضروری ہو۔ کونسل اس حقیقت سے باخبر ہے کہ زیادہ تر ایسے مسائل زیر غور آتے ہیں یا ان مسائل پر

سفارشات کی جاتی ہیں جو کہ کونسل کو حکومت یا کسی آئینی ادارے کی طرف سے موصول ہوں۔ کونسل کی رپورٹ سفارشی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اور یہ صرف حکومت یا ان اداروں کے لئے ہوتی ہے جنھوں نے کونسل سے رائے طلب کی ہو۔ اس بات کے پیش نظر اس غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ اور اشاعت کے رجحان اور اس طرح سے کونسل کے فیصلے/سفارشات/مباحث کونسل سے منسوب کرنے یا بیان کرنے پر کونسل کو احتجاج ہے۔ لہٰذا اس مسئلے کے حل کے لئے درج ذیل فیصلے کئے جاتے ہیں:-

چونکہ کونسل کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ روزانہ قومی اخبارات میں کونسل کے زیر غور مختلف موضوعات پر ہونے والے مباحث شائع کر دیئے جاتے ہیں یا اسے کونسل سے منسوب کئے جاتے ہیں یہ بات قواعد کے خلاف ہے اور اس طرح سے حساس مسئلے فوراً عوام میں گردش کر جاتے ہیں۔

جبکہ کونسل کے اجلاس کی کارروائی خفیہ ہوتی ہے اور ان کی اشاعت پر پابندی ہے تاوقتیکہ اس سلسلے میں سیکرٹری کونسل کی وساطت سے کونسل کی اجازت طلب نہ کر لی جائے۔

اور چونکہ اس قسم کی رپورٹنگ کونسل اور حکومت کو الجھن اور مشکلات میں ڈال سکتی ہے اور اس سے کونسل کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں بھی رکاوٹ پڑ سکتی ہے۔

لہٰذا یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ایک نوٹ روزانہ قومی اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام بھجوایا جائے کہ کونسل نے ایسی خبر شائع ہونے پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں وہ آئندہ محتاط رہیں وزارت مذہبی امور کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے۔

یہ مزید طے پایا کہ مذکورہ نوٹ کی ایک کاپی اور قرارداد وزارت انصاف اور وزارت اطلاعات کو بھی بھیجی جائے۔

۲۶ نومبر ۱۹۹۰ء
اسلام آباد

عوامی حلقوں کی طرف سے موصولہ خطوط کو زیر غور نہ لانے کا فیصلہ

دوران سال ۱۹۹۰ء۔ ۱۹۹۱ء کونسل کو عوامی حلقوں کی طرف سے مختلف مسائل پر استفسار موصول ہوئے۔ یہ استفسار بھی کونسل کی ذیلی کمیٹی متعلقہ قانونی و سیاسی اصلاحات کے سپرد کئے گئے۔

اس ذیلی کمیٹی نے ان تمام خطوط کا جائزہ لینے کے بعد حسب ذیل رائے دی جو کونسل کے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء (مطابق ۱۱ - ۱۳ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ) میں پیش کی گئی۔ کونسل نے اس رائے کو حسب ذیل صورت میں بطور فیصلہ منظور کر لیا:۔

"عوامی حلقوں کی جانب سے موصول شدہ یادداشتیں آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۳۰ جو کونسل کے فرائض سے تعلق رکھتا ہے کے دائرہ کار میں نہیں آتیں۔ لہٰذا کونسل کے اجلاس میں ان پر غور نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی صورت میں انہیں داخل دفتر کر دینا چاہیے تاہم جب ایسی یادداشتیں کونسل کے دفتر میں موصول ہوں تو ان کی نقلیں تیار کروا کر اراکین کی رہنمائی کے لئے انہیں بھیج دی جائیں اور مراسلہ نگار کو مناسب جواب بھجوا دیا جائے"۔

قرار دادہائے تعزیت

کونسل نے اپنے اجلاس دوم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء (مطابق ۱۲ - ۱۴ شوال المعظم ۱۴۱۰ھ) میں کراچی، حیدر آباد اور ملک کے دوسرے حصوں میں حالات کا جائزہ لیا اور ملک میں وقوع پذیر ہونے والے قتل و غارت گری اور لوٹ مار کے واقعات پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اتفاق رائے سے حسب ذیل قرار داد منظور کی:۔

"اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان نے باشندگان کراچی سے خصوصاً اور پاکستان کے باشندوں سے عموماً اپیل کرتے ہوئے یاد دلایا ہے کہ قرآن و سنت کی رو سے مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کو پامال کرنا بدترین جرم ہے اور مسلمان کو قتل کرنے والا جہنمی ہے۔ یہ صورت حال تمام امت مسلمہ کے لئے شرمندگی کا باعث ہے۔ خدارا اس بدترین کام کو فوراً ختم کریں اور باہم شیر و شکر ہو کر بھائیوں کی طرح رہیں۔ اجلاس کے دوران ان تمام مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی گئی جو ملک کے کسی بھی گوشے میں قتل و غارت گری کا شکار ہوئے"۔

۲۔ سید عرفان حیدر عابدی رکن کونسل کے معزز بھائی کو کراچی میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا

تھا، کونسل نے ان کے لئے حسب ذیل قرار داد تعزیت منظور کی:۔

"اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس چیئرمین جناب جسٹس (ریٹائرڈ) محمد حلیم کی صدارت میں آج مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء کو منعقد ہوا۔ جس میں علامہ عرفان حیدر عابدی رکن کونسل کے بھائی کے سفاکانہ قتل پر اظہار تعزیت کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی اور دفتر کو ہدایت کی گئی کہ اس قرارداد کی نقل علامہ عرفان حیدر عابدی رکن کونسل کو روانہ کرے"۔

۳۔ کونسل کے فاضل رکن جناب مولانا میاں عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئی تھیں لہٰذا کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ جنوری ۱۹۹۱ء (مطابق ۱۱ رجب ۱۴۱۱ھ) زیر صدارت جسٹس محمد حلیم (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) چیئرمین کونسل میں مرحومہ کے لئے دعاے مغفرت کی اور حسب ذیل قرار داد تعزیت منظور کی:۔

"اسلامی نظریاتی کونسل کا یہ اجلاس کونسل کے فاضل رکن جناب مولانا عبدالباقی پیر آف ہمایوں شریف کی والدہ ماجدہ کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے"۔

مذکورہ بالا قرارداد کی نقل جناب پیر صاحب کو بھیجی گئی۔



فہرست مطبوعات اسلامی نظریاتی کونسل

LIST OF PUBLICATIONS OF COUNCIL OF ISLAMIC IDEOLOGY

1. Annual Report 1977-78.
2. Annual Report 1978-79
3. Annual Report 1980-81.
4. Annual Report 1981-82.
5. Annual Report 1982-83.
6. Annual Report 1983-84.
7. Annual Report 1986-87.
8. Annual Report 1987-88.
9. Annual Report 1988-89.
10. Annual Report 1990-91.
11. Islamic Criminal Law Part-I (Hudud).
12. Introduction of Zakat in Pakistan.
13. Draft Law of Pre-emption.
14. Draft Law of Qisas and Diyat.

15—29. (1—15) Reports on Islamization of Laws.

30. Consolidated Recommendations Relating to Education 1962-82.
31. Report on Islamic Social Order.
32. Report on Publicity Media.
33. Islamic System of Government.
34. Draft Law of Evidence.
35. Report on Islamic Justice.
36. Report on Islamic Economic System.
37. Report on Istifsarat.

38. Report on Family Planning.
39. Islamization in Pakistan.
40. Report on Evidence Act, 1872.
41. Ahkam-e-Islam.
42. Three Years Report 1974—76.
43. Bila Sood Bankari Report (Urdu).
44. Three Shari'ah Draft Laws, 1988.
45. Ten Year Report 1962—72. (In Press)
46. تطبيق الشريعة فى با كستان
47. تقرير موجز عن اعمال مجلس الفكر الاسلامى ٧٨-١٩٧٧
48. تقرير موجز عن اعمال فكر الاسلامى ٧٩-١٩٧٨
49. مجلس الفكر الاسلامى بالبا كستان (تعريف موجز بأعماله)
50. توصيات دستوريه بخصوص نظام الحكومة
51. *تقرير مجلس الفكر الاسلامى بشان الغاء الفائدة من اقتصاد البا كستان



☆اسلامی نظریاتی کونسل' پاکستان کی بلاسود بنکاری رپورٹ' ۱۹۸۰ء کا عربی ترجمہ بعنوان تقریر مجلس الفکر الاسلامی بشان الغاء الفائدہ من اقتصاد الباکستان ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ سعودی عرب نے شائع کیا۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ - ۱

REPORT
ON THE
CONSTITUTIONAL REFORMS

REPORT
ON THE
CONSTITUTIONAL REFORMS

LEGAL & POLITICAL REFORMS COMMITTEE
COUNCIL OF ISLAMIC IDEOLOGY PAKISTAN
ISLAMABAD.

GOVERNMENT OF PAKISTAN
COUNCIL OF ISLAMIC IDEOLOGY

REPORT ON THE CONSTITUTIONAL REFORMS

Introduction

In its first meeting held in March, 1990, the Council of Islamic Ideology had constituted several Committees consisting of the members of the Council. A Legal and Political Reforms Committee was constituted with the following membership :

1.	Dr. Mahmood A. Ghazi	*Convener*
2.	Sayyed Afzal Hyder	*Member*
3.	Maulana Mohd. Ather Naeemi	*Member*
4.	Maulana Irshadul Haq Thanvi	*Member*
5.	Sayyed Zakir Hussain Shah	*Member*
6.	Maulana Abdullah Khilji	*Member*
7.	Apa Nisar Fatima	*Member.*

At a later stage, Mr. Justice (Retd.) Abdur Rahman Kaif was also included in the Committee and attended a meeting of the Committee held at Lahore in December, 1990.

The Committee was entrusted with the responsibilities of preparing recommendations on the Islamization of our Legal, Political and Constitutional Systems. The Committee divided its functions into three broad areas :

(i) Legal
(ii) Constitutional
(iii) Political.

The Committee has already initiated work on formulating its draft recommendations in the political field. These recommendations will be submitted to the Council as soon as these are finalized by the Committee. As regards Islamization in the legal field, it is an on-going process and will continue on a permanent basis.

After detailed deliberations on various aspects of these three areas, the Committee felt that a comprehensive report covering all the important aspects of these three main areas would require a longer time and study. The Committee, however, started working in the proper direction and decided to take different issues one by one. Accordingly, the Committee undertook the heavy and important task of constitutional reforms for which the Convener had prepared a draft to be discussed by the Committee.

The draft amendments prepared by the Convener were discussed by the Committee in several meetings held in Islamabad, Lahore and Karachi. The report of the Committee was submitted before the Council in its meeting held in November, 1990. While discussing the report the Council desired that an introductory note should also be prepared to support the amendments proposed by the Committee so as to give a clear idea of the rationale behind these proposals.

The Committee, accordingly, met in December, 1990 in Lahore and finalized its report which was presented before the Council in its meeting held in Karachi on February 24—26, 1991. The Council approved the report with some modifications and amendments. The report is now submitted herewith.

DR. MAHMOOD A. GHAZI
Member,
Council of Islamic Ideology
Convener,
Political and Legal Reforms Committee.

ISLAMABAD:
June 21, 1991.

REPORT ON THE CONSTITUTIONAL AMENDMENTS AMENDMENTS

Although our Constitution clearly lays down that Islam shall be the State religion and that no law shall be enacted which is repugnant to Islam and that all existing laws shall be brought in conformity with such injunctions there are some provisions which are not consistent with these pronouncements and need amendment/improvement. The purpose of these amendments is not to suggest any major changes in the Constitution or to propose any departure from the Constitutional arrangement contemplated by our Constitution as it exists today. The objective is only to remove any inconsistency which may be found in our constitutional framework with our *Grund Norm*. For this purpose, we have suggested some minor amendments here and there. In addition to it, some new provisions may also be incorporated in the constitution with a view to remove some handicaps which sometimes create difficulties in the smooth working of the process of Islamization. Following are the amendments which we recommend to be made in the Constitution :—

The provisions of Article 2-A have not been given an over-riding effect. The present wording of the Article has caused some ambiguity as to the real intention and purport of this Article. Our Superior Courts have been giving different interpretations to it. But the question still needs a final solution. In order to avoid any further confusion, the Council examined the proposal of the Committee that the wording of Article 2-A should be amended in such a way that the present ambiguity is removed and the injunctions of Islam have an overriding effect. But after a thorough discussion the Council decided that in view of some of the recent pronouncements of the Superior Courts, it is not advisable at this stage to make any recommendation in this behalf.

Chapter-2 of the Constitution lays down the Principles of Policy. These principles are embodied in Article-29 to Article-40. But the responsibility of deciding whether any action of an organ or authority of the state is or is not in accordance with the principles of policy is that of the organ or the authority concerned and that the validity of an action or law shall not be called in question on the ground that it is not in accordance with the Principles of Policy and no action shall lie against

the state, any organ or authority of the state or any person on such ground.

The provisions laid down in Article-30 have virtually taken away any effect whatsoever from the high sounding promises made in these principles. The Committee has examined this provision in detail and after thoroughly discussing various proposals it has come to the conclusion that unless these principles are made justiceable through Superior Courts the purpose of their inclusion in the Constitution cannot be fulfilled. There could be some mechanism on the lines of Public Accounts Committee or the British tradition of Parliamentary Commissioner. If we could have effectively designed some mechanism on a similar line we would have been able to ensure a comparatively more effective observance of these principles. But we feel that the most effective and safest way of the observance of these principles is to enforce them through legislation keeping in view the Islamic principles of social justice, brotherhood and equality. It is, therefore, recommended that where-ever possible, these principles should be given legislative effect and their observance should not be left to the administrative steps only. For this purpose, we have suggested some amendments in the relevant provisions of the Constitution.

Chapter 3-A of Part VII of the Constitution deals with the Federal Shari'at Court, its constitution, jurisdiction and other provisions. There are several provisions in this Chapter which hamper the basic purpose for which the court has been created. For example, under paragraph (c) of Clause-B of Article 203-B, several important areas of law have been excluded from the jurisdiction of the Federal Shari'at Court and hence from the supremacy of the Shari'ah. While it is understandable that the Constitution of the State cannot place under the jurisdiction of a forum created by the Constitution itself, there appears to be no justification to exclude Muslim Personal Law and the laws relating to the procedure of any court or tribunal from the jurisdiction of the court for ever. It is, therefore, necessary that these two exceptions should be removed and Muslim Personal Law and procedural laws should be brought within the jurisdiction of the court.

The most objectionable provisions of this Chapter are found in Article 203-C. Clause (4) of this Article lays down a term of office of

three years for a Judge or the Chief Justice of the court. This provision hampers the principles of the independence and freedom of judiciary. The Judges of the Superior Court like the Federal Shari'at Court should be fully independent of the executive and once appointed should not be subject to any executive order as far as their term of office is concerned. This paragraph should be amended in a manner that "once a person is appointed a Judge of the Federal Shari'at Court, he should continue in his office till he reaches the age of super-annuation which should be sixty five years in case of the Federal Shari'at Court. However, provision may be made in the Constitution for the appointment of eminent scholars as judges of this court even after this age. We suggest that in such exceptional cases, the term of appointment should be five years non-renewable.

Paragraph 4-B of Article 203-C is more objectionable as compared to the earlier one. This empowers the President to modify the term of appointment of any Judge or the Chief Justice or assign to him any other office or require him to perform such other functions as the President may deem fit. The authors of this Article are not content with these provisions but also have added the following rider : "and pass such other orders as he may consider appropriate". This paragraph should be omitted from the Constitution as early as possible.

It may be pointed out that all these amendments in Chapter 3-A, Part VII have been approved by the Council with a majority of vote. Mr. Afzal Haider has, however, dissented. While agreeing with the principle that the Superior Courts should have the right to strike down the laws not in conformity with the injunctions of Islam, he strongly feels that this power should be given to the High Courts. According to him the establishment of a separate court for this purpose is not advisable.

Apart from these amendments there are some areas in which need is felt to add some new provisions to the Constitution. For example, Article 199 deals with the writ jurisdiction of the High Courts. But, unfortunately, no superior court has the jurisdiction to issue any writ in cases where a violation of Shari'ah takes place. If we are to uphold the supremacy of the word of God and the model example of His Messenger (peace be upon him), we should provide for writ jurisdiction in such cases. The Constitution, should, therefore, be amended so as to

confer writ also jurisdiction on the Federal Shari'at Court in cases where a violation of the Shari'ah is involved. There are areas in which flagrant violation of the Shari'ah by an executive authority can not be stayed even by the highest Court of the country. For this purpose, it is appropriate that either the High Court or the Federal Shari'at Court be given similar jurisdiction to cover these areas.

The much-talked-about process of Islamization has, perhaps, been the most slow process ever conceived in any constitutional framework. We have had Advisory Councils and Council of Islamic Ideology since 1962. Bulky reports of these bodies have been presented before various Assemblies and Houses of Parliaments. But seldom any Assembly or Parliament paid any heed to these recommendations. This lack of interest and seriousness on the part of our political leadership as well as the administration is due to many reasons. An effective remedy could be to provide a forum in the Constitution which should serve as a vigilent body or monitoring agency to pursue and effectively supervise and control the process of Islamization. It could be a semi-elected and semi-judicial forum which could have power to require the relevant state organs and authorities to perform their functions in relation to the enforcement of the injunctions of Islam. But we have not suggested any such forum for the time being. Rather, we have proposed a minor amendment in the relevant Article to ensure the acceleration of the Islamization process through Council of Islamic Ideology without affecting the authority of the legislature.

No process of Islamization can be fully effective and meaningful if it does not benefit from the expertise, scholarship and wisdom of the Ulema and the scholars of the Shari'ah. We have some Ulema in the Federal Shari'at Court and the Shari'at Appellate Bench of the Supreme Court. But this appears to be insufficient. We should consider the possibilities of amending Article 193 of the Constitution so that we may be able to make room for the appointment of such scholars of Islamic Law as Judges of the High Court who have been engaged in the teaching or research in Islamic Law for a period not less than twenty years. This amendment will enable the superior courts to have the benefit of their scholarship and wisdom while deciding cases involving interpretation and application of the Shari'ah.

Part-9 of the Constitution deals with the Islamic provisions, namely, composition and functions of the Council of Islamic Ideology. Article-229 provides that if two-fifth of the total membership of a House or a Provincial Assembly so requires, the President or the Governor, as the case may be, shall refer to the Islamic Council for advice in question as to whether a proposed law is or is not repugnant to the injunctions of Islam. This provision is hardly invokable because two-fifth of our National Assembly means that at least 85 members of the Assembly should require such reference. For argument's sake, it means that if the majority of the Assembly is adamant on a particular opinion, there is no remedy for those members who feel, however strongly, that a law is repugnant to the injunctions of Islam, the question cannot at all be referred to the Islamic Council. On the other hand, we do not want that a small minority is given a free hand to create hurdles for the Government to defeat or delay its legislative proposals in the name of Islam. Therefore, on balance, it seems appropriate that the ratio of two-fifth should be lowered down to one-eighth which is the lowest possible number of members who can pass any law in the House.

One of the cardinal principles of Islam which Muslims always pridefully mention is the complete equality before law. Islamic law does not distinguish between a ruler and a citizen as far as equality before law is concerned. Everybody under the Islamic system is answerable before a court of law for his deeds. History has preserved innumberable shining examples as to how Muslim rulers have presented themselves before courts of law as ordinary citizens. The anecdotes of the Khulafa-i-Rashidin in this regard are too well-known to be quoted. We, therefore, feel that no Constitution can be called an Islamic Constitution if it is not reflective of this tradition. At the same time we do not want to propose anything which may create unnecessary problems for the Government by removing all the checks and balances in this behalf.

Keeping in view all these considerations we propose that Article 248 should be suitably amended so as to be in consonance with the teachings of Islam.

AMENDMENTS

1. In Article 2 after the word "Pakistan" the following words shall be added namely :

"and no interpretation of the Constitution shall be valid which is inconsistent with the teachings of Islam".

2. In Article 29, Clause 3 shall be substituted with the following new clauses namely :—

"(3) The Principles of Policy shall, as far as practicable, be enforced through legislation."

"(4) The High Court may, on the petition of a citizen, direct an organ or authority of the State or a person performing functions on behalf of that organ or authority of the State to enforce the Principles of Policy in so far as they relate to its or his functions or to abstain from doing an act which, in the opinion of the Court, violates any of these Principles."

3. Article 30 of the Constitution shall be omitted.

4. In Clause (2) of Article 193, after paragraph (a) a new paragraph (b) shall be inserted, namely :

"(b) He has been engaged in teaching or research in Islamic law or Shari'ah for a period of not less than 10 years on a post-graduate level and holds a degree in law from a recognized university or institution".

5. Paragraph (b) and (c) of Clause (2) of Article 193 shall be renumbered as Paragraph (c) and (d) respectively.

6. In paragraph (c) of Article 203(B) after the word "Constitution" the comma shall be substituted with a full stop and the words "Muslim Personal Law, any law relating to the procedure of any court of tribunal or until the expiration of ten years from the commencement of this chapter, any fiscal law or any law relating to the levy and collection of taxes and fees or banking or insurance practice and procedure; and" shall be omitted.

7. Clause (4) of Article 203(C) shall be substituted as follows :

"The Chief Justice and a Judge shall hold office until he attains the age of Sixty-five years, unless he sooner resigns or is removed from office in accordance with the Constitution".

"Provided that the President may appoint an Alim who is more than sixty-five years of age to be a judge of the Court for a period of five years and such Alim shall not be eligible for reappointment."

8. Clause (4B) and Clause (4C) of Article 203C shall be omitted.

9. Paragraph (b) of Clause (3) of Article 203F shall be substituted with the following:

"(b) not more than three scholars well-versed in Islamic law to be appointed by the President as Judges of the Supreme Court in consultation with the Chief Justice".

10. Clause (4) and Clause (6) of Article 203F shall be omitted and Clause (5) shall be renumbered as Clause (4).

11. Clause (3) of Article 203H shall be substituted with the following :

"(3) The Court shall have the power to grant an injunction or make an interim order in relation to any proceeding pending in any other court or tribunal in appropriate cases.

Explanation.—For the purposes of this Article "appropriate cases" shall mean cases in which the law or a provision thereof under which such case or cases have been instituted or proceedings started involves a flagrant violation of the injunctions of Islam and the Court is satisfied that the grant of injunction or making an interim order is required to give effect to Article 2A or the spirit of this chapter".

12. After Article 203H, the following new Article 203-I. I shall be inserted :

"203-I. (1) Subject to the Constitution, the Court may, if it is satisfied that no other adequate remedy is provided by law, on the application of any person made an order—

(a) directing a person performing the functions in connection with the affairs of the federation, a province or a legal authority to refrain from doing anything he is not permitted by the injunctions of Islam to do or to do anything he is required by the injunctions of Islam to do ; or

(b) declaring that any act done or proceeding taken by a person performing functions in connection with the affairs of the federation, a province or a legal authority has been done or taken without authority under Article 2A and is of no legal effect.

203-I (2) The Court may, in appropriate cases, make an interim order on the application of an aggrieved person".

13. In Article 229, the words "two-fifths" shall be substituted with the words "one-eighth".

14. (1) In Article 230 of the Constitution, Clause (4) shall be substituted as follows :

"(4) The Islamic Council shall submit its report or reports at least once every year which shall be laid before both the Houses of the Majlis-e-Shoora (Parliament) and each Provincial Assembly within six months after its or their receipt, and the Majlis-e-Shoora (Parliament) or the Assembly, as the case may be, after considering the report shall enact laws in pursuance thereof within a period of one year from the date it is laid before the House".

(2) In Article 230, after clause (4) a new clause (5) shall be added, namely :

"(5) Reports of the Islamic Council whether submitted for the first time reconsidered under clause (6) shall be laid before the

Majlis-e-Shoora (Parliament) and each Provincial Assembly within a period of six months after their submission and, the Majlis-e-Shoora (Parliament) or the Assembly, as the case may be, shall enact laws in pursuance thereof within a period of one year from the date it was laid before the House."

"(6) The Majlis-e-Shoora (Parliament) or the Provincial Assembly may refer a report or a part thereof back to the Islamic Council for reconsideration in the light of the observation made or difficulties anticipated in the implementation of a report and the report so submitted after such consideration shall be laid before the House from where it was referred back within a period of four months from th date of its receipt".

15. In Article 248, Clauses (2), (3) and (4) shall be omitted.

ضمیمہ۔ ۲

اسلامی نظام معیشت کمیٹی کی
رپورٹ
بابت پی ایل ایس اکاؤنٹ

اسلامی نظام معیشت کمیٹی کی رپورٹ
بابت پی ایل ایس اکاؤنٹ

یہ مراسلہ مرکزی اور صوبائی فنڈز کے فاضل سرمائے کی "پی ایل ایس اکاؤنٹ میں سرمایہ کاری" کے عنوان سے مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ، قسمت خزانہ کی طرف سے بذریعہ وزارت مذہبی امور، مراسلہ نمبر ۹(۲)/اے ڈی جے (آر اینڈ آر)/۸۹، مورخہ ۸ - جون ۱۹۸۹ء کو موصول ہوا۔

اسلامی نظام معیشت کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء میں طے پایا کہ زکوٰۃ کا پیسہ سودی کاروبار میں لگانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جہاں تک پی ایل ایس اکاؤنٹس کا تعلق ہے یا کسی اور تجارتی منصوبے میں، تو یہ بھی شرعاً درست نہیں، حدیث شریف میں ہے۔

« تؤخذ من اغنيائهم وتردإلیٰ فقرائهم »

ترجمہ زکوٰۃ مسلمانوں کے امراء سے لیکر ان کے فقراء کو دے دی جائے گی۔ یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ امراء سے تو لی جائے گی مگر سالہا سال تک اپنے پاس ہی رکھی جائے گی، ہاں اگر یہ صورت پیدا ہو جائے کہ ملک میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہے اور ملک سے فقر و فاقہ مٹ جائے تو یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ اب زکوٰۃ کے مال کا کیا کریں، اس کا جواب یہ ہے پھر دوسرے مقامات کے غریب مسلمانوں کو بھیج دی جائے۔

عن عقبة بن الحارث قال: صليت وراء النبى صلى الله عليه وسلم بالمد ينة العصر، فسلم، ثم قام مسرعاً، فتخطى رقاب الناس الى بعض حجر نسائه، ففزع الناس من سرعته، فخرج عليهم،

فرأى انهم قد عجبوا من سرعته، قال: ذكرت شياءً من تبر عندنا فكرهت ان يحبسنی فامرت بقسمته،، رواه البخاری، وفی روایة له، قال: کنت خلفت فی البیت تبرا من الصدقة فکرهت ان ابیته،، ـ (۱)

ترجمہ حضرت عقبہ بن الحارث سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز ادا کی تو آپ نے سلام پھیرا اور جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ازواج کے حجروں کی طرف چلے' لوگوں کو آپ کی جلدی سے تعجب ہوا' پس آپ تشریف لائے اور آپ نے ان کے تعجب کو ملاحظہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اپنے پاس پڑے کچھ سونے کے ٹکڑے یاد آئے تو میں نے ان کو روکنا مکروہ جانتے ہوئے ان کی تقسیم کا حکم دے دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ صدقے کے سونے کے ٹکڑے چھوڑ آیا تھا۔

نیز ایک اور حدیث شریف میں ہے

«عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان لی مثل احد ذهبا لسرنی ان لا یمر علی ثلث لیال و عندی منه شیٔی الا شیٔی ارصده لدین (رواه البخاری) (۲)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میرے لئے یہ بات باعث خوشی ہوگی کہ مجھ پر تین رات اس حالت میں نہ گزریں کہ میرے پاس ان کا کچھ بھی حصہ باقی ہوالا یہ کہ قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ 'تقسیم زکوٰۃ اور مستحقین تک زکوٰۃ کا پہنچانا حکومت کی کتنی اہم ذمہ داری ہے' یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والوں نے زکوٰۃ دے دی اور اپنا فریضہ ادا کر دیا' لیکن

---

(۱) مشکوة المصابیح، الجزء الاول، حدیث نمبر ۱۸۸۳، ص/۵۹۰

(۲) ایضاً حدیث نمبر ۱۸۵۹ ص/۵۸۳

حکومت جس کے پاس ذرائع اور مشینری کی کمی نہیں اپنا فریضہ (تقسیم زکوٰۃ) ادا نہ کر سکی، ہم حکومت کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ جب وہ کوئی اسلامی کام کرے تو اس کے تمام تقاضے پورے کرے تا کہ مسلمانوں میں بے چینی پیدا نہ ہو اور اس مبارک نظام سے اعتماد نہ اٹھ جائے لہٰذا زکوٰۃ کی رقم کی سرمایہ کاری کے بجائے اسکو مستحقین میں زیادہ سے زیادہ مفید طریقوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ اور اس کام کو اولیت دی جائے، کہ یہ امانت ہے اور اس کی ادائیگی میں عجلت ضروری ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ زکوٰۃ عام ٹیکسوں کی طرح ایک ٹیکس نہیں، جو حکومت کی پوری صوابدید پر ہوتا ہے۔ اس میں دینے والوں کی نیت کا لحاظ ضرور رکھا جائے گا، یعنی وقف کرنے والے نے جو چیز جس مقصد کے لئے وقف کی ہے وکیل یا متولی اوقاف پر لازم ہے کہ وہ اسی مقصد پر صرف کرے، اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں نے جن مقاصد کے لئے زکوٰۃ دی ہے انہی پر زکوٰۃ کو صرف کرنا چاہئے اور اس کے مقاصد وہی ہیں جو قرآن و سنت میں معروف و متعارف ہیں، ان میں سرمایہ کاری کا کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی دینے والوں کی یہ نیت ہوتی ہے کہ حکومت اس مال کو ان سے لیکر سرمایہ کاری کرے۔

ضمیمہ۔ ۳

رپورٹ
اصلاح نظام تعلیم

رپورٹ
اصلاح نظام تعلیم

ذیلی کمیٹی برائے اصلاح نظام تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ
اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان
اسلام آباد

مشمولات

باب اول

فصل اوّل

باب سوم

باب چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی نظریاتی کونسل کی ذیلی کمیٹی
برائے
اصلاح نظام تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ
کی حتمی رپورٹ

تعارف

مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۹۰ء کو جناب محمد حلیم (ریٹائرڈ) چیف جسٹس کی سربراہی میں کونسل کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان محترمہ بینظیر بھٹو نے معاشرے کو اسلامی تعلیمات کے مطابق پروان چڑھانے کے لئے کونسل پر یہ زور دیا تھا کہ -

"پاکستان کے آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل کو ایک خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ حاکمیت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ پارلیمینٹ کے منتخب نمائندے اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے، حاکمیت کے اختیارات کو اللہ تعالیٰ کی مقررہ کردہ حدود کے اندر استعمال کرتے ہیں۔ یہ پارلیمینٹ کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل پارلیمینٹ کے ممبران کی رہنمائی کرتی ہے تاکہ وہ اللہ رب العزت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اللہ کے نائب کی حیثیت سے حاکمیت کے اختیار کو استعمال کر سکیں"

"ماضی میں صرف اس بات پر زور دیا جاتا رہا ہے کہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے۔ شریعت کی تشریح یوں کی گئی جیسے اس سے مراد صرف اسلام کا قانونی ڈھانچہ ہے۔

حالانکہ شریعت میں ایک مسلمان کی تمام تر زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے اور گزارے کا نام ہے۔ یہ خیال درست نہیں کہ صرف قوانین کو اسلامی رنگ دے کر ہی ایک اسلامی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ دوسرے کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لئے قوانین صرف ایک ذریعہ ہیں۔ قوانین کے علاوہ معاشرے کے دوسرے ایسے شعبے بھی ہیں مثلاً اخلاقیات، سماجی انصاف، تعلیم، خاندان جن کو اسلامی نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ "

"میں اس معزز کونسل کی توجہ تعلیم کے شعبے کی طرف بھی دلانا چاہتی ہوں۔ تعلیم کے شعبے میں بہت اصلاحات کی ضرورت ہے کیونکہ تعلیم ہی کے ذریعے ہم نہ صرف اسلامی قدروں کو فروغ دے سکتے ہیں بلکہ اس کے ذریعے ملکی ترقی کے لئے تربیت یافتہ اور ہنرمند لوگ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں تعلیم کی شرح بہت کم ہے۔ مجھے خوشی ہوگی اگر کونسل ملک میں ناخواندگی کم کرنے کے لئے مناسب تجاویز پیش کرے۔ اس وقت ملک میں دو تین مختلف قسم کے نظام تعلیم ہیں۔ دینی مدارس بھی ہیں اور مغربی ملکوں کے طرز پر چلنے والے کالج اور یونیورسٹیاں بھی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ کونسل ان مختلف نظام ہائے تعلیم کے تحت چلنے والے مدارس اور اداروں کو اکٹھا کرنے کے لئے تجاویز پیش کرے گی تا کہ صحیح اسلامی خطوط کے مطابق ملک میں علماء، سائنس دان، ڈاکٹرز، انجینئرز اور منیجرز وغیرہ پیدا ہو سکیں جو نہ صرف اپنے اپنے مخصوص شعبوں میں ماہر ہوں بلکہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی سپرٹ سے بھی آگاہی رکھتے ہوں"۔

میرا خیال ہے کہ آپ اسلامی تعلیمات کے قانونی پہلوؤں کی بجائے اخلاقی اور فلاحی پہلوؤں پر زیادہ زور دیں۔ معاشرے کی اس طرح تربیت کرنی چاہئے کہ وہ اسلامی قدروں کو سچے دل سے قبول کریں۔ اسلامی قدروں کے فروغ کے بغیر محض اسلامی قوانین کے نفاذ سے معاشرہ اسلامی نہیں بن جاتا"۔

"اسلامی فقہ کی ترتیب و تدوین اور اسلامی قوانین پر مختلف علماء کی آراء اور توجیہات کو ایک جگہ اکٹھا کرنا بہت بڑا کام ہے جو کونسل کو شروع کر دینا چاہئے اور اس کاوش کو عام لوگوں اور قانون دانوں کی رہنمائی کے لئے عام کر دینا چاہئے۔ اسلام کے داعی اکثر اسلام کے عمومی پہلوؤں پر بات کرتے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو روزمرہ کے مسائل کے حل کے لئے استعمال کیا جائے تا کہ ہمارے اعمال کو صحیح خطوط پر ڈھالا جا سکے۔ اس امر کو خصوصی اہمیت دینے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی معاشرہ میں اسلام کے صحیح

اصولوں کے مطابق کمزور اور کچلے ہوئے طبقات کو سربلند کیا جائے"۔
"خواتین کے حقوق کی حفاظت کا انتظام کرنے کے لئے آپ کو تجاویز پیش کرنا ہوں گی۔ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے اور ملازمت کے مساوی مواقع ملنے چاہئیں۔

"ہمیں انتظام کرنا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ خواتین حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی طرح اسلامی شریعت' فقہ اور قانون کا علم حاصل کریں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اسلامی تعلیمات کا نصف حصہ حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی نے خواتین کے لئے حدیث 'تفسیر' اسلامی قانون اور اسلامی شریعت کی تعلیم کا بندوبست کیا ہے"۔

(وزیر اعظم) محترمہ وزیر اعظم صاحبہ نے اپنی اس افتتاحی تقریر میں کونسل کی توجہ جن وسیع دائرہ ہائے زندگی میں دور رس اثرات کی حامل سفارشات اور تجاویز پیش کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ چیئرمین نے کونسل کے ممبران پر مشتمل چار ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل کی۔ ان کمیٹیوں میں ایک ذیلی کمیٹی نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ عامہ پر تجاویز مرتب کرنے کے لئے تشکیل کی گئی۔

کونسل کے سابق چیئرمین اور ماہر تعلیم جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد جے ہالے پوتا اس کمیٹی کے کنوینر مقرر کئے گئے۔ کمیٹی کے دیگر ممبران کے اسمائے گرامی حسب ذیل تھے

۱۔ جناب جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری	رکن
۲۔ جناب مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۳۔ جناب مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۴۔ جناب مولانا حامد سعید کاظمی	رکن
۵۔ جناب سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۶۔ محترمہ نثار فاطمہ زہراء	رکن

پیشرو کمیٹیوں کی کارکردگی

آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے نفاذ کے بعد جناب حمود الرحمٰن (ریٹائرڈ) چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں تشکیل شدہ کونسل نے جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد جے ھالے پوتا کی سربراہی میں مندرجہ ذیل ممبران پر مشتمل تعلیمی اصلاحات کے لئے ذیلی کمیٹی تشکیل دی تھی۔

ذیلی کمیٹی قائم کردہ ۷۶۔ ۱۹۷۴ء

(۱) جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد جے ھالے پوتا	کنوینر
(۲) جناب جمیل حسین رضوی (ریٹائرڈ) جسٹس	رکن
(۳) جناب مولانا محمد حنیف ندوی	رکن
(۴) جناب مولانا محمد بخش مسلم	رکن
(۵) جناب ڈاکٹر مس کنیز یوسف	رکن

اس کمیٹی نے مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۷۵ء بمقام لاہور، یکم دسمبر ۱۹۷۵ء ۲۹ دسمبر ۱۹۷۵ء بمقام حیدر آباد اور ۲۳ جنوری ۱۹۷۶ء بمقام لاہور، چار اجلاس منعقد کئے جس میں اپنی عبوری رپورٹ مرتب کی جس پر مورخہ ۳۱ جنوری اور یکم فروری ۱۹۷۶ء کو کونسل نے غور کر کے معمولی ترامیم کے ساتھ رپورٹ کی منظوری دی یہ رپورٹ کونسل کی سالانہ عبوری رپورٹ برائے ۷۶۔ ۱۹۷۵ء کے صفحہ ۱۳۱ سے ۲۱۰ میں دی گئی ہے اس رپورٹ کا خلاصہ سفارشات زیر نظر رپورٹ کے جزء "ب" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ذیلی کمیٹی قائم کردہ ۷۸۔ ۱۹۷۷ء

جناب جسٹس ریٹائرڈ محمد افضل چیمہ کی سربراہی میں قائم شدہ کونسل نے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی جس کے ممبران جناب مفتی سیاح الدین کاکاخیل، مولانا ظفر احمد انصاری، مفتی محمد حسین نعیمی تھے۔ اس کمیٹی کے کنوینر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی رکن کونسل مقرر کئے گئے تھے جس نے قومی تعلیمی کمیشن کی راہنمائی کے لئے مسودہ تعلیمی سفارشات اپنے تین اجلاسوں منعقدہ اسلام آباد مورخہ ۱۵ جون ۱۹۷۸ء، ۲۹ جولائی

۱۹۷۸ء اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو حتمی شکل دے کر رپورٹ تیار کی۔

ذیلی کمیٹی کی رپورٹ غور کے بعد حکومت کو بھیج دی۔ اس رپورٹ کا خلاصہ (Summary) باب سوم میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

رپورٹ ہذا کی ترتیب

رپورٹ زیر نظر چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول تعلیم کے بارے میں اسلام کے اصولی احکام پر مشتمل ہے۔ فصل دوم فنی تربیت اور مواقع روز گار کے بارے میں ہے۔

باب دوم بھی دو فصلوں پر مشتمل ہے اس باب کی دونوں فصلوں میں وہ سفارشات شامل ہیں جو سابقہ کونسلوں کی قائمہ کردہ ذیلی کمیٹیوں نے وقتاً فوقتاً اصلاح نظام تعلیم کے سلسلے میں مرتب کیں اور جن کو کونسل نے منظور کیا تھا، کمیٹی ہذا نے ان سفارشات پر غور کرنے کے بعد جن کو مفید مطلب پایا وہ چن لی گئی ہیں اور باب ہذا کی دو فصلوں میں شامل کر لی گئی ہیں۔

فصل اول حصول تعلیم کے سلسلے میں اسلام کے اصولی اور بنیادی احکام مثلاً علم کی اہمیت وفضیلت، وسعت اور غرض وغایت وغیرہ کے بارے میں ہے اور فصل دوم ان عملی سفارشات پر مشتمل ہے جن کو روبہ عمل لانے سے نظام اور نصاب تعلیم اسلامی سانچے میں ڈھل جائیں گے اور فارغ التحصیل اہل علم اسی دینی جذبے للھیت اور خدمت انسانی کے اعلیٰ اوصاف کے حامل ہو جائیں گے جو اسلام کے مقاصد عالیہ ہیں۔

باب سوم ۱۹۷۸ء میں کونسل کی قائم کردہ ذیلی کمیٹی کی منتخبہ سفارشات پر مشتمل ہے چونکہ اس ذیلی کمیٹی میں اکثریت مدارس دینیہ کے کہنہ مشق جید اساتذہ اور ممتاز علماء کی تھی لہٰذا ان کی سفارشات دینی مدارس کے عملی تجربہ اور گہری دینی وابستگی کی آئینہ دار ہیں جن کا مقصد عام تعلیم کی مختلف کلاسوں کے نصاب ہائے مضامین اسلامیات اور عربی کو خصوصی طور پر بلند کرنا ہے اور معیار تعلیم کے علاوہ اساتذہ کے باطنی تزکیہ کی طرف زور دینا ہے۔

باب چہارم ان سفارشات پر مشتمل ہے جو جنوری ۱۹۷۹ء میں صدر مملکت نے پاکستان کے دینی

مدارس کی بہتری اور ترقی، فارغ التحصیل طلبہ کو سود مند ملازمتیں دینے یا اعلیٰ مواقع کی فراہمی اور ملک کے نظام تعلیم میں دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب ہائے تعلیم میں ثنویت ختم کر کے ان میں انضمام (Integration)، ارتباط اور انضباط پیدا کر کے ایسے اہل علم تیار کرنے کے لئے قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم کی تھی، جو صدر کے نزدیک نہ صرف دانشور اور فاضلین ہوں، بلکہ باطنی اور روحانی لحاظ سے اعلیٰ درجات کے حامل اولیاء اور مصلحین ہوں۔

چونکہ اس قومی کمیٹی میں ایک طرف پندرہ، سولہ جید علمائے کرام دینی مدارس کے ناظمین شامل تھے دوسری طرف یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز اور ماہرین بھی شامل تھے اس لحاظ سے اس کمیٹی کی سفارشات ملک کے مروجہ دونوں نظاموں کو یکجا کرنے اور نظام تعلیم سے ثنویت کے خاتمے کے لئے نہایت وقیع، مفید اور عملی تجاویز پر مشتمل تھیں اس کے ساتھ ان سفارشات میں مختلف کلاسوں کے لئے نصابی کتب کے علاوہ وسیع مطالعہ کے لئے مددگار کتابیں بھی تجویز کی گئی تھیں۔

کمیٹی ہذا نے ایسے اہم علمی ذخیرہ سے مفید تجاویز منتخب کر کے ان کو روبہ عمل لانے کے لئے رپورٹ ہذا میں شامل کیا۔

حاصل رپورٹ

رپورٹ ہذا کے چاروں ابواب کے مندرجات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ رپورٹ ہذا میں مشمولہ سفارشات نہ صرف علماء اور دانشور ہی پیدا کرنے میں مددگار ثابت ہوں گی بلکہ ان پر عملدرآمد سے قلیل عرصے میں فنی اور صنعتی شعبوں کے لئے کاریگر اور ٹیکنیکل افراد بھی تیار ہوں گے روزگار کے وسیع مواقع پیدا ہوں گے اور ملکی پیداوار بڑھے گی علاوہ ازیں طب اور میڈیکل کے شعبوں میں انقلابی تبدیلیوں کی سفارش کی گئی ہے جن پر عمل درآمد سے ملک میں عطائیت (Quackery) کا خاتمہ ہو گا اور آبادی کے زیادہ سے زیادہ حصہ کے لئے علاج معالجے کی سہولتیں مہیا ہوں گی۔

اس کمیٹی کو رپورٹ کی تیاری کے لئے اولاً تین ماہ کا وقت دیا گیا تھا بعد ازاں کونسل کے چوتھے اجلاس میں کمیٹی ہذا کو اپنی رپورٹ پر نظر ثانی اور ترتیب نو کے لئے مزید وقت دیا گیا۔ کمیٹی کا پہلا اجلاس مورخہ ۸ تا ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء کو دفتر کونسل اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ دوسرا اجلاس ۹ تا ۱۰ جون ۱۹۹۰ء کو، تیسرا اجلاس ۲۵ تا ۲۸ جون ۱۹۹۰ء اور چوتھا اجلاس مورخہ ۱۶ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء کو دفتر کونسل میں منعقد ہوا اور اس نے حتمی رپورٹ مرتب کی جسے کونسل نے اپنے پانچویں اجلاس منعقدہ ۲۵ تا ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء میں جزوی ترامیم کے ساتھ منظور کر لیا جو آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے۔

اس رپورٹ کی ترتیب اور تیاری میں جناب ظہیر الدین برلاس ریسرچ آفیسر، حافظ محمد لطیف سلیمی چیف ریسرچ آفیسر اور سید صفدر علی شاہ سیکرٹری کونسل نے کمیٹی کی معاونت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

اسلام آباد
۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء

پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد جے ہالے پوتا
کنوینز ذیلی کمیٹی برائے
اصلاح نظام تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ

باب اول

فصل اول فروغ تعلیم کیلئے اسلام کی اخلاقی تعلیمات

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

موجودہ معاشرہ جس افراتفری، بے چینی، بدنظمی اور غیر یقینی کیفیات سے دوچار ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے۔ حکومت اور دانشوران قوم اس افسوس ناک صورت حال کے تدارک، سدباب اور خاتمہ کیلئے شب وروز کوشاں ہیں، نیز اس کے اسباب وعلل کی کھوج لگانے میں مصروف ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس نے ہماری ملکی وملی زندگی کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا ہے اور جو علاج تجویز کیا جاتا ہے وہ مرض میں اضافہ ہی کا سبب بنتا جا رہا ہے۔

؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس میں شک نہیں کہ اس تمام صورت حال کا ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک ہم نے اپنے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کو اپنے ملک وملت کے مزاج، ضروریات اور مقتضیات کے مطابق تیار نہیں کیا، حصول وطن کے بعد بھی ہم نے وہی نظام ونصاب تعلیم جاری رکھا جو ایک غیر مسلم حاکم قوم نے ایک مسلم محکوم پر حکومت کرنے کے لئے وضع کیا تھا۔ ۱۷۹۲ء میں "جان گل کرائسٹ" نے کلکتہ میں اور ۱۸۳۴ء میں لارڈ میکالے نے ہندوستان میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کو تہس نہس کر کے اس سیکولر (Secular) نظام تعلیم کی داغ بیل ڈالی، دور غلامی میں مسلمانوں نے اس نظام تعلیم کی بھرپور مزاحمت کی اور ملت مسلمہ کو اس کی تباہ کاریوں اور مستقبل کے خطرات سے آگاہ کیا، مگر تعجب کی بات ہے کہ جب ہم پاکستان کے قیام کے بعد آزاد ہو گئے اور ایک خطہ زمین حاصل کر لیا تو اسی پرانے غلامانہ دور کے نظام کو گلے لگائے رکھا اور اب اس سے چمٹ کر رہ گئے

تفصیلات ملاحظہ فرمائیں "مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت" از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

ہیں۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں نو آبادیاتی نظاموں سے لوگوں کو آزادی ملی انہوں نے اپنے اپنے نظام ہائے تعلیم کو بدل لیا ہے صرف پاکستان ہی ایسا ملک ہے جس نے شروع شروع میں ضرورت کے باوجود اس تبدیلی کی طرف توجہ نہ دی' اور اگر کہیں کچھ تبدیلی ہوئی بھی تو وہ بھی برائے نام ہوئی۔

اب ہمارے ماہرین تعلیم اس پر متفق نظر آتے ہیں اور احساس کرنے لگے ہیں کہ سوائے چند موضوعات کے رائج الوقت نصاب تعلیم بےمقصد اور غیر مفید ہے اور رہی سہی کسر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے موجودہ ماحول میں یونینزم کے نظام میں دھڑے بندی اور نظام تعلیم میں موجودہ ابتری نے پوری کر دی ہے۔

اس نظام کی اصلاح' جزوی طور پر ممکن نہیں ہے بلکہ پورے کا پورا نظام تبدیل کرنا ہوگا' یہ انقلابی کام مروجہ ٹال مٹول کے طریقوں سے ممکن نہ ہوگا۔ یہ ہمارا دینی اور ملی فریضہ ہے اور ہماری آئینی ذمہ داری ہے جیسا کہ آئین پاکستان کی تمہید (Preamble) جس کو اس وقت نافذ العمل آئینی اہتمام کی حیثیت حاصل ہے' کے مندرجہ ذیل فقرات کے مطالعہ سے کونسل کی یہ ملی اور ملکی ذمہ داری واضح ہو جاتی ہے جو آئین کی مندرجہ ذیل عبارت میں متعین ہے :۔

"Wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed;

Wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Qur'an and Sunnah;"

ترجمہ (ایسا نظام قائم کیا جائے گا) جس میں ان اصول جمہوریت آزادی' مساوات تحمل و بردباری' سماجی عدل کا کلیتہً لحاظ رکھا جائے گا جیسا کہ اسلام نے بتائے ہیں۔
(ایسا نظام قائم کیا جائے گا) جس میں مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی حلقوں میں' ان اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق اس طرح ڈھالنے میں مدد دی جائے گی جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں پیش کئے گئے ہیں۔

آگے چل کر آئین میں اصول حکمت عملی میں شہریان پاکستان میں اسلامی طرز حیات اجاگر کرنے

کے لئے حکومت کی طرف سے مندرجہ ذیل امور کالحاظ رکھنے کے لئے مناسب اقدام اٹھانے کا ذمہ لیا گیا ہے، جیسا کہ آرٹیکل ۳۱ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے

Article 31.—(1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Qur'an and Sunnah.

(2) The State shall endeavour, as respects the Muslims of Pakistan,—

(a) to make the teaching of the Holy Qur'an and Islamiat compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic Language and to secure correct and exact printing and publishing of the Holy Qur'an;

(b) to promote unity and the observance of the Islamic moral standards.

ترجمہ ۳۱۔ (۱) پاکستان کے مسلمانوں کو، انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے اساسی اصولوں اور بنیادی تصورات کے مطابق اپنی زندگیاں مرتب کرنے میں مدد دینے کے لئے اور قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھنے میں مدد دینے کی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدام کئے جائیں گے۔

(۲) پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل امور کے لئے کوشش کرے گی۔

(الف) قرآن پاک کی تعلیمات اور اسلامیات کو لازمی قرار دینا، عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لئے سہولت بہم پہنچانا اور قرآن پاک کی صحیح اور من و عن طباعت اور اشاعت کا اہتمام کرنا۔

(ب) اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیاروں کی تعمیل کو فروغ دینا۔

آگے چل کر آئین کے باب نہم میں اسلامی احکام کے تحت مندرجہ ذیل اقدامات بروئے کار لانے کے لئے کونسل کو یہ آئینی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے جس کے تحت قرآن و سنت کے مطابق اسلامی نظام

حیات کو اجاگر کرنے اور اس کے لئے ساز گار حالات پیدا کرنے کے لئے بطور فرض منصبی کونسل کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ملکی نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے طریقے اور مناہج کی نشاندھی کرے جیسا کہ مندرجہ ذیل آئینی اہتمام (Provisions) سے یہ ثابت ہوتا ہے۔

230. (1) The functions of the Islamic Council shall be,—

(a) to make recommendations to Majlis-e-Shoora (Parliament) and the Provincial Assemblies to the ways and means of enabling and encouraging the Muslims of Pakistan to order their lives individually and collectively in all respects in accordance with the principles and concepts of Islam as enunciated in the Holy Qur'an and Sunnah;

(b) to advise a House, a Provincial Assembly, the President or a Governor on any question referred to the Council as to whether a proposed law is or is not repugnant to the Injunctions of Islam;

(c) to make recommendations as to the measures for bringing existing laws into conformity with the Injunctions of Islam and the stages by which such measures should be brought into effect; and

(d) to compile in a suitable form, for the guidance of Majlis-e-Shoora (Parliament) and the Provincial Assemblies, such Injunctions of Islam as can be given legislative effect

۲۳۰۔ (۱) اسلامی کونسل کے فرائض حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے ان اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور امداد ملے جو قرآن پاک اور سنت میں متعین ہیں۔

(ب) کسی ایوان ، کسی صوبائی اسمبلی ، صدر یا کسی گورنر کو کسی ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا جس میں کونسل سے اس بابت رجوع کیا گیا ہو کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام

کے منافی ہے یا نہیں۔

(ج) ایسی تدابیر کی جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے عین مطابق بنایا جائے گا نیز ان مراحل کی جن سے گزر کر محولہ تدابیر کا نفاذ عمل میں لانا چاہئے' سفارش کرنا' اور

(د) پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لئے اسلام کے ایسے احکام کی ایک موزوں شکل میں شیرازہ بندی کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جا سکے۔

مذکورہ بالا آئینی شقوں کے علاوہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے والے لوگوں کی عوام میں شہرت اور پذیرائی کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو منتخب کرانے کے لئے جو شرائط آئین میں لازمی قرار دی گئی ہیں' ان کے لحاظ سے بھی اسلامی طرز حیات اور اسلامی نظام حکومت و قانون سازی کو استحکام حاصل ہے جیسا کہ آئین کے آرٹیکل ۶۲ کی ذیلی شق (ڈی) اور (ای) کے مندرجات سے رہنمائی ملتی ہے' اسلامی معلومات کا حامل ہونا لازمی قرار دیا گیا جیسا کہ درج ذیل سے ثابت ہے –

(d) He is of good character and is not commonly known as one who violates Islamic Injunctions;

(e) He has adequate knowledge of Islamic teachings and practises obligatory duties prescribed by Islam as well as abstains from major sins.

(ڈی) وہ (انتخاب میں کھڑا کئے جانے والا شخص) ایسے حسن اخلاق کا حامل ہو اور بالعموم ایسی شہرت کا حامل نہ ہو جو اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو۔

(ای) وہ اسلامی تعلیمات کا مناسب علم رکھتا ہو اور اسلام کے مبینہ فرائض کا پابند ہو' اور کبائر سے اجتناب کرتا ہو۔

نظام تعلیم میں اصلاح کے ساتھ روحانی اقدار

مذکورہ بالا امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں اسلامی تعلیم آئینی نقطہ نظر اور ہماری امت کے جذبات اور امنگوں کے مطابق مرتب کرنا ناگزیر ہے اور نظام تعلیم ہمارے اسلاف کے طریق کار کے مطابق ہونا چاہئے جس سے نہ صرف علماء مشائخ' مدرسین' مفتیان کرام اور روحانی بلند درجات کے حامل رجال کار پیدا ہوتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نیک اور اسلامی روح سے بہرہ ور تعلیم یافتہ ہنرمند

کاریگر، ماہرین فنون تعمیر، انجینئرز، اطباء، عمل کیمیا، طبیعات، ہندسہ، زراعت، صنعت وحرفت، مدبرین سیاست اور منتظمین مملکت، عدل واحسان کے پیکر بھی ہوتے تھے اور ہمارے اس اسلامی نظام تعلیم سے فارغ التحصیل مصنّفین، ادیب، شعراء، خطباء اور فاضلین ہمارے معاشرہ میں اخلاقی طور پر اسوہ حسنہ کا موثر نمونہ ہوتے تھے جن کی صحبت سے ہمارے معاشرہ میں اعلیٰ انسانی اقدار، تحمل، بردباری، رواداری، خدا خوفی کا دور دورہ ہوتا تھا اور لوگ آخرت کا ہر دم خیال رکھنے والے ہوتے تھے جن کو ایمان بچاتے ہوئے زندگی بسر کرنے کا ہر وقت خیال رہتا تھا اور ان کی آخری بڑی خواہش یہ ہوتی تھی کہ اس دنیا سے وہ جب رحلت کریں تو کلمہ توحید ورسالت کا ورد ان کی زبانوں پر جاری ہو۔

اساتذہ کا کردار

ہمارا نظام تعلیم جو اس وقت یونیورسٹوں، کالجوں اور سکولوں سے ترقی پا رہا ہے اس سے نیک سیرت اساتذہ کا حصول دشوار ہے اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

دینی مدارس کے ماحول میں خامیاں

ہمارے دینی مدارس کی تعلیمی سرگرمیاں بھی ماند پڑ چکی ہیں۔ ان کے فارغ التحصیل حضرات نہ نصاب پر پوری طرح دسترس رکھتے ہیں نہ تزکیہ قلب سے کامل طور پر بہرہ مند ہوتے ہیں اور نہ ان کے معاشرتی رویہ میں للهیت کی وہ جھلک پائی جاتی ہے جو ہمارے اسلاف میں پائی جاتی تھی۔ ان کی شخصیتیں بھی ایسی جاذبیت کی حامل نہیں رہیں، جن کو دیکھ کر قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

جدید اور قدیم نظام تعلیم کے فارغ التحصیل حضرات کا قومی تعمیر میں غیر موثر کردار

ان حالات میں کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس کے جو فارغ التحصیل حضرات عملی زندگی میں قدم رکھنے کے لئے ملازمت کی تلاش میں نکلتے ہیں ان کی اکثریت (الا ماشاء اللہ) کی کوئی پذیرائی نہیں ہوتی اور وہ روزگار کی تلاش میں پھرتے پھرتے دل شکنی (Frustration) کا شکار ہو کر قومی تعمیر میں اپنے علم وعمل سے صحیح قومی کردار ادا کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔

ذیلی کمیٹی کا محدود دائرہ کار، نصاب تعلیم میں اساسی اسلامی اجزاء کی شمولیت

یہ درست ہے کہ دنیا بھر میں بے روزگاری کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ پاکستان بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اس امر کا احساس ہے کہ ہم اس وقت نہ تو پورا نظام تعلیم وضع کر رہے ہیں اور نہ ہی نصاب تعلیم اور نہ ہی یہ چیز ہمارے دائرہ کار میں اس حیثیت میں آتی ہے تاہم قلت وقت کے پیش نظر، محدود وقت میں ہمیں یہ رپورٹ مرتب کرنی ہے اس لئے ہمارے اپنے دائرہ کار کی گنجائش یہ ہوگی کہ ہم قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ ایک اسلامی ملک میں نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں کون سے بنیادی اساسی اجزاء ہیں جن کو نمایاں طور پر پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور ایک اسلامی معاشرہ میں تعلیم کا مقصد کیا ہے۔ ان مقاصد کو مطمع نظر بناتے ہوئے اسلامی تعلیم کے مقاصد و اغراض کا تعین اور خصوصی تشخص کو واضح کرنے کے لئے کونسل نے توجہ مرکوز کی ہے۔

ماضی میں تعلیمی اصلاحات کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی مساعی

اس سے قبل بھی اسلامی نظریاتی کونسل اپنی سالانہ رپورٹوں برائے سال ۷۶۔۱۹۷۵ء، ۷۸۔۱۹۷۷ء، ۱۹۸۲ء، ۸۴۔۱۹۸۳ء اور ۸۷۔۱۹۸۶ء میں حکومت کو رائج الوقت نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے وقیع تجاویز پیش کر چکی ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ان میں بعض تجاویز ملک میں کسی حد تک نافذ العمل ہیں، مثلاً دینی مدارس کے نظام میں قدرے اصلاح ہوئی ہے، تنظیم المدارس اور وفاق المدارس وغیرہ کے قیام سے دینی مدارس کے امتحانات میں نظم وضبط پیدا ہوا ہے اور دینی مدارس کی سندات کو تسلیم کئے جانے کے بعد تعلیمی اداروں کو عربی اور دینیات کے فاضل اور لائق اساتذہ میسر آئے ہیں، قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم اور دینیات کی تعلیم بھی شروع ہوئی ہے، مگر یہ کام جس بے دلی اور بدنظمی سے ہو رہا ہے وہ افسوس ناک ہے، اس سے بہتر تعلیم اب بھی مساجد کے برآمدوں میں ہو جاتی ہے۔

علم کی اہمیت و فضیلت

مسلمان ممالک خاص طور پر پاکستان علم و تحقیق کے میدان میں زبوں حالی کا شکار ہیں۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ہی ان پر علمی زوال بھی آیا، لیکن تعجب ہے کہ سیاسی طور پر اقتدار حاصل کرنے کے باوجود مسلمانوں نے اپنی علمی کم مائیگی دور کرنے کی طرف توجہ نہ دی، اس صورت حال کو دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہونے لگا ہے کہ شاید اسلام علم و تحقیق کے خلاف ہے، پھر عیسائیت نے سائنس اور سائنس دانوں کے خلاف جو رویہ رکھا اس کا ردعمل یہ ہوا کہ سائنس کو مذہب کے اور مذہب کو سائنس کے خلاف سمجھا جانے لگا، حالانکہ یہ بات عیسائیت کی حد تک صادق آتی ہے لیکن مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے سائنسی علوم کو فروغ دینے کے لئے ہر دور میں بھرپور حصہ لیا اور اب بھی مسلمانوں کے لئے اس میدان میں ترقی کرنے میں کوئی دینی اور مذہبی رکاوٹ موجود نہیں ہے۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر حافظ محمد طفیل ہاشمی کی کتاب ''مسلمانوں کے سائنسی کارنامے)۔

قیام پاکستان کے بعد کی تاریخ کو ہی لے لیجئے، ہمارے ملک میں جو سائنسی ادارے ہیں ان کے خلاف نہ کبھی کوئی مظاہرہ ہوا نہ کوئی صدائے احتجاج بلند ہوئی، نہ کوئی مضمون لکھا گیا اور نہ کوئی فتویٰ جاری ہوا۔ اگر پھر بھی مسلمان تعلیم حاصل نہ کریں تو یہ ان کی سستی اور کاہلی ہے۔ علم کی اہمیت و فضیلت قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے واضح ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (سورۃ العلق : ۱)

ترجمہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس رب نے آپ کو پیدا کیا ہے اس کے نام کی مدد سے پڑھیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پہلی وحی تھی جو نازل ہوئی اس وحی کا پہلا لفظ ''اقراء'' یعنی پڑھنے کا حکم ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اور آپؐ نے کسی درسگاہ یا کسی فرد انسانی سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ جب ان کو رسالت و نبوت کا بار گراں سپرد کیا گیا تو آپ کی وساطت سے یہ لازم کیا گیا کہ آپ کی امت علم کی دولت سے مالا مال ہو تو پھر اس نبیؐ کی وساطت سے اقراٌ کا امر ہوا، نبیؐ کی وساطت سے یہ حکم نبیؐ کی پوری امت کو دیا جا رہا ہے کہ علم حاصل کرے مگر یہاں جو بنیادی چیز لائق توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ علم کے ہر موضوع، ہر مادے اور ہر پہلو میں خداوند علیم و خبیر کا تصور و تعلق قائم رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اقرأ کے حکم الٰہی کی غایت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ”اقرأ باسم ربک“ کے اعلان کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ امت مسلمہ کے نزدیک وہ علم قابل اعتبار، مفید، دانشورانہ اور روحانی اثرات و درجات کا حامل ہے جس میں اللہ کی مدد اس کا تصور معرفت، نسبت اور تعلق ہو، پس قرآن کریم کے نزول کی پہلی آیت جہاں امت مسلمہ کے لئے علم کی اولیت اور اہمیت کا تعین کرتی ہے وہیں علم کی حیثیت کا بھی تعین کرتی ہے۔ لہٰذا اسلامی نظام تعلیم اور نصاب کو اس طرح ترتیب دیا جانا چاہئے کہ اس میں اسلامی تعلیمات کے مقاصد و فوائد اور فیوض شامل ہوں اس وجہ سے نصاب تعلیم میں فنون و علوم اور دینی و دنیوی شعبوں کو الگ الگ نہ رکھا جائے بلکہ علوم و فنون میں دین و ایمان اس طرح سرایت کئے ہوئے ہوں جس طرح پھول کی پنکھڑیوں میں خوشبو یا اعضاء جس میں روح ہوتی ہے، اور اس کی مثال مسلم فلاسفہ اور حکماء کی تصنیفات ہیں۔ مثلاً امام غزالی کی المنقذ من الضلال بو علی سینا کی ”الشفاء“ میں تشریح الابدان میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے اعضاء کی جو ساخت ہے وہ ایک اتفاقی امر نہیں، اس میں کیا کیا حکمتیں ہیں، اگر انگلیاں چھوٹی بڑی ہیں تو اس میں کیا فوائد ہیں، اور جب بحث اپنے اختتام کو پہنچتی ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خالق کائنات موجود ہے جو بصیر و حکیم ہے اس کی قدرت کو دیکھتے ہی انسان کے اندر «فسبحن اللہ احسن الخالقین» کا احساس ہوتا ہے۔

موجودہ میڈیکل و سائنسی نصابی کتب میں حلاوت ایمانی پیدا کرنے کی ضرورت

افسوس کی بات ہے کہ ہمارے میڈیکل کالجوں اور سائنسی لیبارٹریوں میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام تک نہیں آتا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ آپ میڈیکل کالجوں میں طلبہ کو اسلامیات پڑھا کر ان کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں ایک تو خود ان کے مضامین سخت اور طویل ہیں دوسرے اسلامیات بھی آپ پڑھانا چاہتے ہیں۔ پھر اسلامیات کا طب سے کیا تعلق ہے؟ دراصل یہ فکر اسی لئے پیدا ہوئی کہ ہم نے مغرب سے طب کی جو کتب درآمد کی ہیں وہ جوں کی توں اپنے نصاب میں شامل کر لی ہیں، ان کتابوں سے مذہب سے تعلق کی تلاش بے سود ہے، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ طب کے ساتھ اسلامیات بھی پڑھائی جائے تو اس

کا یہ مطلب نہیں کہ طب کی کتابوں کے ساتھ حدیث فقہ کی کوئی کتاب پڑھائی جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کتب طب کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ ایک انسان جو انسانی جسم کی ساخت، اس کی کیفیات، امراض کے حملے اور اللہ نے جسم میں جو مدافعتی نظام رکھا ہے اس کی مدافعت، تغیرات و انقلابات اور ان کے نتائج و ثمرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کے حی و قیوم ہونے کا تصور اور اس کی ربوبیت پر ایمان میں استحکام پیدا ہو، اور اللہ کے اس قول کی تصدیق ہو کہ -

وفی انفسکم افلا تبصرون (ذاریات، آیت ۲۱)

یعنی اللہ کے وجود کی نشانیاں خود تمہارے نفسوں میں ہیں تو کیا تم انہیں نہیں دیکھتے ہو؟

طبّی علوم کا دینی علوم سے تعلق

علم الادویہ میں یہ طے کرنا کہ ایک مریض کو کب، کس حالت اور کتنی مقدار میں حرام و نجس چیز استعمال کرائی جا سکتی ہے، کیا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اسقاط حمل درست ہے یا نہیں، اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا معاملہ لے لیجئے، ایک مسلمان ڈاکٹر اس طریقے سے کس حد تک استفادہ کر سکتا ہے؟ کیا ان تمام امور کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ اور سب سے اہم بات یہ کہ ایک مریض کے ساتھ ڈاکٹر کو اسلامی نقطہ نگاہ سے کیا سلوک کرنا چاہئے، سب سے اہم مسئلہ ہے، اور آج پوری قوم اس مشکل میں مبتلا ہے، اس علم کے اساتذہ پر طلبہ کی اخلاقی حالت کے سنوارنے اور سدھارنے کی بہت زیادہ ذمہ داریاں ہیں جن کا تعین اسلام کرتا ہے، یہ صرف چند مثالیں ہیں جو بات کو واضح کرنے کے لئے دی گئی ہیں، ان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ہم جس دین کے ماننے والے ہیں، وہ محض چند عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ہماری زندگی کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس دین کی دنیاوی برکات سے بہرہ مند اور مستفید ہوں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس دین کی مذکورہ حیثیت کو بحال کریں۔

جس طرح ہم نے مثالوں کے ذریعہ واضح کر کے بتایا ہے کہ آپ "علم طب" کے پورے نظام و نصاب میں قرآن کریم کی صرف ایک آیت "وفی انفسکم افلا تبصرون" کا تصور داخل کر دیں تو یہ اسلامی ہو جائے گا اسی طرح ہماری گذارش یہ ہے کہ دوسرے سائنسی علوم میں قرآن کریم کے اس تصور کو اجاگر کر دیں کہ -

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (حٰمٓ السجده آية : ۵۳)

یعنی ہم ان کو اپنی نشانیاں ' کائنات میں اور ان کے نفسوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔

سائنسی علوم قدرت الٰہیہ کی دلیل ہیں

تمام سائنسی علوم اللہ تعالیٰ کے وجود و قدرت پر اس کی "آفاقی" آیات ہیں۔ یہ امر لائق اطمینان ہے کہ اس نہج پر مسلم علماء نے کچھ کام کیا ہے مثلاً علامہ طنطاوی جوہری نے قرآن کریم کی تفسیر "آیات کونیہ" کے لحاظ سے کی ہے جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے' اس پر ہمارے اہل علم کو کام کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام دین کا سطحی علم رکھنے والے حضرات سے اور خاص طور پر وہ لوگ جن کی رسائی براہ راست قرآن و سنت تک نہیں، ممکن نہیں۔ اس کے لئے انتہائی سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔

یہ بھی لازم ہے کہ ان علوم و فنون میں جہاں غیر مسلم دانشوروں کے نظریات احکام الٰہیہ کی مخالفت کرتے ہوں ان کو ان کتابوں سے حذف کیا جانا چاہئے تاکہ مسلمان طلبہ / بچوں میں وہ نظریات راسخ نہ ہونے پائیں۔

نیک اور صالح اساتذہ کا انتخاب

یہ طے شدہ بات ہے کہ بچہ اپنے اساتذہ کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اگر اساتذہ علم و عمل کے پیکر ہوں گے تو بچہ بھی ویسا ہی ہو جائے گا یا کم از کم ویسا بننے کی کوشش کرے گا ورنہ اس کی شخصیت ہمیشہ تضادات کا شکار رہے گی۔ اگر استاد کا علم وسیع ہو اور اس کا عمل صالح ہو تو خواہ نصاب کیسا ہی ہو استاد اپنے علم و فضل سے نصاب کی کوتاہیوں کو دور کر دے گا اور بچہ کو اپنی سیرت و کردار کا پیکر بنا دے گا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ : ۴۴)

یعنی کیا تم لوگوں کو اچھائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝٢
كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُوا۟ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝٣ (سورہ صف آیت ۲ : ۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو کچھ کہ نہیں کرتے بڑا ہے ناخوشی میں نزدیک خدا کے یہ کہ کہو، جو کچھ کہ نہیں کرتے۔

ایک زمانہ تھا جب بچے گھروں پر آکر اپنے اساتذہ کے اچھے اخلاق کا ذکر کرتے تھے اور اب ہمیں آکر بتاتے ہیں کہ ان کا استاد جس سچائی اور اچھائی کی تعلیم دیتا ہے اس کا خود اس کی ذات میں دور دور تک پتہ نہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اب اساتذہ نے تعلیم کو محض کسب معاش کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے اور اس پیشہ میں وہی لوگ آنا پسند کرتے ہیں جو زندگی کے دوسرے دلکش شعبوں میں قسمت آزمائی کر کے ناکام ہو چکے ہوں، اور جب ان کو ملازمت مل جاتی ہے تو پھر وہ کتاب کو طاق نسیان پر رکھ دیتے ہیں اور ان کے علم و تحقیق کا دائرہ صرف نصابی کتب تک ہی محدود ہو جاتا ہے، اور تحقیق یہ ہوتی ہے کہ مضامین، کتاب کے ان حصوں کی نشاندھی کریں جو سالانہ امتحان میں آسکتے ہیں یا طلبہ کو مختصر نوٹ لکھوادیں، اور بجائے اس کے کہ نصابی علم کو پھیلا کر، زیادہ مدلل طور پر طالب علم کے ذہن تک پہنچائیں۔ اس مواد کو سکیٹر کر اور مختصر کر کے طالب علم کے حوالہ کرتے ہیں۔

اساتذہ کی دینی و اخلاقی حالت کیسی ہونی چاہئے؟

اساتذہ کی دینی اور اخلاقی حالت کا حال یہ ہے کہ اب استاد کی حیثیت پر بحث کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایک اسلامی مملکت میں اساتذہ کی اخلاقی اور دینی حیثیت ان کا ذاتی معاملہ نہیں ہے، ان کو ایک ایسے منصب پر فائز کیا گیا ہے جس میں ان کو سب سے پہلے ذاتی مثال پیش کرنا ہوگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معلم بنا کر بھیجا تھا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ۔

هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝٢ (سورہ جمعہ : ۲)

ترجمہ وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ (آل عمران : ۱۶۴)

ترجمہ خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے ہیں جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں۔

اسلامی نظام تعلیم میں تدریس کے ساتھ تربیت اور تزکیہ کی اہمیت

ان دونوں آیات میں جو امر قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں "تعلیم" اور "تزکیہ" کا تعلق چولی دامن کا سا ہے۔ صحیح تربیت سے ہی تزکیہ کا حصول ہوتا ہے۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

اِنَّمَا بُعِثتُ مُعَلِّماً (رواہ الدارمی) بحوالہ مشکاۃ المصابیح، جزء ۱، صفحہ ۸۶)

اور چونکہ آپ کی حیثیت ایک عالمی استاد کی بھی تھی اس لئے آپ کو حکم ہوا ۔

فَٱسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (ھود : ۱۱۲)

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر استقامت اختیار کیجئے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی پر نہ صرف یہ کہ عمل کیجئے بلکہ اس پر استقامت، مداومت اور استحکام کی کیفیت پیدا کیجئے۔ ایک استاد کی سیرت اور اس کے کردار میں پختگی ہونی چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی "معلّمانہ" حیثیت کا اعلان فرمایا وہیں اپنی مربیانہ حیثیت کا بھی اعلان فرمایا ہے۔

"بعثت لاتمم حسن الاخلاق" (مشکاۃ ج ۱۳۱۱/۳، طبع المکتبہ الاسلامی البیروت، ۱۹۸۵ء)

ترجمہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔

پھر آپ نے حسن اخلاق کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا –

"ان اثقل شئی یوضع فی میزان المؤمن یوم القیامۃ خلق حسن" (مشکاۃ المصابیح، ج ۱۳۰۹/۳، طبع المکتبہ الاسلامی، احیاء العلوم ۲۹۲/۲)

ترجمہ قیامت کے دن میزان عمل میں جو سب سے وزنی چیز رکھی جائے گی وہ انسان کا اخلاق ہے۔

ایک مقام پر فرمایا –

"اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا" (مشکاۃ ج ۱۳۱۱/۳)

ترجمہ "تم میں بلحاظ ایمان وہی شخص اکمل ہے جو بلحاظ اخلاق بہتر ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

"کرم الرجل دینہ و مروئتہ عقلہ و حسبہ خلقہ" (احیاء العلوم ۱۵/۲) (مسند امام احمد بن حنبل جلد۲، صفحہ ۳۶۵)

ترجمہ مومن کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے۔ ۔ اس کا شرف اس کے اخلاق کی عمدگی ہے۔

ایک مقام پر ہدایت ہوتی ہے –

"ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا" (احیاء العلوم ۵۱/۳) (مشکاۃ ج ۱۳۰۸/۳ رواہ البخاری)

ترجمہ :۔ قیامت کے دن تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو تم میں اخلاقی اعتبار سے زیادہ اچھے ہیں۔

"خالق الناس بخلق حسن" (مسند امام احمد حنبل ۱۵۳/۵ طبع، المکتبہ الاسلامی بیروت)

ترجمہ تم لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

یہ چند روایات صرف اس لئے نقل کی گئی ہیں کہ اسلامی معاشرہ میں حسن اخلاق کو نظر انداز کرنا پوری اسلامی ثقافت اور اسلامی معاشرہ کے تمام حسن و جمال کو ملیامیٹ کر دینے کے مترادف ہے بلکہ درحقیقت اسلام ہی کی نفی کرنا ہے۔

طلبہ میں اسوہ رسولؐ پیدا کرنے کی ضرورت واہمیت

والدین کے بعد طلبہ کی اعلیٰ تربیت کی ذمہ داری اساتذہ پر عائد کی گئی ہے، اساتذہ محض نصابی کتابوں سے اخلاقی احکام و روایات پڑھا کر یا رٹوا کر تربیت کے اہم فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتے بلکہ معلم اعظم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کا اپنے آپ کو سیرت طیبہ کے مطابق متصف ہونا ضروری ہے جن کی وہ تعلیم دے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت قرآن نے شہادت دی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ اور اللہ کے رسولؐ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ اعلیٰ اخلاق و کردار کا نمونہ اور مثال (Model) ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤ (قلم: ۴)

ترجمہ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ اور آپ اللہ کی رحمت کی وجہ سے ان کے لئے نرم خو ہو گئے اور اگر آپ بداخلاق، سخت دل ہوتے تو وہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔

یعنی یہ بتایا جارہا ہے کہ پیغام محمدی کا اس سرعت سے لوگوں کے دلوں میں جا گزیں ہونا آپ کے حسن اخلاق کے باعث ہی ممکن ہوسکا، اور اگر آپ کے اخلاق اچھے نہ ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس تک نہ پھٹکتے۔

ان آیات واحادیث کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ علم دینے اور علم کو پھیلانے کے لئے اسلامی معاشرہ میں خود اساتذہ کے کردار کو نظرانداز کرنا ممکن نہیں جو اساتذہ خود ان نظریات پر یقین نہ رکھتے ہوں جو وہ پڑھا رہے ہیں تو ایسے بے عمل و بے دین اساتذہ سے فیضان علم کی توقع فضول ہے، اور آج ہماری درسگاہوں کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے۔

عمرانیات اور سائنسی علوم کے تمام اداروں میں اسلامی ماحول پیدا کرنے کی ضرورت واہمیت

یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ بات اسلامیات یا تاریخ اسلام کے حوالہ سے شاید صحیح ہو لیکن میڈیکل، سائنس اور کامرس میں استاد کے دین، اخلاق اور کردار کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ اس غلط فہمی کا بنیادی سبب وہی ہے جس کی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا جاچکا ہے۔ دراصل یہ سوچ انہی لوگوں کی ہے جو دین و دنیا کی تفریق کے قائل ہیں، ایک مسلمان بچہ کو ہر وقت اور ہر جگہ مسلمان رہنا ہے اور اس کو ہر جگہ اسلامی ماحول اور اسلامی تربیت کی ضرورت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے جو علمی مواد سردست قرآن وسنت اور تاریخ اسلام کے حوالوں سے محروم ہے وہاں بھی ایسے اساتذہ کی شدید ضرورت ہے، جو دوران تدریس طلبہ کی فکر کو اسلام سے متعلق اور مربوط رکھ سکیں۔ آج ہماری درسگاہیں، مخالف اسلام سرگرمیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں۔ اسی قسم کے گمراہ اساتذہ کی سرگرمیوں کے باعث ہیں، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر واقعی کسی کو اس ملک میں اصلاح احوال کا عمل کرنا ہے تو اس کی ابتداء تعلیمی اداروں سے کرنی چاہئے اور تعلیمی اداروں میں بھی سب سے پہلے اس طبقہ میں جن کو اساتذہ کہا جاتا ہے۔ مگر اس اقدام سے قبل ہمیں یہ طے کرنا ہو گا کہ ایک سیکولر نظام اور اسلامی نظام میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، سیکولر نظام میں انسانوں کی خواہشات مقصود ہوتی ہیں جبکہ اسلامی نظام میں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ہوتا ہے لوگ اس کی تعمیل کے پابند ہوتے ہیں خواہ ان کو پسند ہو یا ناپسند، اور یہ معقول بات ہے جب وہ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے اور ان کی غیر مشروط اطاعت کا کلمہ پڑھ لیا تو اب اپنی عملی زندگی میں اس عقیدہ

کے خلاف کرنا اس عہد کی خلاف ورزی ہے جو نفاق Hypocrisy کہلاتی ہے۔ اس "دوغلے پن" کی آخر کس نظام اور کس قانون میں اجازت ہے؟

سکولوں کے اساتذہ کے معیار تعلیم کو بلند کرنے کی ضرورت ہے

سکولوں میں اساتذہ کا معیار تعلیم کم رکھا گیا ہے' یہ انتہائی غیر معقول بات ہے ایک بچہ کو سمجھانے کا کام بہ نسبت بالغ کے سمجھانے کے کہیں زیادہ مشکل کام ہے اور اس مشکل کام کے لئے زیادہ ماہر اساتذہ کی ضرورت ہے۔

سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کی تنخواہوں میں یکسانیت

جہاں تک تنخواہوں کا تعلق ہے' تو اگر سکول کا استاد علم و فضل میں کالج کے استاد کے برابر ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی تنخواہ کالج کے استاد سے کم رکھی جائے' جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سکول کا ماسٹر کالج کے لیکچرر سے زائد محنت کرتا ہے' زائد پیریڈ لیتا ہے' ناسمجھ بچوں سے مغزماری کرتا ہے' سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ میں یہ تفریق محض استعماری سوچ ہے' اس کا نہ عقل سے کوئی تعلق ہے نہ اسلام کے نظام عدل سے' بڑی ضرورت ہے کہ سکولوں کے اساتذہ کے معیار تعلیم کی طرف توجہ کی جائے اور ان کی تنخواہیں بڑھائی جائیں' اس سے ہمارے بچوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ اگر کچھ روپیہ اس پر زائد خرچ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ دنیا بھر میں پاکستان ہی ہے جو اپنے بجٹ کا سب سے کم حصہ تعلیم پر خرچ کرتا ہے' اور اسی سے ہم مسلمانوں کی علم دوستی کا حال کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

تعلیمی ماحول

ہمارے ملک میں علمی درسگاہوں کا ماحول جس طرح تباہ ہو چکا ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں' کون ہے جو اس سے واقف نہیں کہ تمام معاشرتی خرابیاں جو ملک کے کسی حصہ میں پائی جاتی ہیں' ان سب کا منبع و مرکز اور سرچشمہ و مصدر ہماری درسگاہیں بن کر رہ گئی ہیں۔ اس صورت حال کی اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔

یونین سازی پر پابندی

حکومت کو چاہئے کہ تعلیمی اداروں سے تمام غیر متعلقہ سرگرمیوں کا خاتمہ کر دے ' یونین سازی کا موجودہ نظام ختم کیا جائے ' کھیل کود ' تقریر و تحریر وغیرہ ایسی سرگرمیوں کے لئے سربراہان ادارہ کسی مناسب استاد کی سربراہی میں طلبہ کی ایک کمیٹی تشکیل دیں ' جیسا کہ ارشاد باری ہے وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ ۲۱۷) قرآن مجید نے فتنہ کو "قتل" سے کہیں بدتر گناہ بتایا ہے۔

چنانچہ اگر یونین سازی کا کاروبار از اول تا آخر فتنہ و فساد اور بالآخر جدال و قتال پر منتج ہو تو یہ اسلام کی رو سے سخت ممنوع ٹھہرتا ہے۔

درسگاہوں کے ماحول کو اشتہار بازی سے پاک کیا جائے اور طلبہ کی حاضری لازمی قرار دی جائے

درسگاہوں کی عمارتوں کو ہر قسم کے بینروں اور نعروں سے پاک ہونا چاہئے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبہ کے کلاسوں میں حاضر ہونے کو اس طرح لازمی بنایا جائے جس طرح سکولوں میں ہے۔ سکولوں میں تعلیم بہ نسبت کالج کے اس لئے اچھی ہوتی ہے کیونکہ وہاں طالب علم کم از کم اوقات درس میں کلاس میں حاضر رہتا ہے جبکہ کالج میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ جب طالب علم کی کالج لائف شروع ہوتی ہے تو وہ کالج میں محض داخلے ہی کو اپنے لئے کافی سمجھ لیتا ہے ' پھر کلاس میں حاضری کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہے۔

اوقات تعلیم کے دوران نمازوں کی پابندی کرائی جائے

تعلیمی اداروں میں نمازوں کے اوقات میں سربراہان ادارہ ' اساتذہ ' عملہ اور طلبہ کی حاضری کو لازمی قرار دیا جائے ' اس مقصد کے لئے ان اداروں میں مساجد بنائی جائیں اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو وہاں کچھ کمرے اس کے لئے مختص کئے جائیں۔ ماضی میں یہ عمل شروع ہوا تھا اور کچھ کامیاب بھی ہوا تھا ' مگر اس میں ناکامی کا سبب ایک تو یہ تھا کہ وضو وغیرہ کا مناسب انتظام نہ کیا گیا ' دوسرے ان اداروں کے سربراہ جو خود بے نمازی تھے (چند کے استثناء کے ساتھ) لہٰذا وہ دوسروں کو پابند صلوٰۃ کیسے بناتے ؟

ہوسٹلوں اور تعلیمی اداروں کو اسلحہ اور مفسد عناصر سے پاک کیا جائے

تعلیمی اداروں میں ہر قسم کے اسلحہ پر پابندی لگائی جائے۔ طلبہ کے ہوسٹلوں کی نگرانی سخت کی جائے، اور ان کو اس انداز میں ٹھیک کیا جائے کہ بلا اجازت آمدورفت ممکن نہ ہو، ہوسٹل میں کسی ایسے طالب علم کو نہ رکھا جائے جو غیر اسلامی نظریات کا پرچار کرتا ہو یا اسلام کا مذاق اڑاتا ہو۔

اساتذہ کو ریفریشر کورسز کرائے جائیں

موجودہ اساتذہ میں اگر کچھ دینی معلومات کے اعتبار سے کمزور ہوں تو ایک ٹیسٹ کے ذریعہ ان کا حال معلوم کیا جائے، جس میں ایمانیات اور عبادات کا امتحان لیا جائے، فیل ہونے کی صورت میں ان کو تدریسی فرائض سے چندماہ کی رخصت دے کر ریفریشر کورس کرایا جائے اور جو اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں ان کو تدریسی خدمات سے سبکدوش کیا جائے۔

اسلامی شعائر کی تضحیک کو قابل سزا جرم قرار دیا جائے

اسلام اور اسلامی شعائر کی تضحیک کو قابل سزا بنایا جائے اور غیر مسلم اساتذہ بھی اس امر کے پابند ہوں کہ وہ اسلام، اسلامی شعائر اور پاکستان کی تضحیک نہ کریں۔

مخلوط تعلیم کا خاتمہ

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اسلام نے مردوزن دونوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے اور دونوں کو علم حاصل کرنا چاہئے۔ لیکن حجاب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے طلبہ اور طالبات کے تعلیمی ادارے الگ الگ قائم ہونے ضروری ہیں تاکہ طالبات کھلے ماحول میں بے خوف وخطر اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں، خواتین کی الگ یونیورسٹیاں جلد از جلد قائم ہونی چاہئیں۔

خواتین کے لئے نصاب تعلیم میں ان کے فطری تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں کی جائیں

خواتین کے لئے پورا نصاب الگ کرنے کی ضرورت نہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ تعلیم کے انہی شعبوں کی طرف ان کی راہ نمائی ہو جو ان کی فطری صلاحیتوں سے مطابقت رکھتے ہوں' زیادہ توجہ اس پر دی جانی چاہئے کہ ایک خاتون اتنی تعلیم ضرور حاصل کرے جس سے اپنی خانگی اور خاندانی ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ بر آ ہو سکے نیز اپنے بچوں کی تربیت کر سکے۔

طبقاتی تعلیم کا خاتمہ

اسلامی نظریاتی کونسل نے نہایت دکھ کے ساتھ ملک میں موجودہ طبقاتی انداز تعلیم کا نوٹس لیا اور شدت سے یہ محسوس کیا کہ تعلیم جیسے بنیادی فریضہ کی انجام دہی میں طبقاتیت پر مبنی نظام کا قیام اور بقاء نہ صرف اسلامی تعلیمات و روایات سے متضاد ہے بلکہ جمہوریت اور مساوات کی عام اقدار کے بھی خلاف ہے۔

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت ملک میں عام اسکولوں اور مدارس کے ساتھ ساتھ جہاں ملک کے نادار اور غریب عوام کے بچے تعلیم پاتے ہیں درجہ بدرجہ ایسے ادارے بھی موجود ہیں جہاں داخلہ صلاحیت اور علمی لیاقت کی بنیاد پر نہیں بلکہ دولت' ماں باپ کے اثر رسوخ اور طبقاتی وابستگی کی بنیاد پر ملتا ہے۔ ملک میں بعض ایسے ادارے بھی ہیں جہاں ایک غریب آدمی کا بچہ 'تعلیم حاصل کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

ہم یہ پرزور سفارش کرتے ہیں کہ تعلیم جیسے بنیادی فریضہ کی انجام دہی میں مساوات کو یقینی بنایا جائے۔ اسے تمام اداروں کی جس قدر جلد ممکن ہو ختم کر دیا جائے جو طبقاتی اجارہ داری کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ اگر فوری طور پر ان کو ختم کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم پہلے مرحلہ میں ان سب اداروں میں پچاس فیصد نشستیں نادار اور غریب بچوں کے لئے مخصوص کر دی جائیں اور ان کو وظائف دیئے جائیں۔ ایسے وظائف جہاں ضرورت ہو زکوٰۃ فنڈ سے بھی دیئے جا سکتے ہیں۔

اعلیٰ اختیاراتی کمیشن کے قیام کی سفارش

ملک کے نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے اور اس رپورٹ کے مقاصد اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیشن قائم کیا جائے جو ملک میں مرکزی اور صوبائی سطح پر کام کرے۔ اس کمیشن کے فرائض منصبی حسب ذیل ہونے چاہئیں۔

۱۔ ملک میں موجود تمام تعلیمی سرگرمیوں کی نگرانی اور اس بات کو یقینی بنانا کہ ملک میں کوئی تعلیمی ادارہ ملک کے بنیادی تعلیمی مقاصد سے انحراف نہ کرے۔

۲۔ ایسے اقدامات کی نشاندہی کرنا جن کو اختیار کر کے ملک میں موجودہ تعلیمی اداروں اور نصابات کو مکمل طور پر اسلام کے مطابق بنایا جاسکے۔

۳۔ ایسا نظام تعلیم قائم کرنا جو ملک و ملت کے قومی اور ملی تقاضوں اور قوم کی آزادی، خود مختاری اور خود انحصاری کی ضمانت دے سکے۔

ملک کے تمام سرکاری اور نیم سرکاری ادارے اور مقتدرہ جات کمیشن کی مدد کرنے کے پابند ہوں گے۔

فصل دوم

فنی صنعتی و تربیتی پروگرام اور شخصی ملازمت Self Employment کی بنیاد پر مواقع روز گار کی فراہمی

کمیٹی نے محسوس کیا کہ فروغ تعلیم ' اصلاح باطن اور قوم میں یکجہتی پیدا کرنے اور موجودہ تعلیمی میدان میں انتشار و بحران دور کرنے کے لئے سطور بالا میں بتائے گئے اسلامی اخلاقی احکام کو بروئے کار لانے سے انشاء اللہ العزیز ہمارے مروجہ نظام تعلیم اور نصاب میں دور رس نتائج بر آمد ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمیٹی نے یہ بھی محسوس کیا کہ ملک میں علم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ روز گار کے مواقع بھی زیادہ سے زیادہ پیدا ہونے چاہئیں۔ چونکہ عمومی تعلیم سے خواہ کتنی ہی روحانی ترقی ہو جائے پھر بھی تمام پڑھے لکھے لوگوں کی محض علمی (Academic) خدمات سے نہ تو کماحقہ روز گار کے مواقع پیدا ہوں گے اور نہ ہی تمام پڑھے لکھے طبقے کو موجودہ سرکاری وسائل میں نوکریاں دی جا سکتی ہیں اور اگر نوکریاں دے دی بھی جائیں تو پھر بھی فنی تربیت کے بغیر پڑھے لکھے طبقہ کی حیثیت کلرکی سے زائد نہیں ہوگی۔ اس لئے کمیٹی نے محسوس کیا کہ ملک میں خواندگی (Literacy) کی شرح میں اضافے کے ساتھ ساتھ صنعتی انقلاب بھی برپا کیا جائے اور کلرکی کے علاوہ صنعتی اور پیداآوری (Productive) سطح پر چھوٹی چھوٹی صنعتوں اور گھریلو دستکاریوں کی تعلیم و تربیت عام کر کے اس طرح گھر گھر (Cottage Industries) کا جال پھیلا دیا جائے جس طرح سوئٹزرلینڈ میں گھڑی سازی میں تجربہ کامیاب رہا اور اب جاپان کوریا ہانگ کانگ تائیوان اور انڈیا میں اس وقت چھوٹی چھوٹی صنعتیں لگا کر کم وقت میں تھوڑے سرمائے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شخصی ملازمت (Self Employment) کے مواقع فراہم کئے جانے سے مفید نتائج بر آمد ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں کمیٹی کی سفارشات حسب ذیل ہیں

کسب رزق حلال کے قلیل المدت اور آسانی سے سیکھے جانے والے فنی و حرفتی کورسوں کے اجراء کی تجویز

کسب رزق حلال کی انسانی زندگی میں اہمیت کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں اور کسب رزق

کا تعلیم و تربیت سے انتہائی گہرا تعلق ہے۔ اگرچہ قرآن و سنت کی رو سے حصول علم ہر مرد و زن کے لئے فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ فریضہ ایمان کے بنیادی اجزاء کی حد تک ہے۔ جہاں تک زندگی کے مختلف شعبوں میں اعلیٰ و تربیت اور انتخاب پیشہ ' حصول رزق حلال یا حصول علم کے بارے میں ایک مسلمان کی فرضیت کا تعلق ہے۔ اس بارے میں طے شدہ امر ہے کہ اسلام کے بنیادی ضروری احکام کے علم کے علاوہ بقیہ اعلیٰ تعلیم یا تربیت کا حصول فرض کفایہ میں آتا ہے۔ ملت کے ہر فرد پر یہ فرض نہیں بنتا یعنی بنیادی ضروریات دین جاننے کے بعد انسانی میلان طبع فطری رجحانات جملہ صلاحیتوں اور افراد کی فطری خواہش اور میلان طبع کے مطابق جائز پیشوں میں تربیت دینا یا ان کے مواقع کی فراہمی اسلامی حکومت کے اہم فرائض میں سے ہے۔ بدقسمتی سے دور غلامی کے نظام تعلیم میں اس اہم پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے لوگوں کی اخروی اور دنیوی فلاح و بہبود پر مبنی صحیح فلاحی ترقیانہ اور حقیقت پسندانہ نظام تعلیم کے بجائے بے مقصد نظام تعلیم جاری رہا جس کے نتیجے میں ہر سال سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہزاروں کی تعداد میں پڑھے لکھے لوگوں کی فوج ظفر موج جب فارغ التحصیل ہو کر عملی میدان میں اترتی ہے تو ان کے پاس عملی میدان میں حصہ لینے کے لئے کلرکی کے سوا کوئی مفید پیشہ نہیں ہوتا۔ اس صورت حال پر طویل غور و خوض کے بعد کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی کہ پرائمری تعلیم جس میں بنیادی ایمانیات ' ضروریات دین معاشرتی معلومات ' جنرل سائنس ' قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم کے ساتھ عربی اور دیگر قومی یا علاقائی زبانیں سیکھنے کے علاوہ حساب کتاب کے بنیادی اصول و مبادی سکھلانا یا سیکھنا لازمی قرار دیا جائے۔ اس کے اگلے تین سال میں بچے کے طبعی رجحانات جانچنے کے بعد تعلیمی (اکیڈمک) فنی یا سائنسی تعلیم کا اہتمام کیا جائے اس کے بعد ان تین سالوں میں متعین ہو جانے والے طلباء کو ان کے والدین کی رضامندی اور مشاورت سے بچے کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جانا چاہئے اگر کسی نونہال ہونہار میں علمی پیشہ اختیار کرنے کے رجحانات ہوں تو ان کو اس غرض کے لئے رہنمائی کی جائے اگر والدین کے وسائل اجازت نہ دیں تو ان میں اعلیٰ ذہانت اور صلاحیتوں کے حامل طلباء کو سرکاری خرچہ پر تعلیم دی جائے۔ اسی طرح جن لوگوں کے حالات مزید اعلیٰ تعلیم کی اجازت نہ دیں ان کے لئے چھوٹی مدت کے فنی کورس شروع کئے جائیں تاکہ والدین اپنے بچوں کو اعلیٰ فنی یا تعلیمی یا سائنسی کلاسوں میں داخل کروانے کے بجائے عملی میدان میں شامل کرانا چاہتے ہوں ان کو چھ مہینے یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کی مدت کے دوران فنی تعلیم حاصل ہو جائے تاکہ وہ عملی میدان میں آکر تھوڑے سرمائے سے اپنا کاروبار یا صنعت لگا کر محض ملازمتوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے قومی معیشت میں پیداآوری (Productive) کردار ادا کر سکیں۔ اس ضمن میں کمیٹی یہ سمجھتی

ہے کہ یہ تجربہ ہمارے لئے نیا نہیں ہو گا۔ قبل ازیں سویٹزرلینڈ ، جاپان ، کوریا ، تائیوان ، ہانگ کانگ انڈیا اور کئی دیگر ممالک میں یہ تجربہ کامیابی سے ہمکنار ہو چکا ہے۔ اس طرح تھوڑے سرمائے سے قلیل تربیت کی مدت سے کاٹیج یا سمال انڈسٹریز مثلاً کپڑوں کی فیکٹریاں جوتوں کے کارخانے یا ایسے چھوٹے چھوٹے کارخانے لگا کر ملکی پیداوار میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے لہٰذا کم وسائل والے لوگوں کو ملازمتوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے کار آمد دستکاریاں سکھلائی جانی چاہئیں۔

اگر ہم واقعی پیدآوری تعلیم (Productive Education) لانے کے خواہشمند ہیں تو کم از کم پرائمری تعلیم اور اس کے بعد تین سال کا مجوزہ فنی کورس تمام طلبہ کے لئے ان کے رحجان کے مطابق لازم اور مفت قرار دیا جائے۔ جدید معاشی ماہرین کا دعویٰ ہے کہ قومی آمدنی میں ایک تہائی سے زائد کا اضافہ تعلیم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے مقابلے میں ہمارے بجٹ میں تعلیم کے لئے بہت ہی کم رقم مختص کی جاتی ہے۔ جس میں جتنا اضافہ کیا جائے گا اسی نسبت سے وہ قومی آمدنی میں زیادہ اضافے کا باعث ہو گا۔

اگرچہ ملک میں انجینئرنگ کے میدان میں پولی ٹیکنیک یا انجینئرنگ کالج قائم ہیں لیکن ان اداروں کے کورسز بہت طویل ہوتے ہیں۔ مثلاً پولی ٹیکنیک کے لئے مڈل کے بعد کم از کم پانچ سال اور انجینئرنگ کے لئے مڈل کے بعد چھ سال ، میڈیکل کے لئے مڈل کے بعد سات سال اور زراعت وغیرہ کے لئے مڈل کے بعد آٹھ سال (ایم ایس سی) کی مدت درکار ہوتی ہے۔ کمیٹی کا خیال یہ ہے کہ اعلیٰ فنی تعلیم یا تخصیص کار کے لئے پولی ٹیکنیک انجینئرنگ یونیورسٹیاں یا کالج زرعی یونیورسٹیاں یا کالج اپنا کردار جاری رکھیں گے اس کے برعکس تھوڑی مدت کے لئے دیگر چھوٹے چھوٹے ٹریڈز یا پیشے جو بہت قلیل مدت میں پرائیوٹ طور پر سکھائے جاتے ہیں یا لوگ ذاتی سطح پر سیکھتے جاتے ہیں اس کی تربیت و تعلیم کے لئے ایسے ادارے قائم ہونے چاہئیں۔ حکومت اپنے زکوٰۃ فنڈ یا فلاحی فنڈ سے مستحق افراد کو چھوٹی مدت کی تربیت دے کر چھوٹی صنعتیں قائم کرنے کے لئے قرض حسنہ / امداد بھی دے سکتی ہے۔

اسی طرح میڈیکل اور طبّی میدان میں نرسنگ ، حکمت اور ایم بی بی ایس کے موجودہ کورسوں کے علاوہ چھوٹی مدت مثلاً مڈل یا میٹرک کے بعد ایک ایک سال کے کورسز جاری کرنے چاہئیں جن میں عام اور روزمرہ بیماریوں کی روک تھام اور سدباب کے لئے تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے قبل ازیں ایسا ایک کورس ایل ایس ایم ایف جاری بھی ہوتا تھا اس کو ختم کر دیا گیا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ دیہاتوں

یادور دراز کے علاقوں میں باقاعدہ ڈگری ہولڈر (ایم بی ایس) ڈاکٹر جانا پسند نہیں کرتے نتیجہ "میدان نیم حکیموں یا عطائیوں کے رحم وکرم پر کھلا پڑا ہے (یا زیادہ سے زیادہ ڈسپنسر یہ کام انجام دے رہے ہیں۔ ایک طرف وہ مہنگے داموں لوگوں کا علاج کرتے ہیں دوسری طرف غیر تربیت یافتہ یا غیر مستند ہونے کی بناء پر لوگوں کے لئے خطرہ جان بھی ہیں۔ ایسے غیر تربیت یافتہ عطائیوں کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت میڈیکل اور طب کے میدان میں چھوٹے کورس شروع کرے۔ مثلاً انڈیا میں اس وقت تین قسم کے نظام جاری ہیں یعنی میڈیکل (انگریزی طرز علاج) ایورویدک (ہندی طرز علاج) اور طب (یونانی یا اسلامی طرز علاج) ہمارے ملک میں میڈیکل اور طب کے علاوہ ہومیوپیتھک طرز علاج جاری تو ہے بہت معمولی حد تک ہومیوپیتھک یا طب یونانی کو بھی حکومت تسلیم کرتی ہے لیکن اصل میدان میڈیکل یعنی ایم بی بی ایس ڈاکٹروں کے لئے کھلا ہے۔ ایک تو یہ کورس میٹرک کے بعد سات سال تک طویل ہے جس میں کثیر سرمایہ اور وقت صرف ہوتا ہے موجودہ ڈاکٹروں کی برادری اپنے پیشہ ورانہ مفادات کی وجہ سے میڈیکل کالجوں میں سیٹوں کی تعداد محدود رکھنا چاہتی ہے تاکہ کم رسد کی بناء پر طلب مہنگی رہے تو نوکریاں اور فیسوں میں کم از کم امیدواروں میں مقابلہ رہے۔ لیکن اس سے قوم کی کثیر تعداد طبّی سہولتوں سے محروم ہے اور اس صورت حال میں بہتری کی آئندہ بھی توقع نہیں ہو سکتی۔ اس کے نتیجہ میں یہ پیشہ کماحقہ موثر نہیں ہو رہا۔ بہرحال حکومت کو عوام کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو طبّی سہولتوں سے بہرہ ور کرنے کے لئے میڈیکل کے علاوہ ہومیوپیتھک اور اسلامی طب کو موثر سرپرستی کرنی چاہئے اس کے علاوہ مستند حکیموں اور ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے لئے کوئی ایسا کورس جاری کرنا چاہئے مثلاً ایک سال یا دو سال کا جس میں ان لوگوں کو میڈیکل طریق علاج سے بھی روشناس کرانے کے بعد ان کی خدمت سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ طبّی سہولتیں میسر آسکیں۔ کیونکہ اپنی ہیئت کے اعتبار سے تینوں طریق علاج انسانی وجود اور بیماریوں کے بارے میں بنیادی معلومات کی حد تک جو تعلیم دیتے ہیں وہ تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے۔ صرف طریق علاج میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ اس فرق کو دور کرنے کے لئے ایسے اضافی کورس مفید نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں علاج کے دوسرے آسان طریقے بھی چین، کوریا، جرمنی کے ممالک میں پائے جاتے ہیں، جن پر تحقیق کر کے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

کمیٹی یہ بھی محسوس کرتی ہے کہ پولی ٹیکنیک اور انجینئرنگ کے موجودہ طویل کورسز جن میں ابتدائی سالوں میں میکنیزم کی جو مبادیات پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کو مختصر کر کے بعض کورسز چھوٹے بھی کئے جا سکتے ہیں تاکہ قلیل سرمائے اور وقت سے بہتر نتائج حاصل کیئے جاسکیں۔

کمیٹی کی متذکورہ بالا تجاویز سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کمیٹی انجینئرنگ، طب، عمرانی علوم اور سائنسی علوم میں دقیق تعلیم و تدریس کی مخالف ہے اس لئے ان میدانوں میں مختصر کورس تجویز کئے ہیں۔ یہ تاثر درست نہیں۔ اس کے لئے شروع ہی میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ جو طلباء یا لوگ ان میدانوں میں تخصیص کار چاہتے ہیں اور ان کے وسائل اجازت دیتے ہیں ان کو طویل کورسز کرانے چاہئیں۔ کمیٹی یہ ضرور محسوس کرتی ہے کہ ان تمام علوم و فنون کی تعلیم و تربیت کا مروجہ نظام اصلاح طلب ہے۔ اس میں یادداشت، رٹا اور امتحانات کا گھسا پٹا فرسودہ طریقہ تعلیم جاری ہے۔ یہ چونکہ دور غلامی کا نظام تھا غیر ملکی غیر مسلم حکمران یہ نہیں چاہتے تھے کہ ہماری قوم علوم اور سائنس میں نئے جہانوں اور عالموں کی دریافت اور جستجو میں ترقی کی منزلوں سے ہمکنار ہو اور ہم اپنے کھوئے ہوئے مادی قوت و اقتدار، روحانی بلندیوں اور علمی وسعتوں کو دوبارہ حاصل کریں اس کا واحد علاج کمیٹی کے نزدیک یہ ہے ہمارے نظام تعلیم میں خواہ وہ فنی ہو یا عمرانی یا سائنسی، طالب علم کی ذہانت اور اس کی جبلی صلاحیتیوں کے مطابق اس کو ملک و ملت کے لئے مفید تر بنانے کی غرض سے نئی سوچ اور نئی راہیں تلاش کرنے کے جذبے سے آشنا کر دیں۔ محض رٹے رٹائے راستے یا پٹی ہوئی لکیروں پر چلنے کی بجائے نت نئے تجربات کرنے اور ایجادات کا خوگر بنانا چاہئے اس کے لئے علمی میدان میں مذاکروں، مباحثوں (debates) اور سائنسی اور فنی میدانوں میں ایجادات اور دریافتوں کو معیار بنانا ہو گا۔ لیکن اپنی محنت اور مسلسل جدوجہد سے برکات تب حاصل ہوں گی جب ہر کام میں للھیت اتباع سنت، اخلاص اور خدمت خلق کے جذبات شامل ہوں۔

اہل یورپ کی جدید ترقی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ انہوں نے مسلم دانشوروں کی عربی کتابوں کا ترجمہ اپنی قومی زبان میں کیا اور پھر بڑی آسانی سے انہیں سمجھتے ہوئے ترقی پہ ترقی کرتے چلے گئے خود مسلمانوں نے بھی یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا تھا اور ان میں اصلاح و اضافہ کر کے نئی نئی ایجادات اور ترقی کا سفر طے کیا۔

لہٰذا قومی سطح پر ایک کل وقتی ادارہ مقرر کیا جائے جو مختلف غیر ملکی زبانوں کی تمام اہم اور ضروری کتابوں اور لٹریچر وغیرہ کا ترجمہ قومی زبان میں کرے تا کہ طلباء امتحانات میں محض پاس ہونے کے لئے صرف رٹا نہ کریں بلکہ سمجھ کر اعلیٰ قابلیت کے حامل ہو سکیں۔

باب دوم

اسلامی نظریاتی کونسل کے سابقہ ادوار میں مروجہ نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے ذیلی کمیٹیاں تشکیل دی جاتی رہی ہیں۔ ان کمیٹیوں نے مفید تجاویز پیش کی ہیں۔

کمیٹی ہذا نے سابقہ کمیٹیوں کی تجاویز پر غور وخوض کے بعد جو تجاویز مروجہ نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے مفید خیال کیں ان کو منظور کرتے ہوئے رپورٹ ہذا کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ باب ہذا (باب دوم) میں وہ تجاویز شامل ہیں جو ۱۹۷۵ء میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد جے ھالے پوتا کی کنوینر شپ میں قائم شدہ ذیلی کمیٹی کی تجاویز میں سے مفید سمجھی گئی ہیں اور باب سوم میں ۱۹۷۸ء میں مولانا تقی عثمانی کی سربراہی میں تشکیل شدہ ذیلی کمیٹی کی مجوزہ سفارشات میں سے منتخبہ تجاویز شامل کی گئی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر ھالے پوتا کمیٹی کے چار اجلاسوں میں مرتبہ تجاویز کونسل کی سہ سالہ رپورٹ (۷۷۔ - ۱۹۷۴ء) کے صفحات ۱۳۱ تا ۲۰۰ میں شامل ہیں۔ ان میں سے جن سفارشات کو کمیٹی ہذا نے مروجہ نظام تعلیم کی اصلاح وترقی کے لئے مفید سمجھا وہ حسب ذیل ہیں۔

یہ سفارشات دو فصلوں پر مشتمل ہیں۔ فصل اول اصولی اور نظریاتی ہے اور فصل دوم عملی تجاویز کے بارے میں ہے۔

فصل اول
(تعلیم کے بارے میں اسلام کے اصولی احکام)

۱۔ اسلامی نظام تعلیم کی تعریف، نوعیت اور وسعت

تعلیم کا ہر شعبہ جو جہالت کی تاریکی سے علم کی روشنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو انسان کو مخلوق اور خالق کے ساتھ تعلق ونسبت کا شعور عطا کرتا ہے اور دنیا میں کامیاب وخوشحال زندگی بسر کرنے کے قابل بناتا ہے۔ جو اللہ کی کتاب اور سنت رسول ؐ سے فیضان ورہنمائی حاصل کرکے ایسی قوم کی تعمیر کرتا ہے جو دنیا کی بہترین اقوام کی صف میں جگہ رکھتی ہو، وہ اسلامی نظام تعلیم ہے۔

اسلامی نظام تعلیم فطرت کی جملہ شاخوں سے متعلق ہدایات، حکمت اور تزکیہ نفس کا لب لباب ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورة الجمعه آيت ٦٢ : ٢)

اس نظام میں پڑھائی اور لکھائی کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس، بدن کی پاکیزگی اور راستی و سچائی کا ساتھ دینے پر زور دیا گیا ہے۔ علم کی تمام شاخیں جو روشنی پھیلانے اور زندگی بسر کرنے کے صحیح طریقہ کی طرف رہنمائی کرنے میں مدد دیتی ہیں وہ سب اسلامی نظام تعلیم سے تعلق رکھتی ہے۔

نوعیت اور وسعت

جہاں تک اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی اور لازمی نکات کا تعلق ہے تو وہ دین کے اساسی حقائق اور عقائد کے بارے میں علم دینا ہے جو کہ انسانی زندگی کو ہدایت یافتہ راستے پر لگائے۔ ان میں عقائد اور ارکان خمسہ اور حلال و حرام کا علم شامل ہے، جو کہ تقویٰ اختیار کرنے پاکیزہ زندگی گزارنے اور خوف آخرت کے لئے ضروری ہیں۔

ان مبادیات کے علاوہ علم کی وہ شاخیں ہیں جو ہر ایک کے لئے لازم نہیں ہیں۔ وہ علم کے ان جملہ گوشوں پر محیط ہیں جن کا تعلق طبعی علوم، ادب اور آرٹ، معاشرتی علوم، ٹیکنالوجی، ثقافتی و مذہبی فنون اور فلسفہ کے دقیق و خفیہ مسائل کے مطالعہ سے ہے۔ پس اسلامی نظام تعلیم زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے خواہ ان کا تعلق مادہ سے ہو یا کائنات سے۔

سارے نظام ہائے تعلیم جو اسلامی افکار کے مطابق ایسے افراد کو تابناک اور ہم آہنگ شخصیت کی ترقی کا راستہ دکھاتے ہیں جو خدا سے ڈرنے والے، نیکیوں اور پاکیزہ زندگی کو پسند کرنے والے ہوں جیسا کہ قرآن پاک میں ان کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں شامل ہیں۔

اسلامی نظام تعلیم اپنے تمام گوشوں میں ایسی اخلاقی و دینی کیفیت پیدا کرتا ہے جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت و عقیدت اور اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ انس و یگانگت جنم لیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں حصول علم کی تڑپ اور پاکیزہ زندگی گزارنے کی لگن بھی پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ اسلامی نظام تعلیم کے اغراض و مقاصد

اسلامی نظام تعلیم کی غرض و غایت وہ افراد قوم پیدا کرنا ہے جو ایسی زندگی بسر کریں جس کا مقصد دنیا و آخرت میں دوسروں کی خیر خواہی ہو۔ لوگوں میں توحید کی روح پھونکنا ہے۔ انہیں مادیت ' دھریت اور شرک و اصنام پرستی کے گمراہ کن خیالات سے پاک کرنا ہے۔ جو اپنی پوری زندگی اور سرگرمیوں کو خدا کی راہ میں وقف کرنے اور اللہ کی اطاعت میں زندگی گزارنے والے ہوں۔ یہ نظام تعلیم رسول اکرمؐ سے عقیدت و محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور دنیوی و اخروی زندگی میں خدا کے سامنے جوابدہی کا احساس بخشتا ہے۔ یہ نظام انسان میں زندگی کے جملہ پہلوؤں ' روحانی اور مادی کو فروغ و ترقی دینے کا سامان بہم پہنچاتا ہے اس سے زندگی کا ایک منفرد انداز فکر پیدا ہوتا ہے جو ہندوؤں بدھوں ' عیسائیوں ' دہریوں اور مادہ پرستوں کے تصور حیات سے یکسر مختلف ہے۔

اس نظام حیات کی غرض و غایت انسان کو ایسا علم و شعور عطا کرنا ہے جو حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے جس کا تعین طیبات اور حلال و حرام کے اصولوں کے تحت کیا گیا ہے جو فرد و معاشرہ کے لئے نقصان دہ برائیوں سے اس کا تحفظ کرتا ہے۔

نظام تعلیم انسان میں بھلائی کا جذبہ ' خدا خوفی اور شرپسندوں کی سرگرمیوں کے مقابلہ میں قربانی جہاد اور امر بالمعروف کے ذریعے سچائی و راستی کا ساتھ دینے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔ یہ انسان میں اپنے ماتحتوں اور زیر کفالت افراد کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔

یہ نظام تعلیم ایک جامع اور عالمگیر نظام ہے جس کا مقصد ایک متوازن اور ہم آہنگ شخصیت کو ترقی دینا ہے جس میں افراد کی صلاحیتوں کو بحیثیت بنی نوع انسان صحیح خطوط پر پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ وہ افراد کو اس قابل بناتا ہے کہ ان شعبوں میں جن کی خداداد صلاحیت اس میں پائی جاتی ہے اپنا مقام پیدا کریں گویا یہ نظام ایسی قوم کو ابھرنے کا موقع دیتا ہے جو دنیا بھر کی اقوام کے لئے بہترین نمونہ ہو۔ جس میں تمام شعبہ ہائے حیات اور علم کی شاخوں کو نمایاں فروغ ملتا ہے۔ اس قوم میں بہترین سائنس دان پائے جاتے ہیں جنہوں نے طبعی دنیا کے تمام شعبوں میں مثالی ترقی کی ہے۔ نیز معاشرتی علوم کی تمام شاخوں میں اعلیٰ ترین صلاحیت کے حامل دانشور موجود ہیں۔ ان میں ٹیکنالوجی کے عظیم ماہرین انجینئرز اور موجد ہیں وہ سب کے سب اپنے آپ کو اللہ اور اس شعبہ علم کے مقصد کے لئے وقف کر چکے ہیں جس میں

وہ منہمک ہیں۔ اس برادری میں ایسے عارف اور روحانی پیشوا اور اولیاء موجود ہیں جن کا عملی طریق زندگی ان لوگوں کے لئے فیضان کا سبب بنتا ہے جو ان سے رابطہ رکھتے ہوں اور پورے معاشرہ کو بھی روحانی طور پر مستفیض کرتے ہیں۔

اسلامی نظام تعلیم انسان کو ان تمام اقدار' افکار اور معیارات کی تعلیم حاصل کرنے کی تاکید کرتا ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات میں درج ہیں۔ جن میں اخلاقی و دینی تعلیم اور روحانی ہدایت کے ساتھ ساتھ تفکر و تدبر نیز جستجو جمالیاتی حسن اور ذوق سلیم پروان چڑھتا ہے۔ اس نظام میں خیال و فکر کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ جسمانی صفائی نیز ماحول کو صاف ستھرا رکھنے پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں بے لوث خدمت جانثاری و قربانی نیز حق و صداقت اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کے لئے جذبہ جہاد' اپنے آپ کو قربان کر دینے کی تمنا اور شہادت کی آرزو ایسی خصوصیات ہیں جو انسان میں اسلامی نظام تعلیم کے تحت پروان چڑھتی ہیں۔

مختصراً یہ کہ اسلامی نظام تعلیم کا مقصد بہترین معاشرہ اور قوم کی تخلیق ہے جس میں دینی علوم کے ماہرین' فلاسفر' سائنس دان' معمار' کارکن' تاجر' مجاہد' عارفین' اولیاء اور کاملین پیدا ہوں۔ جس کی وجہ سے وہ صحیح طور پر خیر امت کے درجے میں شامل ہوں۔

۳۔ وفاقی وزارت تعلیم (نصاب ونگ) کے مرتب کردہ اغراض و مقاصد

اس میں کوئی شک نہیں کہ وزارت کے مرتب کردہ اغراض و مقاصد اسلامی تعلیم سے ہم آہنگ ہیں۔ تاہم وزارت کی تیار کردہ فہرست جامع نہیں ہے اس میں خدا خوفی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کی تعلیم پر زور دینے کی ضرورت کو واضح نہیں کیا گیا ہے۔ خدا پر یقین کامل اور آخرت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کا احساس پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔ اس حقیقت کو کہ قرآن حکیم حیات انسانی کے لئے مسلسل راہنمائی کی کتاب ہے۔ طلباء کے ذہنوں میں جاگزین کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو مناسب طور پر اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۔ مکتب کی تعلیم کی عام تعلیم سے ہم آہنگی

چونکہ اسلامی نظام تعلیم جامع اور عالمگیر ہے۔ علم و تعلیم کی تمام شاخیں جو سائنس و مذہب کے مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس نظام میں شامل ہیں بشرطیکہ ایسی چیزیں جو اسلامی افکار کے منافی ہیں نکال دی جائیں اس لئے کوئی تعلیمی ادارہ اس نظام کے دائرہ سے باہر نہیں صرف عام اداروں کے نصاب کی خامیوں اور خلاء کو دور کرنے کے لئے قرآنی علوم اور اسلامی تعلیمات کا اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسری طرف ایسے علوم بھی جدید دور کے حالات میں جو کار آمد ہیں انہیں دینی تعلیم کے نصاب میں شامل کر لینا چاہیئے۔ کردار اخلاق اور روحانی انہماک کی اسلامی تعلیمات کے تحفظ کی فضا تمام اداروں میں ہونی چاہیئے ملک کے تمام اداروں پر لازم ہے کہ اسلامی نظام تعلیم کے اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ جملہ اداروں کا نصاب اور عمومی فضا اسلام کے بنیادی افکار' اتحاد اور حب الوطنی کے جذبہ کو فروغ دینے میں معاون ہو۔

۵۔ دینی تعلیم خطابت' تبلیغ اور بعض دیگر علوم میں تخصیص

چونکہ علم کی دوسری شاخوں میں تخصیص کے شعبے موجود ہیں اس لئے اسلامی معاشرتی فلسفہ اور اسلامی نکتہ نظر سے جدید مسائل کی اعلیٰ تعلیم میں بھی تخصیص کو رائج کیا جائے۔

۶۔ تعلیم نسواں' مخلوط تعلیم' طبّی تعلیم اور خواتین کیلئے نرسنگ

(۱) اگرچہ اعلیٰ تعلیم اور ایڈوانس سٹڈیز نیز تحقیقات میں طالبات کے لئے جداگانہ نصاب کی ضرورت نہیں تاہم لڑکیوں کے لئے الگ نصاب مرتب کرنے کی ضررت ہے تاکہ انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے میں اپنا مقام حاصل کرنے کے لائق بنایا جاسکے۔

(۲) پرائمری درجوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے مخلوط تعلیم پر پابندیاں لگانے اور قیود عائد کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی نظام تعلیم کے مطلوبہ تقاضے پورے ہوسکیں۔

(۳) ہنگامی حالات اور جنگ کی حالت کو مستثنیٰ کرتے ہوئے مردانہ وارڈوں میں عورتوں کو بحیثیت نرس یا لیڈی ڈاکٹر کام کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ تاہم خواتین پر طبّی تعلیم اور نرسنگ کی

تربیت حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنے خاندان ' زنانہ ہسپتالوں اور وارڈز میں خدمات انجام دے سکیں۔

۷۔ اسلامی نظام تعلیم میں فنون لطیفہ ' موسیقی ' جوتش ' جادوگری اور علوم فلکیات کا مقام

فنون لطیفہ اور موسیقی کو مستثنیٰ کرتے ہوئے (جہاں تک وہ اسلام میں جائز ہیں) زیر بحث مسئلہ میں شامل دیگر ایسے علوم کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔

۸۔ قحبہ گری سے متعلق جدید فحش لٹریچر 'سنسنی خیز مواد اور سراغ رسانی کی فرضی کہانیاں ' فطرت پرستی ' دہریت اور مادی لٹریچر

اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ جملہ تعلیمی اداروں کو اس قسم کے لٹریچر کی بھرمار سے محفوظ رکھا جائے جو اسلامی تعلیم کے اغراض و مقاصد کے منافی ہیں۔

۹۔ اسلامی افکار کے مطابق کردار سازی

اگر اسلامی نظام تعلیم کو پورے طور پر اختیار کر لیا جائے۔ اس کی پیروی کی جائے اور اس پر عملدر آمد کیا جائے تو استاد اور شاگرد کے کردار اور شخصیت پر اس کے اچھے اثرات یقیناً مرتب ہوں گے۔ اخلاقی اقدار اور اچھا شہری بننے کا احساس لازماً پیدا ہو گا۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر 'نصاب کے ساتھ ساتھ ایسے اساتذہ کی بھی ضرورت ہے جو بذات خود اسلامی طرز حیات پر عامل ہوں نیز مثالی طرز عمل اور شخصیت کے حامل ہوں علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ تعلیمی اداروں کا عمومی ماحول اسلامی ہو۔ اس سے طلباء کے کردار کی تعمیر میں لازماً مدد ملے گی۔

۱۰۔ عام استاد اور دینی اساتذہ کا مرتبہ

استاد کو کردار کے لحاظ سے ایک ایسا نمونہ اور ماڈل ہونا چاہئے کہ طلباء اس کی پیروی کر سکیں۔ اسے معزز شخصیت اور محترم فرد تسلیم کیا جائے۔ اس کی مالی حالت بھی قابل رشک ہونی چاہئے۔ دینیات اور قرآن مجید پڑھانے والے اساتذہ کا احترام و تقدس بھی زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھا جائے۔ صرف اسی طرح تعلیمی اداروں میں اسلامی افکار فروغ پاسکیں گے۔ استاد کو معاشی لحاظ سے کسی بھی معزز شہری کے مساوی قابل احترام درجہ دیا جائے۔ یہ بات بھی بڑی مفید ثابت ہوگی کہ ہیڈ ماسٹر اور اداروں کے سربراہ دینیات کی جماعتوں کو خود پڑھائیں تاکہ اس مضمون کی کمتر حیثیت کی تلافی ہو سکے جو انگریزی دور سے اس کا مقدر بنی ہوئی ہے۔

۱۱۔ اسلامی نظام پر کمیشن قائم کرنے اور سوالنامہ جاری کرنے کی افادیت

اسلامی معاشرتی نظام کا معاملہ بڑا وسیع انتہائی نازک اور پیچیدہ ہے۔ قومی سطح پر اس کا حل تلاش کرنے اور ملک کے علماء نیز دانشوروں سے ان کی رائے دریافت کرنے کے لئے اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی خدوخال نیز اسلامی نظام تعلیم کو ملک میں فروغ دینے کے طریقوں اور وسائل پر ایک سوالنامہ کا اجراء کار آمد ثابت ہو گا۔

۱۲۔ پرائمری تعلیم کو اسلامی خطوط پر ڈھالنا

چونکہ کونسل نے ابتدائی مراحل کے متعلق نیز اس بارے میں کہ پرائمری درجات سے کس طرح آغاز کیا جائے خصوصی تجاویز طلب کی تھیں چنانچہ اس عمومی بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ۲۶ جولائی ۱۹۷۵ء کو کونسل کے اجلاس میں ہوئی۔ سب کمیٹی نے درج ذیل تجاویز پیش کی ہیں۔

فصل دوم

ذیلی کمیٹی کی عملی تجاویز

ذیلی کمیٹی کی عملی تجاویز کا خلاصہ حسب ذیل ہے

۱۔ اسلام کا نظام تعلیم ہمہ گیر ہے۔ یہ زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کرتا ہے اور حصول تعلیم میں کسی قسم کی تقسیم روا نہیں رکھتا۔ اگر فقہ یا حدیث اسلامی مضامین کہلاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ طبیعات کیمیا یا معاشیات کے مضامین غیر اسلامی ہیں البتہ جملہ مضامین کے وہ حصے جن کا تعلق غیر اسلامی نظریات سے ہے یا جو اسلامی اقدار کے صریحاً خلاف ہیں ان کو غیر اسلامی کہا جا سکتا ہے۔ اسلامی اقدار کے خلاف مضامین مثلاً مجسمہ سازی اور رقص کو اسلامی نظام تعلیم میں کوئی جگہ نہیں دی جا سکتی لیکن ایسے مضامین جن کے کچھ حصے اسلامی نظریات سے اختلاف رکھتے ہوں ان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ایسے غیر اسلامی نظریات کی مدلل تردید ہونی چاہئے جہاں تک ممکن ہو ان کے پہلو بہ پہلو متبادل اسلامی نظریات کو جگہ دینی چاہئے تا کہ ان خارجی اثرات کا تدارک ممکن ہو۔

۲۔ اقتصادیات کے مضمون میں ایک پرچہ اسلامی اقتصادی نظام پر اور اخلاقیات کے مضمون میں ایک پرچہ اسلام کے اخلاقی نظریات پر ہونا چاہئے مقصد یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح مختلف مضامین میں اسلامی موقف موجود ہو طریق کار خواہ کچھ بھی اختیار کیا جائے۔ تعلیم کو بحیثیت مجموعی اسلامی رنگ میں ڈھالنا چاہئے۔

۳۔ اسکولوں میں ثانوی درجہ تک عربی کی تعلیم رائج کی جائے۔

۴۔ پرائمری درجہ تک تعلیم کے بارے میں خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جس کسی کو بچپن میں دینی تعلیم دی گئی ہو اسے بعد میں گمراہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بچوں کو شروع ہی سے قرآن حکیم اور سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم دینی چاہئے۔ ان کے ذہنوں میں اخلاق حسنہ کو راسخ کرنے کے لئے انہیں اسلاف کے کارہائے نمایاں دلچسپ کہانیوں کی صورت میں پیش کرنا چاہئیں۔

۵۔ نماز سے رغبت پیدا کرنے اور اس کی عادت ڈالنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ اسکول

کے اوقات کار ایسے ہونے چاہئیں کہ طلباء کو اس دوران اساتذہ کی معیت میں کم از کم ایک نماز پڑھنے کا موقع مل سکے۔ اسکول کا ماحول پاکیزہ اور صحت مند ہو۔ اساتذہ اعلیٰ اور مثالی کردار اور اوصاف کے مالک ہوں اور اسلامی شعائر کے پابند ہوں' اور ان کا معاشرہ میں اعلیٰ مقام متعین کیا جائے۔ خصوصاً دینی مضامین پڑھانے والے استادوں کی اہمیت واضح ہونی چاہیئے تاکہ وہ بچوں کے لئے ہر لحاظ سے قابل رشک نمونہ پیش کر سکیں۔

۶۔ تعلیم نسواں کے لئے کوئی علیحدہ نصاب تعلیم تجویز نہیں کیا گیا البتہ ان کی خاص تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے نصاب میں کچھ اضافے کئے جا سکتے ہیں۔

۷۔ رپورٹ میں مقاصد تعلیم (جو فصل اول میں بیان کی گئی ہیں) کی واضح نشاندہی کی گئی ہے جن کو بروئے کار لانے والے نظام تعلیم کے ذریعے ایسے افراد کی تشکیل کی جا سکتی ہے جو توحید' رسالت' اور آخرت پر ایمان کامل رکھتے ہوئے تزکیہ نفس اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوں وہ برائیوں سے نہ صرف خود بچتے ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ان سے بچنے کی صلاحیت سے بہرہ ور کرتے ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے حق کے لئے سینہ سپر ہونے پر مستعد ہوں اور اخوت اسلامی کے علمبردار ہوں۔ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے فیض اور رہنمائی حاصل کرتے ہوئے وہ نہ صرف ایک متوازن شخصیت کے مالک ہوں بلکہ اپنی صلاحیتوں کو بقدر ہمت استعمال میں لاتے ہوئے اقوام عالم میں عظیم ترین ملت کی تشکیل کے عملی حصہ دار بھی ہوں۔

۸۔ پرائمری درجے کے بعد مخلوط تعلیم کو ختم کرنے اور اس پر پابندی عائد کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی نظام تعلیم کا نصب العین حاصل کیا جا سکے۔

۹۔ اساتذہ مثالی کردار اور اوصاف کے حامل ہوں تاکہ طلبہ ان کی پیروی کا دم بھر سکیں۔ معاشرے میں اساتذہ کو عزت کا مقام حاصل ہونا چاہیئے۔ اور ان کی معاشی حالت معقول ہونی چاہئے۔ دینیات کے استادوں اور قرآن مجید کی تعلیم دینے والے اساتذہ کی توقیر کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں تعلیمی اداروں میں اسلامی نظریات کو عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ فنون لطیفہ کی تعلیم کا صرف اس حد تک اہتمام کیا جائے جس حد تک اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ مثلاً رقص و سرور مجسمہ سازی کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔

۱۱۔ قرآن کریم ناظرہ کی تدریس کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں۔

۱۲۔ پرائمری اسکول کی کلاسیں شروع ہونے سے پہلے قرآن حکیم کی کچھ آیات کی تلاوت ہو اور ان کا ترجمہ پڑھ کر سنایا جائے اور پھر ایک اسلامی ترانہ مل کر بلند آواز سے پڑھا جائے جس میں خداوند قدوس کی حمد، رسولؐ مقبول کی نعت اور پاکستان کے استحکام، اسلام کی اہمیت اور مسلمان ہونے کے اعزاز کے متعلق ابیات ہوں۔

۱۳۔ پرائمری کلاسوں کے اساتذہ بڑے جید اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے چاہئیں۔ تاکہ وہ بچوں کے ذہنوں کی صحیح طور پر نشوونما کر سکیں۔

۱۴۔ اساتذہ اسلامی عادات واطوار کے حامل ہونے چاہئیں تاکہ بچوں پر اچھا اثر پڑے۔

۱۵۔ اسکول اور مدرسہ کا پروگرام اس طرح مرتب کیا جائے کہ کم از کم ایک وقت بچے نماز با جماعت میں شریک ہوں۔

۱۶۔ تاریخ میں علمی، سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی میدانوں میں ہر عہد کے مسلمانوں کے کارنامے بھی شامل کئے جائیں۔ سوشل سٹڈیز کے کورس میں ان چیزوں کو اجاگر کیا جائے۔

باب سوم

جناب جسٹس (ریٹائرڈ) محمد افضل چیمہ کی سربراہی میں قائم شدہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ملکی نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے حکومت کے قائم شدہ تعلیمی کمیشن کی رہنمائی اور معاونت کے لئے مولانا محمد تقی عثمانی رکن کونسل کی کنویز شپ میں ایک ذیلی کمیٹی تشکیل کی جس میں کنویز کے علاوہ جناب جسٹس چیمہ ' مولانا مفتی سیاح الدین کاکا خیل اور مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا ظفر احمد انصاری شامل تھے۔

اس کمیٹی نے اپنی سفارشات مرتب کر کے کونسل کو پیش کیں جو کونسل کی سالانہ رپورٹ ۷۸۔۱۹۷۷ء کے صفحات نمبر ۳۱۹ تا ۳۶۴ میں شامل ہیں۔

کمیٹی ہذا نے ان سفارشات میں سے جو اہم سفارشات منظور کیں وہ باب ہذا میں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ اسلامی معاشرے میں مقصد تعلیم حصول معاش کی بجائے تکمیل ذات ہے۔ لہٰذا اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی خدوخال منفرد نوعیت کے ہیں۔ یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ اسلامی نظریات و افکار ہر علم و فن میں رچے بسے ہوں اساتذہ اور ماہرین تعلیم کی اسلام سے ذہنی و عملی وابستگی مسلم ہو۔ تاکہ ایک راسخ العقیدہ اور فعال قوم معرض وجود میں آئے جو اسلام کی نظریاتی عظمتوں کی امین ہو۔

نصاب کی تدوین نو

۱۔ تعلیم کا نظام اور نصاب اس طرز پر بنایا جائے کہ طلباء کے سامنے جو تعلیم کا مقصد آئے وہ محض حصول معاش نہ ہو بلکہ تکمیل ذات ' اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصول ' انفس و آفاق اور حقائق اشیاء پر غور و تدبر کی صلاحیت اور ملک و ملت کی خدمت ہو۔

۲۔ نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ اسلامیات کو صرف ایک گھنٹہ کے لئے لازمی قرار دیا جائے ' بلکہ اس کے لئے ہر علم و فن کے نصاب کو اس طرز پر مدون کرنے کی ضرورت ہے کہ -

(الف) اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے افکار ہر علم وفن میں رچے بسے ہوں۔
مثلاً مندرجہ ذیل مضامین میں حسب مذکور چیزوں کا اضافہ ہونا چاہئیے۔ فلسفہ میں مسلمان فلاسفہ اور متکلمین کے افکار و نظریات '
سائنس میں مسلمان سائنس دانوں کے افکار اور سائنسی کارنامے '
معاشیات ' سیاسیات و عمرانیات میں اسلام کے معاشی اصول اور مسلمان مفکرین کے افکار '
نفسیات میں تصوف اور صوفیا کرام کی تحقیقات '
قانون میں اسلامی فقہ اور اصول فقہ '
تاریخ میں مسلمان مورخین کی تالیفات '
ریاضی میں میراث اور زکوٰۃ کے حسابات 'الجبرا' جیومیٹری اور علوم ریاضیات میں مسلمانوں کی خدمات۔
جغرافیہ میں سمت قبلہ اور اوقات نماز متعین کرنے کے طریقے ' موسمی تغیر و تبدل اور جغرافیائی انکشافات اور کارنامے۔

(ب) ہر علم وفن کی تعلیم اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر کے ساتھ دی جائے۔
مثلاً سائنسی علوم کا نصاب اس طرح مدون ہونا چاہئیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی حکمت بالغہ کا تاثر قلب و ذہن پر نقش ہوتا جائے اور موجودہ نظام تعلیم میں مغرب کے انداز تدوین سے جو مادہ پرستانہ ذہنیت (شعوری یا غیر شعوری) طور پر پیدا ہوتی ہو اس کا سدباب ہو۔

مستقل نصاب کمیشن کا قیام

متذکرہ بالا دونوں مقاصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ایک ایسا مستقل نصاب کمیشن مقرر کیا جائے جس میں ہر علم وفن کے ایسے ممتاز ماہرین شریک ہوں جن کی اسلام سے ذہنی اور عملی وابستگی مسلم ہو' یہ کمیشن ایک مخصوص مدت میں ہر علم وفن کے نصاب پر مذکورہ مقاصد کے تحت نظر ثانی کرتا رہے اور اس کے مطابق کتابیں لکھوانے کا انتظام کرے۔

اسلامیات کی تعلیم

۳۔ اسلامیات کی تعلیم کا معیار بلند کیا جائے اور اس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد کی ٹھوس تعلیمات اتنی مقدار میں پڑھائی جائیں کہ دسویں جماعت تک پہنچتے پہنچتے ہر طالب علم کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر آ جائے۔

۴۔ پانچویں جماعت تک ناظرہ تعلیم قرآن کریم کے لئے اسلامیات کے مضمون سے الگ مستقل وقت رکھا جائے اور اس مرحلے تک پورے قرآن کریم کی ناظرہ تدریس مکمل کروائی جائے۔

۵۔ کالج کی سطح پر اسلامیات کی مستقل فیکلٹی قائم کی جائے جس میں تمام اسلامی علوم کی وسیع و عمیق تدریس کا انتظام ہو۔

۶۔ عربی زبان کو اسلامیات کی تعلیم کا مستقل جزء بنایا جائے۔

۷۔ اسلامیات کے اساتذہ میں مطلوبہ قابلیت کا یہ معیار مقرر کیا جائے کہ -

(الف) ساتویں جماعت تک کے اساتذہ کے لئے دینی مدارس سے ثانوی مرحلے کا سند یافتہ یا عالم عربی یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے انٹرمیڈیٹ یا موجودہ نظام تعلیم کا گریجویٹ جس کا اختیاری مضمون معارف اسلامیہ رہا ہو اور اس نے اسلامیات کی تدریس کی خصوصی تربیت حاصل کی ہو۔

(ب) جو ساتویں جماعت تک کو پڑھانے کا کم از کم تین سالہ تجربہ رکھتا ہو یا اس نے اسلامیات کے علاوہ دیگر علوم کی خصوصی تربیت پائی ہو یا اس نے اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے گریجویٹ یا موجودہ نظام تعلیم کا فاضل عربی یا موجودہ نظام تعلیم کا ایم اے اسلامیات کہ جس نے اسلامی تعلیم کی خصوصی تربیت حاصل کی ہو۔

(ج) گریجویشن تک کے لئے دینی مدارس کے اعلیٰ مرحلہ کا سند یافتہ جس نے دیگر علوم کی خصوصی تربیت لی ہو یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی سے ایم اے کیا ہو۔

اسلامیات کی پوسٹ گریجوایشن کے اساتذہ کی تعلیمی استعداد

(د) ایم اے کی تدریس کے لئے وہ شخص جو دینی مدارس کے ثانوی مرحلہ میں تدریس کا کم از کم سات سالہ یا اعلیٰ مرحلہ میں تدریس کا کم از کم دو سالہ تجربہ رکھتا ہو یا اسلامیات کی مجوزہ فیکلٹی میں گریجوایشن تک کی تعلیم کا کم از کم پانچ سالہ تجربہ رکھتا ہو یا دینی مدارس کے درجات تخصیص کا فارغ ہو۔

۸۔ تجویز ۷ ضمن الف و ب میں جس خصوصی تربیت کا ذکر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ نظام تعلیم سے معارف اسلامیہ کی تعلیم حاصل کئے ہوئے لوگوں کے لئے تربیت کا ایک خصوصی کورس شروع کیا جائے جس کا انتظام بہتر ہے کہ دینی مداس میں ہو۔

۹۔ تجویز سات ضمن الف 'ب' ج میں جس خصوصی تربیت کا ذکر ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ دینی مدارس کے ان طلباء کو جو ماضی میں فارغ التحصیل ہوئے ہوں بعض دیگر ضروری علوم کی تربیت دی جائے۔

۱۰۔ آئندہ اساتذہ کی تربیت کے تمام مراحل میں بشمول بی ایڈ و ایم ایڈ اسلامیات کی معیاری اور ٹھوس تعلیم و تربیت کو لازمی کیا جائے۔

۱۱۔ جب تک کسی درس گاہ میں اسلامیات کے تربیت یافتہ اساتذہ موجود نہ ہوں اس وقت تک اسے منظور نہ کیا جائے۔

اساتذہ کا معیار

۱۲۔ درس گاھوں کے ماحول کو اسلامی بنانے کے لئے ہر مضمون میں اساتذہ کا انتخاب کرتے وقت ان کی نظریہ پاکستان سے وابستگی اور اسلام سے ذہنی اور عمل لگاؤ کا اطمینان کر لیا جائے اور جو لوگ اس پہلو سے استاد بننے کے لائق نہ ہوں ان کو ان کی اعلیٰ علمی استعداد کے باوجود استاد اسلامیات مقرر نہ کیا جائے بطور خاص اسلامیات کی تعلیم کے لئے ایسے اساتذہ منتخب کئے جائیں جن کے بارے میں فرائض اسلام کی ادائیگی کا اطمینان ہو' نیز

اساتذہ کی سالانہ خفیہ رپورٹ میں ان کی دینی اور اخلاقی حالت سے متعلق بھی ایک کالم شامل ہونا چاہئے۔

مخلوط تعلیم

۱۳۔ مخلوط تعلیم کو ختم کرنے کے لئے بلا تاخیر کم از کم مدت کا تعین کیا جائے جس میں ضروری انتظامی امور کی تکمیل کی جاسکے اور طالبات کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جو ان فطری ضروریات کے مطابق ہوں۔ دو خواتین یونیورسٹیوں کے قیام کے متعلق جناب جنرل محمد ضیاء الحق (مرحوم) صدر پاکستان کے اعلان کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے۔

درس گاہوں کا ماحول

۱۴۔ طلباء کو ایسی غیر نصابی سرگرمیوں کی اجازت نہ دی جائے جو اسلام کے خلاف ہوں مثلاً رقص و سرود اور مخلوط ڈرامے وغیرہ۔

۱۵۔ پورے پاکستان کے طلباء کے لئے قومی لباس بطور یونیفارم مقرر کیا جائے۔

۱۶۔ درسگاہوں میں اسلامی ارکان و شعائر اور بزرگان دین کا پورا احترام کیا جائے۔ نمازوں کی ادائیگی کیلئے نماز کے وقفے دیئے جائیں اور ہر درس گاہ میں نماز کا اہتمام کیا جائے۔

۱۷۔ دینی درسگاہوں اور عام تعلیمی اداروں کے درمیان انگریز کی قائم کردہ خلیج کو بتدریج پر کیا جائے یہاں تک کہ بالآخر ملک میں یکساں نظام تعلیم نافذ ہو۔

غیر مسلم تعلیمی ادارے

۱۸۔ غیر مسلم تعلیمی اداروں کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنا نظام، نصاب اساتذہ کے معیار اور درسگاہوں کے ماحول سے متعلق ملکی تعلیمی پالیسی کی پوری طرح پابندی کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ایسی درسگاہوں کو صرف غیر مسلم طلبہ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

تعلیم بالغاں

۱۹۔ تعلیم بالغاں کے لئے ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت ملک گیر مہم چلائی جائے اور اس کے نصاب میں ناظرہ قرآن کریم اور لازمی اسلامیات و دیگر ضروری مضامین کو شامل کیا جائے۔

۲۰۔ جہاں تک ممکن ہو تعلیم بالغاں کا مرکز مساجد کو بنایا جائے۔

انتظامیہ

۲۱۔ یونیورسٹی اور ثانوی تعلیمی بورڈ کے تمام انتظامی و تعلیمی شعبوں کے عہدے صرف ان لوگوں کے سپرد کئے جائیں جو نظریہ پاکستان یعنی اسلام سے عقیدت و محبت رکھتے ہوں اور تعلیم کے نظریاتی پہلو کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

۲۲۔ مندرجہ ذیل امور کیلئے صرف مستند علمائے دین کا انتخاب کیا جائے جن کے علم و فضل پر قوم اعتماد کرتی ہو۔

(الف) تمام مراحل تعلیم کے لئے اسلامیات کی نصاب کمیٹی
(ب) معارف اسلامیہ کی فیکلٹی کے تمام شعبے
(ج) اسلامیات کی نصابی کتب کی تصنیف و تدوین
(د) سنڈیکیٹ میں معارف اسلامیہ کی فیکلٹی کا ڈین۔

تعلیم اور دینی شعور

۲۳۔ پاکستان کی اسلامی حکومت پر یہ فرض ہے نیز دستور کی رو سے اس پر یہ ذمہ داری عائد کر دی گئی ہے کہ وہ تمام ایسی تدابیر اختیار کرے جس سے صحیح اسلامی معاشرے کی تشکیل میں مدد مل سکے۔ چنانچہ کونسل نے یہ سفارش کی کہ قرآن کریم اور عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ اندریں حالات پہلی جماعت سے اردو کے قاعدہ کے ساتھ ہی بچوں کو عربی زبان کا قاعدہ پڑھانا شروع کیا جائے۔ تعلیم کے تمام درجات میں عربی زبان کو لازمی

قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ نماز سکھائی جائے اور مختلف مدارج تعلیم میں عربی اور اسلامیات کو نصاب میں شامل کیا جائے۔

معلّمین السنہ شرقیہ کے گریڈ

۲۴۔ اس وقت یونیورسٹی گریجوایٹس اور السنہ شرقیہ کے فارغ التحصیل لوگوں کے مابین غیر مساویانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ موخر الذکر کو کم درجہ (سکیل) دینے سے عربی، فارسی اور قومی زبان اردو کی طرف طلباء کی رغبت کم ہوتی جارہی ہے۔ اس غیر منصفانہ سلوک کا کوئی جواز نہیں لہٰذا اسلامی نظریاتی کونسل نے حکومت سے سفارش کی کہ السنہ شرقیہ اور انگریزی کے اساتذہ کے مابین موجودہ تفاوت اور امتیاز کو ختم کیا جائے۔ ان کی تنخواہوں کے مدراج، قیام پاکستان سے پیشتر کی طرح برابر کئے جائیں۔ اور دوسرے معاملات میں بھی انہیں انگریزی گریجوایٹس کے برابر تسلیم کیا جائے۔

مسجد مکتب کا کردار

۲۵۔ مسجد اسلامی معاشرے میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کونسل نے مسجد کو اسلامی معاشرے میں اس کا صحیح مقام برقرار رکھنے اور اس کو ایک تعلیمی اور تعمیری ادارے کی حیثیت بحال کرنے کی پرزور سفارش کی نیز اسے ابتدائی تعلیمی و اخلاقی کردار سازی کا مرکز بنانے کی تجاویز پیش کیں۔

تعلیمی اداروں میں مذکرات

۲۶۔ کونسل نے طلباء کی ذہنی تربیت اور ان میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مذاکرات کا ایک جامع پروگرام بنانے کا فیصلہ کیا اور تجویز پیش کی کہ ان مذاکرات کی ابتداء علی الترتیب "حقوق العمال" اور "اسلام میں عورت کا مقام" جیسے عنوانات سے کی جائے۔

تعلیمی اداروں کے طلبہ وطالبات کیلئے تربیتی کیمپ

۲۷۔ نوجوان نسل کی بے راہ روی کے پیش نظر ضروری ہے کہ نوجوانوں کو مخرب اخلاق افعال سے روکا جائے اور ان کے دلوں پر اسلامی کردار کی عظمت کا نقش بٹھایا جائے۔ کونسل نے طے کیا کہ یونیورسٹیوں، کالجوں اور اسکولوں کے طلباء وطالبات کے لئے مذکورہ بالا مقاصد کی تکمیل کرنے والے تربیتی کیمپ ایسے مناسب دنوں میں جو تعلیم میں حارج نہ ہوں الگ الگ قائم کئے جائیں۔

پیشہ ورانہ کالجوں میں داخلے کے وقت معیار انتخاب

۲۸۔ بعض پیشہ ورانہ کالجوں میں اسلامیات کے طلبہ کو اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے باوجود داخلے کے لئے درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا۔ اسلامی کونسل نے اس صورت حال پر اظہار افسوس کیا اور سفارش کی کہ ایسے ناروا امتیازات کو ختم کیا جائے اور آئندہ داخلے کے وقت اسلامیات کے طلبہ کو بھی تحصیلی استحقاق کے موافق ترجیح دی جائے۔

ہونہار غریب طلباء کی اعلیٰ تعلیم کے مصارف

۲۹۔ اسلامی کونسل نے سفارش کی کہ ثانوی بورڈ کے امتحان میں اہلیت کے لحاظ سے پہلے بیس طلباء میں سے اگر کسی طالب علم کے والدین اس کی اعلیٰ تعلیم کے اخراجات برداشت نہ کر سکتے ہوں تو اس کے جملہ تعلیمی مصارف بشمول اخراجات واقامت گاہ کتب وغیرہ حکومت برداشت کرے۔ البتہ اگر کسی مرحلہ پر ایسا طالب علم اپنا تعلیمی معیار برقرار نہ رکھ سکے تو اس سے یہ رعایت سلب کر لی جائے۔

ملحدانہ نظریات کی یلغار کی روک تھام

۳۰۔ تعلیمی اداروں کو اشتراکیت کے ملحدانہ نظریات سے "کلیتاً" پاک کرنے پر توجہ دینا ضروری ہے نیز اسلام اور اشتراکیت کے تقابلی مطالعہ کی ضرورت ہے جس سے اسلام کے

محاسن اور اشتراکیت کے معائب نمایاں طور پر سامنے آجائیں۔ مغربی تہذیب و تمدن کا اداروں اور افراد کے کردار کو خراب کرنے میں جو حصہ ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ مغرب کے ان غلط اثرات نے ہماری تہذیب و ثقافت اور طریق بود و باش کو مسخ کر دیا ہے اور نئی نسل میں فحاشی اور عریانی کو رواج دیا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر کونسل نے فیصلہ کیا کہ معاشرے اور افراد کو مغرب کے غلط اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے ذریعے ان کے اذہان سے باطل نظریات کے اثرات محو کئے جائیں۔

باب چہارم

دینی مدارس کے نظام کی تنظیم نو

جیسا کہ باب دوم کے شروع میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ کونسل کے سابقہ ادوار میں نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے جو کمیٹیاں وقتاً فوقتاً تشکیل دی جاتی رہی ہیں ان کی بعض اہم اور ضروری تجاویز کو رپورٹ ہذا میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح کمیٹی ہذا نے یہ طے کیا کہ سابق صدر پاکستان مرحوم نے ڈاکٹر عبدالواحد جے ھالے پوتا کی سربراہی میں علمائے کرام اور ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک کمیٹی برائے دینی مدارس تشکیل دی تھی جس نے دینی مدارس کے نظام، نصاب تعلیم اور معیار کو بہتر بنانے اور موجودہ سہولتوں کا جائزہ لے کر دینی مدارس کے نظام اور نصاب تعلیم کو سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نظام تعلیم کو مجتمع اور منظّم کرنے کے بارے میں ٹھوس اور قابل عمل تجاویز پیش کی تھیں تاکہ جس طرح قانون، زراعت، انجینئرنگ، طب، اقتصادیات اور دیگر معاشی علوم ہمارے موجودہ نظام تعلیم کا حصہ ہیں اس طرح دینی مدارس کا نظام تعلیم بھی اس کا اہم حصہ بن جائے ہمارے نظام تعلیم میں ثنویت کا خاتمہ ہو جائے جس سے ماضی میں قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا اس غرض سے مذکورہ قومی کمیٹی کی تجاویز اور اہم سفارشات کو اس رپورٹ میں شامل کیا جارہا ہے۔

کمیٹی ہذا کی یہ پختہ رائے ہے کہ ان سفارشات کو عملی جامہ پہنانے سے ہمارے نظام تعلیم سے ثنویت (Dualism) کا خاتمہ ہو جائے گا اور دینی مدارس کے فارغ التحصیل اہل علم کے ہمارے قومی دھارے Main Stream میں شامل ہونے سے رپورٹ ہذا کی سفارشات پر عمل در آمد بھی آسان ہو گا اور اب تک ان فاضلین کرام کی خدمت سے محروم رہ کر قوم کو جو نقصان پہنچا ہے، بے دینی پھیلی ہے، ذھنی انتشار سے قوم علاقائی، لسانی، گروہی تعصّبات کا شکار ہو کر جن نفرتوں کے طوفانوں میں گھر کر باہم دست و گریبان ہے اور بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے ان میں باہمی اخوت و محبت اور یگانگت کے جذبات پھر پیدا ہوں گے اور تلافی مافات ہو سکے گی۔ نتیجتاً اجتماعی نظام تعلیم ملی ترقی، انتظامی اور اقتصادی امور میں ان کی شمولیت سے خوشگوار دور رس نتائج بر آمد ہوں گے۔ کمیٹی کی رائے میں قومی دینی کمیٹی کی مندرجہ ذیل سفارشات پر عمل در آمد سے مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکیں گے۔

قومی کمیٹی نے اپنی سفارشات میں دینی مدارس کے معیار تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے مضامین درس نظامی کے ساتھ موزوں حد تک جدید مضامین کا اضافہ تجویز کیا ہے۔ درجہ ابتدائیہ (پرائمری) میں دینی علوم کے ساتھ اردو، حساب، معاشرتی علوم، جنرل سائنس، درجہ متوسطہ (میٹرک) میں جنرل ریاضی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی اور درجہ عالیہ (بی اے) میں معاشیات، سیاسیات اور انگریزی میں سے دو مضمونوں کی شمولیت تجویز کی تھی۔ اس امتزاج کے دوران یہ بات ملحوظ رکھی گئی کہ دینی علوم کی تدریس متاثر نہ ہو اس لئے دینی مدارس کے "درجہ متوسطہ" اور "درجہ عالیہ" کی مدت تعلیم آٹھ سال سے بڑھا کر نو سال تجویز ہوئی ہے اور یہ سفارش کی گئی ہے کہ تدریس کے دوران مضامین درس نظامی کو دو تہائی اور سکول مضامین کو ایک تہائی وقت دیا جائے۔

دینی نظام تعلیم اور عام نظام تعلیم کو مربوط کرنے کے لئے دینی مدارس کی ابتدائی سطح سے اعلیٰ سطح تک اس طرح درجہ بندی کی گئی ہے کہ نصاب تعلیم، مدت تدریس، نظام امتحانات اور معادلہ سندات (Equivalence of Degrees) کے اعتبار سے دونوں نظاموں میں تعلیمی ارتباط، انضباط اور انضمام (Integration) پیدا ہو اس انضمام و معادلہ سے فاضلین دینی مدارس کو اعلیٰ تعلیم اور ملازمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آنے کی توقع ہے۔ اب تک ان فاضلین کرام کی خدمات سے محروم رہ کر قوم کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور اس سے بے دینی پھیلی ہے اور ذہنی انتشار اور لسانی گروہی فرقہ ورانہ اور علاقائی تعصّبات سے قومی وحدت و یگانگت میں دراڑیں پیدا ہوئی ہیں جن کا واضح ثبوت موجودہ قومی بحران ہیں ان کی تلافی ہو سکے گی۔

جس طرح مہتممین دینی مدارس نے کشادہ دلی سے عام نظام تعلیم کے ساتھ انضمام کے لئے تجاویز مرتب کی ہیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں علوم عربیہ اور علوم اسلامیہ کے نصاب کو دینی مدارس کے نصاب کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے۔ اس سلسلے میں قومی کمیٹی نے متفقہ طور پر تجویز کی ہے کہ دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے درجہ تخصیص (ایم اے) کا نصاب تعلیم یکساں ہو۔

مدت تعلیم و نصاب تعلیم

کمیٹی نے دینی مدارس کے نصابات اور مدت تعلیم و نصاب تعلیم میں مندرجہ ذیل سفارشات مرتب کیں۔

دینی مدارس پاکستان کا نصاب تعلیم درج ذیل درجات پر مشتمل ہو۔

(الف) (۱) درجہ ابتدائیہ (پرائمری) مدت تعلیم پانچ سال

(۲) درجہ متوسطہ (میٹرک) مدت تعلیم پانچ سال

(۳) درجہ عالیہ (بی اے) مدت تعلیم چار سال

(۴) درجہ تخصیص (ایم اے) مدت تعلیم دو سال۔

(ب) تجوید و قرأت

درجہ متوسطہ (میٹرک) مدت تعلیم پانچ سال۔

(ج) دینی تعلیم برائے خواتین۔

درجہ متوسطہ (میٹرک) مدت تعلیم پانچ سال۔

تفصیل نصاب تعلیم درجہ ابتدائیہ (پرائمری)

(الف) مدت تعلیم و شرائط داخلہ

(۱) دینی مدارس کا درجہ ابتدائیہ پانچ سال پر مشتمل ہو

(۲) درجہ ابتدائیہ کی پہلی جماعت میں داخلہ کے وقت بچے کی عمر کم از کم پانچ سال ہو۔

(ب) نصاب تعلیم

درجہ ابتدائیہ کا نصاب تعلیم درج ذیل مضامین پر مشتمل ہو۔

قرآن حکیم ناظرہ (مکمل)

نماز و دینیات

ابتدائی فارسی

اردو، حساب، معاشرتی علوم، جنرل سائنس (مطابق نصاب پرائمری سکول)

تفصیل نصاب تعلیم درجہ متوسطہ (میٹرک)

(الف) مدت تعلیم و شرائط داخلہ

۱۔ دینی مدارس کا درجہ متوسطہ پانچ سال پر مشتمل ہو۔

۲۔ درجہ متوسطہ سال اول میں داخلہ کے لئے امیدوار کسی سرکاری سکول کا پرائمری پاس ہو، یا کسی دینی مدرسہ کا درجہ ابتدائیہ پاس ہو یا امیدوار درجہ ابتدائیہ (پرائمری مضامین) کی استعداد رکھتا ہو جسے معلوم کرنے کے لئے مہتمم مدرسہ امتحان لے۔

(ب) نصاب تعلیم

سال اول

قرآن حکیم	پارہ عم کا نصف آخر (حفظ و ترجمہ مع تجوید)
صرف	**سیران الصرف، منشعب، صرف مبیر، علم الصیغہ یا علم الصرف۔** نحو میر یا **علم النحو**
عربی زبان	عربی کا معلم (حصہ اول)
سیرت (اردو)	رحمت عالم از سید سلیمان ندوی یا تاریخ اسلام (حصہ اول) از مولانا سید علی نقی یا سیرۃ النبی از مولانا نور بخش توکلی درج ذیل مضامین جماعت ششم منظور شدہ محکمہ تعلیم کے ضروری ابواب و مباحث۔
	جنرل ریاضی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی۔

سال دوم

قرآن حکیم	پارہ عم نصف اول (حفظ و ترجمہ مع تجوید)
صرف	زرادی، خاصیات فصول اکبری
نحو	شرح مائۃ عامل باترکیب، **ہدایت النحو۔**
عربی زبان	**عربی کا معلم (حصہ دوم سوم) یا الطریقۃ الجدیدۃ (مکمل)۔**
فقہ/حدیث	**نورالایضاح یا بلوغ المرام (حصہ اول) یا توضیح المسائل (عبادات)۔**
منطق	صغریٰ کبریٰ (بلوغ المرام پڑھنے والوں کے لئے ضروری نہیں)
سیرت (اردو)	رحمۃ للعالمین (حصہ اول) از قاضی محمد سلیمان منصور پوری یا تاریخ اسلام مولانا سید علی نقی (جلد ثانی)

درج ذیل مضامین جماعت ہفتم منظور شدہ محکمہ تعلیم کے ضروری ابواب و مباحث۔

جنرل ریاضی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی۔

سال سوم

قرآن حکیم	سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران (ترجمہ)
نحو	کافیہ اور شرح ملا جامی (بحث فعل)
عربی زبان	عربی کا معلم (حصہ چہارم) القراءة الراشدہ (حصہ اول) از ابوالحسن علی ندوی یا دیوان علی کرم اللہ وجہہ۔
فقہ	قدوری یا بلوغ المرام (نصف ثانی) مع الدرر البهیه یا تبصرہ المتعلمین۔
اصول فقہ یا اصول عقائد	اصول الشاشی یا عقائد امامیہ۔
منطق	ایساغوجی یا تیسیر المنطق، مرقاۃ۔
سیرت (اردو)	رحمۃ للعالمین (حصہ دوم) یا تاریخ اسلام از مولانا سید علی نقی۔

درج ذیل مضامین جماعت ہشتم منظور شدہ محکمہ تعلیم کے ضروری ابواب و مباحث۔

جنرل ریاضی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی۔

سال چہارم

قرآن حکیم	سورۃ نساء تا آخر سورۃ بنی اسرائیل (ترجمہ)
حدیث	مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الآداب و المناقب) یا نہج البلاغۃ (کلمات قصار)
نحو	شرح ملا جامی تا بحث فعل یا شرح ابن عقیل۔
عربی ادب	معلقہ زهیر بن ابی سلمیٰ، معلقہ عمرو بن کلثوم، مقامات حریری (پہلے دس مقامات) یا مختارات من ادب العرب از ابوالحسن علی ندوی۔

فقه	کنزالد قائق (حسب معمول) یا الروضة الندیه یا شرائع الاسلام (اول تا کتاب التجارة)۔
اصول فقہ یا	نورا الا نوار (تاقیاس) یا شرح باب حاوی عشر فاضل
اصول عقائد	مقدار ۔
منطق	شرح تہذیب۔
سیرت (اردو)	رحمتہ للعالمین (حصہ سوم) یا اسوۃ الرسول از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی۔
	درج ذیل مضامین جماعت نہم منظور شدہ محکمہ تعلیم کے ضروری ابواب و مباحث، جنرل ریاضی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی۔
سال پنجم	
قرآن حکیم	از سورۃ الکہف تا آخر قرآن (ترجمہ)
قرآن حكيم	از سورة الكهف تا آخر قرآن (ترجمه)
حديث يا ادب	مشكوٰة (حصه ثانی باستثناء كتاب الآداب و المناقب) یا نهج البلاغة (جلد ثالث)۔
فقه	هداية (اولين) يا شرائع الاسلام (ازكتاب التجارة تا كتاب الغصب، بحث عبد خارج)۔
منطق	قطبی یا المنطق المظفر۔
اصول فقه	حسامی یا مبادی الاصول۔
معانی	مختصر المعانی (فن اول)۔
سیرت (اردو)	سیرت النبی از سید سلیمان ندوی (حصہ ششم) یا اسوۃ الرسول (حصہ دوم) از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی۔
	درج ذیل مضامین جماعت دہم منظور شدہ محکمہ تعلیم کے مباحث ۔ جنرل ریاضی، جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی ضروری ابواب
نوٹ ۔	درجہ متوسطہ کے سال اول تا پنجم میں مضامین درس نظامی اور مضامین سکول درج ذیل نسبت سے پڑھائے جائیں۔

مضامین درس

نظامی	دو تہائی وقت
مضامین سکول	ایک تہائی وقت

تفصیل نصاب تعلیم درجہ عالیہ (بی اے)

(الف) مدت تعلیم و شرائط داخلہ

۱۔ دینی مدارس کا درجہ عالیہ چار سال پر مشتمل ہو۔

۲۔ درجہ عالیہ کے سال اول میں داخلہ کے لئے امیدوار دینی مدارس کے درجہ متوسطہ کا سند یافتہ ہو۔

(ب) نصاب تعلیم

سال اول

(ب) نصاب تعلیم

سال اول

تفسیر	جلالین (نصف اول) یا جامع البیان (نصف اول) یا تفسیر سید عبداللہ شبر (نصف اول)۔
حدیث	مشکٰوۃ المصابیح (نصف اول) یا نہج البلاغۃ (جز اوّل و ثانی)
اصول حدیث	مقدمہ مشکٰوۃ یا اصطلاحات الاصول۔
فقہ	ہدایہ (الجزء الثالث) یا شرائع الاسلام (از کتاب الغصب تا آخر کتاب)۔
منطق	سلم العلوم۔
معانی	مختصر المعانی (فن ثانی تا آخر)۔
عقائد و کلام	شرح عقائد نسفی و خیالی (بحث امکان) یا شرح عقیدہ

طحاویة (سکمل) یا عقائد صدوق اور شرح تجرید علامہ حلی (از بحث توحید تا آخر)۔

ادب عربی	حماسہ ابی تمام (ابواب الحماسہ و الادب) کامل للمبرد (باب الخوارج)۔
فلسفہ	ھدایة الحکمة۔
تاریخ اسلام	تاریخ الخلفاء لسیوطی یا ارشاد شیخ مفید۔

درج ذیل مضامین ایف اے سال اول منظور شدہ انٹر میڈیٹ بورڈ میں سے دو مضمونوں کے ضروری ابواب و مباحث۔
معاشیات، سیاسیات، انگریزی۔

سال دوم

تفسیر	جلالین (نصف آخر) یا فتح القدیر (جزدوم و سوم) یا تفسیر سید عبداللہ شبر (نصف آخر)
اصول تفسیر	الفوز الکبیر از شاہ ولی اللہ دھلوی یا آلاء الرحمٰن از علامہ بلاغی
معانی	مطول ما انا قلت تک
فقہ الحدیث	حجتہ اللہ البالغہ (ابواب سیاستہ المدن تا آخر الکتاب) از شاہ ولی اللہ یا فلسفہ از سید باقر الصدر (نصف اول)
اصول حدیث	شرح نخبة الفکر یا الدرایة فی الحدیث از زین الدین۔
فقہ	ھدایہ (الجزء الرابع) عقود رسم المفتی یا شرح اللمعة از اول تا کتاب المتاجر)۔
اصول فقہ	توضیح و تلویح (تا بحث خاص و عام) اور مسلم الثبوت یا اصول الفقہ للخضری (نصف آخر) یا تحریر المعالم از شیخ حسن۔
ادب و عروض	قصائد متنبی تا قافیة الراء اور محیط الدائرة۔

فلسفه تاریخ	مقدمه ابن خلدون باب السادس۔
تاریخ اسلام	دروس التاریخ از خیاط یا تاریخ اسلام از معین الدین ندوی عہد بنو امیہ یا منتہی الامال از عباس قمی (جلد ثانی کا حصہ اول)۔

درج ذیل مضامین ایف اے، سال دوم منظور شدہ انٹر میڈیٹ بورڈ میں سے دو مضمونوں کے ضروری ابواب و مباحث:
معاشیات، سیاسیات، انگریزی۔

سال سوم

تفسیر	بیضاوی (سورة البقره) یا فتح القدیر (جزء چہارم) یا مجمع البیان (سوره البقره)۔
حدیث	نسائی، ابن ماجه، موطا امام مالک، یا من لا یحضرہ الفقیہ۔
فقه الحدیث	مؤطا امام محمد، شرح معانی الآثار یا بدایة المجتہد لا بن رشد یا معانی الاخبار شیخ صدوق اور شرح اللمعة (از کتاب المتاجر تا کتاب الاقرار، بحث عبد خارج)۔
فرائض/اصول	سراجی یا الوراثة الاسلامیه از عبدالله محدث روپڑی یا اصول الفقه از مظفر (نصف اول)۔
تاریخ اسلام	تاریخ اسلام از معین الدین ندوی عہد بنو عباس یا منتہی الآمال عباس قمی (جلد ثانی حصه دوم) یا محاضرات للخضری عہد بنو عباس۔

درج ذیل مضامین بی اے سال اول منظور شدہ یونیورسٹی میں سے دو مضمونوں کے ضروری ابواب و مباحث:
معاشیات، سیاسیات، انگریزی۔

سالِ چہارم

علوم القران	الاتقان لسیوطی یا البیان از علامہ خوئی۔
حدیث/اصول	صحیح البخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داود یا اصول کافی، اصول الفقہ از مظفر (نصف ثانی) شرح اللمعۃ (از کتاب اقرار تا آخر)۔
تاریخ اسلام	تاریخ اسلام از معین الدین ندوی (حصہ سوم) یا محاضرات للخضری (نصف آخر) یا منتہی الآمال (جلد ثالث)۔
	درج ذیل مضامین بی اے سال دوم منظور شدہ یونیورسٹی میں سے دو مضمونوں کے ضروری ابواب ومباحث۔ معاشیات، سیاسیات، انگریزی۔

نوٹ

(۱) درجہ عالیہ میں شامل جملہ کتب حدیث کا امتحان آخری سال میں ہو۔

(۲) دینی مدارس کو اختیار ہو کہ وہ اپنی سہولت کے مطابق درجہ عالیہ میں شامل حدیث کی کتابیں جس سال چاہیں پڑھائیں۔

تفصیل نصاب درجہ تخصص (ایم اے)

(الف) مدت تعلیم وشرائط داخلہ

(۱) دینی مدارس کا درجہ تخصص دو سال پر مشتمل ہو۔

(۲) درجہ تخصص کے سال اول میں داخلے کا امیدوار درجہ عالیہ کا سند یافتہ ہو۔

(ب) علوم درجہ تخصص۔

درجہ تخصیص حسب ذیل علوم میں ہو

(۱) التخصص فی التفسیر

(۲) التخصص فی الحدیث

(۳) التخصص فی الفقه و اصول الفقه

(۴) التخصص فی المعقولات

مندرجہ بالاعلوم میں سے کسی ایک میں تخصص حاصل کرنے کے لئے کل آٹھ پرچے ہوں۔ جن میں سے چار پرچے اور ایک تحقیقی مقالہ اس علم سے متعلق ہوں' ان کے علاوہ حسب ذیل تین مضامین کا ایک ایک پرچہ ہو

(۱) تقابل ادیان

(۲) تاریخ اسلام

(۳) اسلام اور معاشیات وسیاسیات۔

اس کے علاوہ کمیٹی نے مدارس تجوید وقرأت کے مختلف شعبوں کے نصابات میں تبدیلی کی سفارش کے ساتھ نئے نصابات مقرر کئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نصاب تجوید وقرأۃ

ورتل القرآن ترتیلا

درجہ متوسطہ

ابتدائیہ

(۱) درج ذیل نصاب تجوید وقراۃ میں پہلے تین سال کے دوران حفظ القرآن ومخارج الحروف پر خصوصی توجہ دی جائے۔ آخری دو سال میں فن تجوید وقرأۃ مکمل طور پر پڑھایا جائے

(۲) معاون (سکول) مضامین حسب سہولت پڑھائے جائیں۔

(۳) اس نصاب کا آخری امتحان ''قومی ادارہ برائے دینی مدارس پاکستان'' لے۔

(۴) اس نصاب کی سند درجہ متوسطہ (میٹرک) کے برابر ہو مگر درجہ عالیہ میں داخلہ کے لئے دینی مدارس کے درجہ متوسطہ کے بقیہ مضامین درس نظامی کا امتحان پاس کرنا لازمی ہو۔

سال اول

قرآن حکیم	حفظ پارہ اول تا پارہ دس صحت مخارج کے ساتھ مشق۔
معاون مضامین	جنرل سائنس، جنرل ریاضی، مطالعہ پاکستان، انگریزی، (مطابق درجہ متوسطہ)

سال دوم

قرآن حکیم	حفظ پارہ گیارہ تا پارہ بائیس۔
تجوید وقرأۃ	جمال القرآن، اور اس کے قواعد کے اجراء یا تجوید القرآن حصہ اول از مولانا محمد اعجاز حسن۔
معاون مضامین	جنرل سائنس، جنرل ریاضی، مطالعہ پاکستان، انگریزی، (مطابق درجہ متوسطہ)

سال سوم

قرآن حکیم	(الف) حفظ پارہ تئیس تا آخر قرآن مجید۔ (ب) ترجمہ سورہ بقرۃ اور سورہ آل عمران۔

حدیث	ریاض الصالحین سے ۵۰ حدیثیں یا معدن الجواہر ابتدائی چار باب۔
تجوید و قرأۃ	(الف) معلم التجوید از قاری محمد شریف مرحوم اور قواعد کے مطابق مشق کرنا یا تجوید القرآن حصہ دوم نصف اول۔
	(ب) قواعد کی پابندی کے ساتھ از اول تا آخر قرآن مجید سنانا۔
نحو	علم النحو۔
صرف	علم الصرف از مولانا مشتاق احمد۔
معاون مضامین	جنرل سائنس، جنرل ریاضی، مطالعہ پاکستان، انگریزی (مطابق درجہ متوسطہ)
تحریر	تختی پر سورہ علق سے سورۃ الناس تک لکھنے کی مشق کرنا۔
سال چہارم	
قرآن حکیم	ترجمہ سورۃ نساء تا آخر سورۃ بنی اسرائیل۔
حدیث	ریاض الصالحین سے ۵۰ مزید احادیث یا معدن الجواہر کے ابواب از پنجم تا ہشتم۔
تجوید و قرأۃ	فوائد مکیہ اور مشق یا تجوید القرآن (نصف آخر) قواعد کی پابندی کے ساتھ از اول تا آخر قرآن مجید سنانا۔
فقہ	منیۃ المصلی یا بلوغ المرام کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ یا دینیات حصہ سوم از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی۔
صرف و نحو	کتاب الصرف از مولانا عبدالرحمٰن اور شرح مائۃ عامل
معاون مضامین	جنرل سائنس، جنرل ریاضی، مطالعہ پاکستان، انگریزی (مطابق درجہ متوسطہ)
تحریر	سورۃ مدثر سے سورۃ والناس تک مشکل الفاظ خوشخط لکھنے کی مشق کرنا۔
سال پنجم	
قرآن حکیم	ترجمہ سورۃ الکہف تا آخر قرآن مجید۔
حدیث	ریاض الصالحین مزید ۵۰ حدیثیں یا معدن الجواہر از باب نہم تا آخر۔
تجوید و قرأۃ	مقدمہ الجزری یا نزھۃ القاری۔
	قواعد کی پابندی کے ساتھ از اول تا آخر قرآن مجید سنانا۔
فقہ	نور الایضاح اور قدوری یا بلوغ المرام بقیہ نصف اول یا توضیح المسائل (عبادات)
نحو	ھدایۃ النحو۔

معاون مضامین — جنرل سائنس، جنرل ریاضی، مطالعہ پاکستان، انگریزی۔
(مطابق درجہ متوسطہ)
تحریر — تختہ سیاہ پر چاک سے لکھنے کی مشق کرنا۔

خواتین کی دینی تعلیم کے لئے نصاب

اس قومی کمیٹی نے خواتین کی دینی تعلیم کے لئے مندرجہ ذیل نصابات تجویز کئے۔

درجہ متوسطہ

سال اول

قرآن حکیم — پارہ عم نصف آخر — حفظ مع صحت مخارج۔
حدیث — اربعین نووی۔ پہلی ۲۰ حدیثیں یا معدن الجواہر ابتدائی دو باب۔
فقہ — تعلیم الاسلام (ابتدائی تین حصے) از مفتی کفایت اللہ یا دین مصطفےٰ از سید محمود احمد رضوی (مکمل) یا فقہ محمدیہ (حصہ اول و دوم) یا دینیات از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی (حصو اول)۔
صرف — علم الصرف از مولانا مشتاق احمد۔
عربی — عربی کا معلم از عبدالستار خان (حصہ اول)
سیرت — سیرت رحمت دو عالم از سید سلیمان ندوی یا سیرت رسول از مولانا نور بخش توکلی (نصف اول) یا تاریخ اسلام از مولانا سید علی نقی (حصہ اول)۔
معاون مضامین — جنرل سائنس، جنرل ریاضی، مطالعہ پاکستان، انگریزی،
(مطابق درجہ متوسطہ)

سال دوم

قرآن حکیم — پارہ عم نصف آخر۔ ترجمہ۔
حدیث — اربعین نووی — بقیہ ۲۲ حدیثیں یا معدن الجواہر ابواب سوم و چہارم۔
فقہ — مسائل بہشتی زیور یا بہار شریعت (ابتدائی چھ حصے) یا فقہ محمدیہ (حصہ سوم اور

چہارم) یا دینیات حصہ دوم از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی۔

نحو — کتاب النحو از حافظ عبدالرحمن۔

عربی — عربی کا معلم (حصہ دوم) از عبدالستار خان

سیرت — رحمتہ للعالمین از قاضی محمد سلیمان منصور پوری (حصہ اول) یا سیرت رسولؐ از مولانا نور بخش توکلی (نصف ثانی یا تاریخ اسلام (حصہ دوم) از مولانا سید علی نقی۔

معاون مضامین — جنرل سائنس ، جنرل ریاضی ، مطالعہ پاکستان ، انگریزی ، (مطابق درجہ متوسطہ)

سال سوم

قرآن حکیم — (الف) ترجمہ پارہ اول تا پارہ دس۔

(ب) سورۃ البقرہ - تشریح کے ساتھ۔

حدیث — ریاض الصالحین پہلی ۵۰ حدیثیں یا معدن الجواہر ابواب پنجم ششم اور ہفتم۔

فقہ — نور الایضاح یا بلوغ المرام (حصہ اول) یا دینیات (حصہ سوم) از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی۔

عربی — عربی کا معلم از عبدالستار خان (حصہ سوم و چہارم)

سیرت — رحمت للعالمین از قاضی محمد سلیمان منصور پوری (حصہ دوم یا حصہ سوم) یا جامع الصفات از علامہ سید محمود احمد رضوی یا تاریخ اسلام (حصہ سوم) از مولانا سید علی نقی۔

منطق — تیسیر المنطق۔

معاون مضامین — جنرل سائنس ، جنرل ریاضی ، مطالعہ پاکستان ، انگریزی ، (مطابق درجہ متوسطہ)

سال چہارم

قرآن حکیم

(الف) ترجمہ پارہ ۱۱ تا پارہ ۲۰۔

(ب) سورۃ النساء تشریح کے ساتھ۔

حدیث — ریاض الصالحین مزید ۵۰ حدیثیں یا معدن الجواہر آخری دو باب۔

عربی — القراۃ الرشیدہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حصہ اول و دوم۔

تاریخ اسلام	تاریخ اسلام از معین الدین ندوی (حصہ اول) یا منتہی الامال (جلد اول کا حصہ اول)
فقہ	تسہیل المیراث یا ایضاح الفرائض از مولانا محمد اعجاز حسن یا رہنمائے وراثت از مولانا محمد صدیق۔
معاون مضامین	جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی (مطابق درجہ متوسطہ) مبادیات اقتصادیات خانہ داری، ہوم اکنامکس) وحسابات امور خانہ داری۔ ضروری ابواب ومباحث جماعت نہم منظور شدہ محکمہ تعلیم۔
سال پنجم	
قرآن حکیم	(الف) ترجمہ پارہ ۲۱ تا ۳۰۔ (ب) سورۃ النور وسورۃ الحجرات کے ساتھ۔
حدیث	ریاض الصالحین مزید ۵۰ حدیثیں یا حدیث قدسی۔
عربی	القرأۃ الرشیدہ از مولانا ابوالحسن علی ندوی حصہ سوم۔
تاریخ اسلام	تاریخ اسلام از معین الدین ندوی (حصہ دوم) یا منتہی الامال (جلد اول حصہ دوم)
فقہ	قدوری یا بلوغ المرام (حصہ دوم) یا توضیح المسائل (طہارۃ وصلوٰۃ)۔
معاون مضامین	جنرل سائنس، مطالعہ پاکستان، انگریزی (مطابق درجہ متوسطہ) مبادیات اقتصادیات خانہ داری (ہوم اکنامکس) وحسابات امور خانہ خانہ داری۔ ضروری ابواب مباحث جماعت دہم منظور شدہ محکمہ تعلیم۔

(الف) قومی ادارہ کی ہیئت ترکیبی :۔

قومی ادارہ کی ہیئت ترکیبی اس طرح ہو —

صدر	۱
سیکرٹری	۱
ارکان دیوبند	۳
ارکان بریلوی	۳
ارکان اہل حدیث	۳

ارکان شیعہ	۳
سیکرٹری وزارت تعلیم	۱
سیکرٹری وزارت مذہبی امور	۱
نمائندہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن	۱
چیئرمین انٹربورڈ کمیٹی	۱
میزان	۱۸

کمیٹی نے ڈاکٹر عبدالواحد جے ھالے پوتا ڈائریکٹر ' ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کی سربراہی میں مستقل بنیادوں پر قومی ادارہ برائے دینی مدارس کی تشکیل کی بھی سفارش کی۔ نیز تجویز کیا کہ مندرجہ بالا فارمولا کے مطابق جملہ مکاتب فکر سے اس کے ممبران کا تقرر کیا جائے۔

(ب) امتحانات مدارس

قومی کمیٹی نے دینی مدارس کے مروجہ نظام امتحانات کا جائزہ لے کر انہیں زیادہ موثر بنانے کے لئے تجاویز مرتب کیں۔ مجوزہ نظام مدارس میں درجات ابتدائیہ ' متوسطہ ' عالیہ اور تخصص کے امتحانات کو عام نظام تعلیم کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لئے سفارش کی گئی جس کے تحت ان درجات کے داخلی امتحانات پرائمری سکولوں ' ہائی سکولوں ' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج امتحانات کے مطابق مدارس خود لیں ' اور ان درجات کے آخری امتحانات ثانوی تعلیمی بورڈ اور یونیورسٹی کے آخری امتحانات کے طرح قومی ادارہ برائے دینی مدارس پاکستان لے۔ اس سفارش کے مطابق ایک طرف دینی مدارس کے مختلف درجات کی تکمیل پر کامیاب طلباء کو ایک ذمہ دار ادارے کی طرف سے سند حاصل ہو جائے گی ' جس کی بنیاد پر وہ عام نظام تعلیم کے کامیاب طلباء کی طرح اعلیٰ تعلیم یا ملازمت کے مواقع حاصل کر سکیں گے۔ اور دوسری طرف دینی مدارس کا نظام امتحانات عام نظام تعلیم کے نظام امتحانات کے ساتھ مربوط ہو جائے گا۔

نظام امتحانات کے لئے کمیٹی نے تفصیلی سفارشات بھی کیں۔ (یہاں پر اس کی تفصیل بتلانے کی ضرورت نہیں اس لئے وہ یہاں بیان نہیں کی جارہی ہیں)۔

(ج) سندات کی حیثیت (معادلہ سندات)

قومی کمیٹی نے دینی مدارس کی طرف سے دی جانے والی سندات کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ ان کے حاملین کو علم و فضل سے بہرہ ور ہونے کے باوجود سرکاری ملازمت کے مواقع میسر

نہیں۔ اس سلسلے میں انہیں جس سب سے بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ دینی مدارس کی سندات کی حیثیت ثانوی تعلیمی بورڈ اور یونیورسٹی کی سندات کے مطابق متعین نہیں۔ چنانچہ اسی طرح کے دیگر مسائل کے پیش نظر قومی کمیٹی نے مدارس اور عام نظام تعلیم کے نصاب تعلیم، مدت تعلیم، معیار تعلیم، داخلی اور آخری امتحانات کے تقابلی مطالعے اور جائزہ کے بعد دینی مدارس کے مختلف درجات کی تکمیل پر قومی ادارے کی طرف سے جاری ہونے والی سندات کے نام اور ان کی حیثیت پر تجاویز مرتب کیں ہیں۔ جن پر عملدر آمد کی صورت میں فاضلین دینی مدارس کو ملک و بیرون ملک اعلیٰ تعلیم اور سرکاری ملازمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں گے۔

دینی مدارس کی سندات کے بارے میں کمیٹی نے مندرجہ ذیل سفارشات کیں۔ دینی مدارس کے مختلف درجات کی سندات بہم وجوہ مندرجہ ذیل حیثیت کی حامل ہوں۔

درجہ	سند	حیثیت
درجہ ابتدائیہ	الشهادة الابتدائيه	پرائمری
درجہ متوسطہ	الشهادة متوسطه	میٹرک
درجہ عالیہ	الشهادة العاليه	بی۔ اے
درجہ تخصص	الشهادة التخصص	ایم۔ اے

ضمیمہ۔ ۴

رپورٹ

اصلاح ذرائع ابلاغ عامہ

رپورٹ ذیلی کمیٹی

برائے اصلاح ذرائع ابلاغ عامہ

ذیلی کمیٹی برائے اصلاح نظام تعلیم وذرائع ابلاغ عامہ
اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
اسلام آباد

ضمیمہ و

تعارف

برصغیر ہند میں مملکت پاکستان اس لئے وجود میں آئی تا کہ "یہاں کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کے ابدی اصولوں کے مطابق ڈھل سکیں۔ چنانچہ اس مقصد عظیم کے حصول کے پیش نظر نو تشکیل شدہ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۱۹ مارچ ۱۹۹۰ء میں چند ذیلی کمیٹیاں تشکیل دیں۔

ان کمیٹیوں کے لئے اراکین منتخب کئے گئے جنہوں نے اپنے موضوعات پر تندہی اور محنت سے یہ کام سرانجام دیا۔

تعلیم اور ذرائع ابلاغ عامہ کمیٹی کے حسب ذیل اراکین مقرر ہوئے۔

۱۔	جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا	کنوینر
۲۔	جناب جسٹس سید شجاعت علی قادری	رکن
۳۔	جناب مولانا عبداللہ خلجی	رکن
۴۔	جناب مولانا سید حامد سعید کاظمی	رکن
۵۔	جناب مولانا اشرف علی قریشی	رکن
۶۔	جناب سید ذاکر حسین شاہ	رکن
۷۔	محترمہ نثار فاطمہ زھراء	رکن

اس کمیٹی نے پہلے چھ ماہ میں مروجہ نظام تعلیم کی اصلاح کے بارے میں تین اجلاس منعقد کئے اور اس موضوع پر اپنا سیر حاصل مسودہ رپورٹ مرتب کیا۔ جسے کونسل نے اپنے اجلاس پنجم منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۵ - ۲۸ نومبر ۱۹۹۰ء میں منظور کر لیا۔

بعد ازاں کمیٹی کو مزید وقت دیا گیا کہ وہ ذرائع ابلاغ عامہ پر بھی اپنی رپورٹ مرتب کرے۔ چنانچہ کمیٹی نے ۷ تا ۱۹ دسمبر بمقام کراچی اپنا اجلاس منعقد کر کے اس موضوع پر بھی اراکین کے تعاون سے آ قابل قدر رپورٹ مرتب کر لی۔ جسے کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ ۲۸ تا ۳۰

۱۹۹۱ء میں بعض ترامیم واضافہ کے ساتھ منظور کر لیا۔ اس رپورٹ کی سفارشات کو آئندہ صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔

اس رپورٹ میں مروجہ ذرائع ابلاغ کی اصلاح کے لئے قابل قدر تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ جن کو بروئے کار لا کر معاشرے میں اسلامی اقدار، شرافت، صداقت، نیکی، خداترسی، اسلامی اخوت اور دیگر اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ کے لئے فضاء ساز گار ہو سکتی ہے۔

یہ رپورٹ ایک علمی کاوش ہے جو اپنے موضوع پر حرف آخر نہیں بلکہ اس میں اصلاح ابلاغ کے لئے وقت اور ضرورت کے مطابق مزید تجاویز بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

اس رپورٹ کی تدوین و ترتیب کے سلسلے میں کونسل کے گرامی قدر چیئرمین جناب جسٹس محمد حلیم صاحب کا شکر گزار ہوں جن کی رہنمائی میرے شامل حال رہی۔ میں سید ذاکر حسین شاہ رکن ذیلی کمیٹی تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے شروع میں تحریری طور پر سفارشات مرتب کیں جو سب سے پہلے ذیلی کمیٹی کے اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۱۸ دسمبر ۱۹۹۰ء میں پڑھ کر سنائی گئیں۔ جو کمیٹی نے چند ترامیم و اضافوں کے ساتھ منظور کر لیں۔ میں مولانا اشرف علی قریشی صاحب اور جسٹس (ریٹائرڈ) مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس رپورٹ پر پیش لفظ اور مقدمہ تحریر فرما کر اس کی افادیت میں اضافہ فرمایا۔ میں اراکین ذیلی کمیٹی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ ان حضرات نے میرے ساتھ ممکنہ تعاون فرمایا۔

ظہیر الدین برلاس ریسرچ آفیسر، حافظ محمد لطیف سلیمی چیف ریسرچ آفیسر اور سید صفدر علی شاہ سیکرٹری کونسل بھی میرے شکریئے کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کمیٹی کی معاونت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

اسلام آباد
۳۰ جنوری ۱۹۹۱ء

پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ھالے پوتا
کنوینر
ذیلی کمیٹی برائے اصلاح تعلیم و ذرائع ابلاغ عامہ

پچ
یک
بنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مملکت خداداد پاکستان اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔ اسلام کے مقدس نام پر یہ مملکت معرض وجود میں آئی ہے۔ مگر افسوس کہ اس میں ذرائع ابلاغ کا کردار اس کے قیام کے ابتدائی ایام ہی سے منفی رہا۔

ملکی ذرائع ابلاغ عامہ ایک اسلامی معاشرے کے قیام میں وہ کردار ادا نہ کر سکے جو کہ انہیں ادا کرنا چاہئے تھا اور جس کی توقع ان سے کی جاتی رہی۔ مقام افسوس ہے کہ اب تک اس سمت پر کوئی مثبت کام نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے ہمارے معاشرے کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ جس کی طرف فی الفور توجہ کی ضرورت ہے ٹیلیویژن ' ریڈیو وغیرہ سے بعض ایسے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں جو غیر اخلاقی اور خلاف اسلام ہیں جس سے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ فحاشی اور بد کاری کے بارے میں رب العزت کا فرمان مبارک ہے۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا
وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ (النور : ١٩)

جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بد کاری کا 'ایمان والوں میں ان کے لئے عذاب ہے' دردناک دنیا اور آخرت میں اور اللہ (جل جلالہ) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اسی طرح اس آیت کریمہ کے بعد ایک آیت چھوڑ کر بعد والی آیت مبارکہ میں رب العزت صالح معاشرے کے قیام کے لئے بنی نوع انسان کو شیطانی ذرائع اور دجل وفریب سے بچنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ
بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ
ٱللَّهَ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ (النور : ٢١)

اے ایمان والو! نہ چلو قدموں پر شیطان کے اور جو کوئی چلے گا قدموں پر شیطان کے سو وہ یہی بتلائے گا بے حیائی اور بری بات اور اگر نہ ہوتا اللہ جل جلالہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو نہ سنورتا تم میں ایک شخص کبھی بھی لیکن اللہ جل جلالہ' سنوارتا ہے جس کو چاہے اور اللہ جل جلالہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

شیطانی اور جنسی بے راہ روی کی تبلیغ خود ہمارے ذرائع ابلاغ عامہ کر رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ عامہ کی پالیسیاں مرتب کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو اسلامی اصولوں کو پیش نظر نہیں رکھتے ان کا مزاج اسلامی نہیں ہے اگر ایسے افراد اسلامی اور دینی معیار کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے تو ان سے اس سمت میں کسی مثبت طرز عمل کی توقع کرنا بالکل بے کار ہے۔ کیا ایسے رجال کار سے کسی اچھے دینی کام کی توقعات وابستہ کرنا یا یہ کہ ایسے افراد سے ایک صالح معاشرے کے قیام میں مدد مل سکے گی؟ مشکل ہے۔

ذرائع ابلاغ عامہ جیسے حساس اداروں کے لئے دینی مزاج کے حامل افراد کا تقرر بنیادی اہمیت رکھتا ہے جو کہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے آگاہی رکھتے ہوں۔

ذرائع ابلاغ عامہ کی سمت اگر درست ہوگی تو سارا معاشرہ صحیح سمت سفر کرے گا اور اس سے اسلامی معاشرہ تشکیل پائے گا۔ اگر ذرائع ابلاغ عامہ کا قبلہ درست نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس سے معاشرے کے اندر وہ بگاڑ پیدا ہو گا جو کہ اس وقت اہل درد کو شدت کے ساتھ محسوس ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج حالات جس نہج پر جا رہے ہیں اور معاشرہ جس سمت رواں دواں ہے اس میں ذرائع ابلاغ عامہ موثر کردار ادا کر رہے ہیں۔

ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر ایسے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں جن سے قتل وغارت گری' لوٹ مار' جنسی بے راہ روی کے طور طریق دکھلائے اور سنائے جاتے ہیں۔ اگر اس کی بجائے اسلامی تاریخ پر مبنی پروگرام دکھائے جاتے تو اس کے بہت ہی مثبت نتائج سامنے آتے اور آج معاشرے کی یہ حالت زار نہ ہوتی۔

ٹیلیویژن' ریڈیو و دیگر ذرائع ابلاغ کی یہ حالت ہے کہ جس وقت ان کو ان (on) کرو اس میں اکثر آپ کو ناچ گانے بجانے کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ کیا یہ اسلامی نظریاتی مملکت کے ذرائع ابلاغ کے پروگرام کہلانے کے قابل ہیں؟

رب العزت نے فواحش کی قربت سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ (الانعام : ۱۵۲)
اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ۔ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ وہ پوشیدہ ہوں۔

عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزوع۔ (بیهقی)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانا بجانا دل میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے کھیتی پروان چڑھتی ہے۔

عن علی بن الحسین قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه (مالک، احمد، ابن ماجه)

حضرت علی بن حسین سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی کی علامت یہ ہے کہ وہ فضول باتوں اور کاموں کو چھوڑ دے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی۔ (ترمذی)

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا فحش کام کرنے والا اور فحش گفتگو کرنے والا نہ ہونا چاہئے۔

قرآن وسنت کے ان واضح احکامات وہدایات کی روشنی میں اگر ہم اپنے ملک کے اشاعتی اداروں کا جائزہ لیں اور گزرے ہوئے ادوار پر اگر ایک سرسری نظر دوڑائیں تو باستثنائے ایک آدھ زمانے کے ابلاغ عامہ کی کارکردگی بالکل ناقص بلکہ قرآن وسنت کے خلاف سمت پر سفر کرتی رہی ہے۔

ذرائع ابلاغ نے معاشرے کی اصلاح کے بجائے بگاڑ کی سمت میں اپنی مساعی جاری رکھیں۔ جس کی وجہ سے نوجوان نسل تباہی کے دہانے پر آپ کو نظر آرہی ہے۔

ملک میں بعض اخبارات ورسائل ایسے ہیں جنھوں نے عریاں اور نیم عریاں نیز جنسی افسانوں کی اشاعت کو اتنا فروغ دیا ہے کہ اب تو یہ ان کے لئے ایک نفع بخش تجارت کا درجہ اختیار کر چکا ہے اسی طرح وڈیو کیسٹس کا کاروبار اس وقت ایک صنعت کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔

فحش ناچ گانے اور بلیو پرنٹ پر مشتمل کیسٹس کھلے عام بہت ہی کم قیمت پر بازاروں اور گلی کوچوں میں دستیاب ہیں۔ کیا اس سے قانون نافذ کرنے والے ادارے اور انتظامیہ کے ارباب اختیار بے خبر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ باوجود آگاہ ہونے کے مارکیٹ میں آپ کو ہر قسم کی گندی اور غلیظ فلموں کی کیسٹس ہروقت مل سکتی ہیں۔

غیر ممالک سے آئی ہوئی ان کیسٹوں نے ہماری نوجوان نسل کے اخلاق میں جو بگاڑ پیدا کیا ہے اور اس سے آئندہ آنے والی نسل پر جو بھیانک اثرات مرتب ہوں گے۔ اس سے کوئی بھی درد دل رکھنے والا مسلمان لاتعلق نہیں رہ سکتا۔

ہمارے اخبارات ورسائل اتنے بے باک ہو چکے ہیں جنہیں نہ تو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور نہ ہی آخرت کی جوابدھی کا احساس۔

یہ بڑھتا ہوا فحاشی کا رجحان ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ دیگر ممالک سے بر آمد شدہ کیسٹس اور فحش رسائل ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت مسلمانوں کو دینی اور اخلاقی طور پر تباہ کرنے کے لئے پھیلائے جارہے ہیں۔ اور مقام افسوس ہے کہ یہ مذموم دھندہ اب ملک کے اندر بھی شروع ہو چکا ہے۔

ٹیلی ویژن اور اخبارات ورسائل پر جنس کی تشہیر اور عورتوں کو غیر شرعی طریقے پر دکھایا جارہا ہے۔ قرآن پاک میں رب العزت نے اختیار وقدرت رکھنے والوں کے فرائض میں یہ بات شامل کی ہے کہ جب بھی ان کو قدرت واختیار حاصل ہوتا ہے وہ روئے زمین میں منکرات کو روکنے کے لئے اپنا اثرورسوخ استعمال کرتے ہیں۔

ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِي ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ ﴿٤١﴾ (الحج : ۴۱)

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے)

مجھے امید ہے کہ کونسل کی سفارشات کی روشنی میں حکومت ان چیزوں کا تدارک کرے گی۔

اسلام آباد
۳۰ر جنوری ۱۹۹۱ء

مولانا اشرف علی قریشی
رکن
اسلامی نظریاتی کونسل
اسلام آباد

مقدمہ

ابلاغ عامہ اور اسلامی تعلیمات

از مفتی (جسٹس ریٹائرڈ) ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری

اسلامی تعلیمات کسی ایک قبیلہ، خاندان یا ملک کے لئے نہیں ہیں ان کا دائرہ عمل تو تمام دنیائے انسانیت تک وسیع ہے۔ داعی اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں جو منصب تفویض ہوا قرآن ہی کی زبان میں یہ ہے

لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان : ۱)

ترجمہ تا کہ وہ تمام جہانوں کو خدا کا ڈر سنانے والے ہو جائیں۔

ظہور اسلام کے ابتدائی دور میں ذرائع ابلاغ زائد نہ تھے پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستیاب وسائل کو استعمال فرمایا۔ شاہان عالم اور روسائے قبائل کو خطوط روانہ کئے مبلغین یا نقباء تقرر فرمائے جو قریہ قریہ بستی بستی اسلام کے پیغام رحمت کو پہنچاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ظہور اسلام کے روز اول سے ہی آپ کو حکم دیا تھا کہ جو سچائی اور اچھائی ہے آپ پر منکشف کی ہے اور انسانی فوز و فلاح کے جو اصول آپ کو عطا فرمائے ہیں وہ نگاہ بشریت سے اوجھل نہ ہونے پائیں اور کوئی انسانی معاشرہ اس کے فیض سے محروم نہ رہ جائے، چنانچہ فرمایا گیا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

(المائدہ : ٦٧)

ترجمہ اے رسول ؐ جو بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ اس کی تبلیغ فرمادیں، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ کے پیغام رسانی کے حق کو آپ نے ادا نہ کیا۔

پھر یہ فریضہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نہ تھا آپ کی امت کے افراد کو بھی اسی طرز

عمل کا پابند کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت میں یہ ذمہ داری امت کو سپرد کر دی گئی چنانچہ فرمایا گیا۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
(آل عمران : ۱۱۰)

ترجمہ تم ایک بہترین امت ہو۔ جسے مسلمانوں کی بھلائی کے لئے وجود میں لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے باز رکھو۔

اس آیت کی روشنی میں دو باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں جو امت مسلمہ کا فریضہ ہیں۔

۱۔ ایک تو معروف یعنی زندگی کی ان اقدار کا ابلاغ جو عقیدہ عالم کی نگاہ میں ہمیشہ سے انسانی معاشرہ کی بقاء وارتقاء کے لئے ضروری خیال کی جاتی رہی ہیں۔

۲۔ اور دوسرے معاشرے کو ایسے افکار و نظریات سے روکنا جو عام طور پر انسانی معاشرے کی تباہی اور گراوٹ کا باعث بنتے ہیں۔

یہ ذمہ داری تمام امت کی ہے اور جو حکومت اللہ کی طرف سے نیابت وخلافت کا فریضہ انجام دیتی ہے لہٰذا یہ ذمہ داری حکومت وقت کی بنتی ہے کہ وہ اپنے دستیاب وسائل کو استعمال کر کے ابلاغ کے اس قرآنی فریضہ کو بجالائے۔

قرآن نے اس دعوت وابلاغ کے بڑے زریں اصول عطا فرمائے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ : ۸۳)

ترجمہ تم لوگوں سے اچھی بات کہو۔

یہ نہایت جامع نصیحت ہے اس میں انداز گفتگو بھی آجاتا ہے اور بذات خود گفتگو بھی یعنی ابلاغ میں کرخت لہجہ اختیار نہ کیا جائے جو سننے والوں کے لئے ناقابل برداشت ہو اور جو بات کہی جائے وہ اچھی سے اچھی ہونی چاہئے۔

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ (النحل : ۱۲۵)

ترجمہ آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیجئے۔

یعنی ابلاغ میں حکیمانہ طریقے اختیار کئے جائیں یہ ایک ایسا لفظ ہے جس میں تمام فنی اور عقلی خوبیاں جمع کرنے کا حکم دیا جارہا ہے ابلاغ میں یہ رعایت رکھی جائے کہ لوگ تنگ دل نہ ہوں انہیں بار خاطر نہ ہو وقت اور موقعہ کا خیال رکھا جائے۔ سامعین کی نفسیات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (النور: ۱۹)

ترجمہ بلاشبہ وہ لوگ جو یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

اس آیت میں چار باتیں بطور خاص فرمائی گئی ہیں۔

۱۔ اسلامی معاشرہ میں کسی کو ”فاحشہ“ کی اشاعت کی اجازت نہیں، یعنی اسلامی معاشرہ میں بسنے والے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہم تو لوگوں کے سامنے وہی پیش کریں گے جو وہ دلچسپی سے دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں، سردست ہمارے ابلاغ عامہ کی یہی کیفیت ہے، اخبارات، رسائل ریڈیو، ٹی وی وغیرہ جو دور حاضر میں ابلاغ کے اہم ذرائع ہیں۔ فاحشہ کی اشاعت میں پیش پیش ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ سلسلہ بند کیجئے تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ لوگوں کو اس سے دلچسپی ہے اس لئے ہم یہی پیش کریں گے یا یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسی فحاشی کی اشاعت سے اشتہارات ملتے اور مالی فوائد ہوتے ہیں اس لئے ہم یہ کاروبار کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ دراصل ایک نظریاتی مملکت میں ذرائع ابلاغ کا کردار بالکل مختلف ہوتا ہے۔ نظریاتی مملکت میں ذرائع ابلاغ کو نظریہ کے تابع ہونا چاہئے جو لوگ چاہتے ہیں وہ نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ لوگوں کو نظریہ کی طرف دعوت دینی چاہئے۔ ایک نظریاتی مملکت کی خشت اوّل یہی ہے اگر یہ ہی ہل گئی تو باقی عمارت کا خدا ہی حافظ لہٰذا فاحشہ اور فحشاء کی اشاعت کو روکنا اسلامی حکومت کا قرآنی فریضہ ہے، ایسی کسی اور رعایت کی گنجائش نہیں۔

۲ دوسری چیز اس میں یہ ہے۔ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا ان کے لئے دنیا میں دردناک عذاب ہے۔ یعنی اشاعت فاحشہ ایک ایسا جرم ہے کہ اس کی سزا کے لئے حکومت کو اس قرآنی حکم کے تحت سخت سے سخت سزا کا قانون بنانا چاہئے۔

۳۔ اس بھیانک جرم کی دوھری سزا ہے یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ یہ بات پہلی تین باتوں سے بھی زیادہ اہم ہے اس میں ان تمام لوگوں کی خام خیالیوں کا جواب ہے جو فحاشی وعریانی کی اشاعت کو نفع بخش کاروبار سمجھے بیٹھے ہیں کہ انہیں پتہ نہیں کہ یہ حرکت انجام کار ملک وملت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی۔ اب ان واضح احکام کے بعد ایک ایسی حکومت کے لئے جو اسلامی حکومت ہونے کی مدعی ہو فواحش کی اشاعت کی کیا یہ گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (لقمان : ٦)

ترجمہ اور بعض لوگ وہ ہیں جو دل فریب باتیں کرتے ہیں تاکہ علم کے بغیر اللہ کی راہ سے ہٹائیں اور مذاق کرتے ہیں، ان لوگوں کے لئے رسواکن عذاب ہے۔

آج کل جو ہم اپنے ذرائع ابلاغ میں احکام اسلامی کے ساتھ استہزاء اور مذاق دیکھ رہے ہیں سب اسی آیت کے تحت ممنوع ہیں اور اس پر سخت پابندی لگانا لازم ہے۔ کبھی اخباری مضامین میں کبھی ریڈیو اور ٹی وی کے ڈراموں میں اور کبھی دانشوروں کے دانشوری سے عاری مقالات میں احکام اور احکام اسلام کے ساتھ استہزاء کا سلسلہ جاری ہے۔

وَلَا تَقرَبُوا الفوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنهَا وَمَا بَطَنَ۔ (الانعام : ۱۵)

ترجمہ اور تم بے حیائی کے قریب تک نہ پھٹکو جو ظاہر اور جو باطن ہو۔

یعنی کھلم کھلا بے حیائی سے تو بچنے کا حکم ہے ہی جو اشاروں کنایوں میں ہو اس کی بھی اجازت نہیں۔

وَٱجْتَنِبُوا۟ قَوْلَ ٱلزُّورِ ۝٣٠ (الحج : ۳۰)

ترجمہ اور جھوٹی بات سے بچو۔

ذرائع ابلاغ سے جھوٹ کو بالکل ختم ہونا چاہئے۔ خاص طور پر کسی لیڈر یا حاکم کو جھوٹی بات ہرگز نہ کہنی چاہئے عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حکام کو تقریروں، اخباری بیانات اور انٹرویوز میں ہر طرح کے

وعدے وعید ے کرنے کا اختیار ہے اور پھر کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں کہ آپ نے جو بات کہی تھی آپ اس کو پورا کیوں نہیں کرتے یہ صورت انتہائی افسوسناک ہے اور کونسل سمجھتی ہے کہ ذرائع ابلاغ کی اصلاح کا کام یہیں سے شروع کرنا چاہئے کہ اگر کوئی لیڈر کوئی بات کہہ کر اس پر عمل نہ کرے تو اس کی لیڈری ختم کر دینی چاہئے۔

قرآن کریم کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ میں بھی ہمیں ایسے احکام ملتے ہیں جن کی روشنی میں ہم اپنے ذرائع ابلاغ کی تشہیر کا کام انجام دے سکتے ہیں انہیں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱- عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغناء ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء الزرع۔ (بیہقی)

ترجمہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔

ایک صحابی نے گانے بجانے کو اپنا پیشہ بنالیا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اللہ نے تجھے رزق حلال کے مواقع عطا کئے تھے تو نے خود ہی حلال کو چھوڑ کر حرام کو اختیار کیا ہے' چنانچہ اس صحابی نے اس پیشہ کو ترک کر دیا۔

۲- عن جبیر بن مطعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس منا من دعا الی عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی عصبیت کی طرف دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں اور جو کسی عصبیت پر مرجائے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔

اس حدیث کی روشنی میں ایسی تقاریر بیانات ' مکالموں ' اور ڈراموں وغیرہ پر پابندی ہونی چاہئے جو امت مسلمہ میں لسانی 'قومی ' صوبائی اور جغرافیائی عصبیتوں کو ہوا دیتے ہوں۔

دراصل اسلامی نقطہ نگاہ سے ذرائع ابلاغ کا اہم کردار سچائی اور اچھائی کا نشر کرنا اور علم وحکمت کا عام کرنا ہے نہ کہ فحاشی اور بے حیائی یا غیر اسلامی تہذیبوں اور ثقافتوں کا پروان چڑھانا' اس لئے ضروری ہے

کہ پاکستانی ذرائع ابلاغ اپنے اس کردار کو پورا کریں اسلامی نظریاتی کونسل کی ذیلی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں اس موضوع پر نہایت قیمتی آراء پیش کی ہیں۔ خدا کرے کہ ہم ان کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ آمین۔

واخردعوانا ان الحمدللہِ رب العالمین

سفارشات برائے ذرائع ابلاغ عامہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ ۲۳۰ (۱) کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض منصبی متعین ہیں اس میں دفعہ ۲۳۰ (۱) الف کے تحت اسلامی کونسل کا ایک فرض یہ ہے کہ وہ "ایسی سفارشات مرتب کرے جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے ان اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور امداد ملے جن کا قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تعین کیا گیا ہے۔

ذرائع ابلاغ عامہ چونکہ ذہنی اخلاقی اور علمی تربیت اور رائے عامہ کی تشکیل میں اہم بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کونسل نے باتفاق رائے درج ذیل سفارشات منظور کیں۔

۱۔ ذرائع ابلاغ عامہ کے اغراض و مقاصد قوم کو تفریحی، تعلیمی، اخلاقی، قانونی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی شعور سے آگہی اور معلومات فراہم کرنے کے ساتھ قومی مقاصد اور اسلامی تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے موعظہ حسنہ اور حکمت بالغہ سے اس طرح رہنمائی مہیا کرنا ہے کہ وہ فکری اور علمی اعتبار سے اسلامی تقاضوں کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی حیثیتوں میں اچھے مسلمان بن سکیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ عامہ اس قومی فریضہ کی انجام دہی میں قائدانہ کردار کے بجائے منفی کردار انجام دے رہے ہیں یعنی ان ذرائع کا منتہائے نظریہ ہونا چاہئے کہ قوم کو نیکی، صداقت اور اچھائی کی طرف رہنمائی کریں نہ کہ ان رجحانات کے فروغ کا باعث ہو جو عوام کی غیر اسلامی، غیر صحت مندانہ پسند کی حوصلہ افزائی یا پذیرائی کرے۔

۲۔ ذرائع ابلاغ عامہ کا بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ اپنے پروگراموں اور خبروں میں صداقت کو اپنائے۔ ہمارے ملک کے بیشتر ذرائع ابلاغ عامہ بشمول الیکٹرانک میڈیا اور اخبارات و رسائل جو خبریں نشر یا شائع کرتے ہیں ان میں جھوٹ کی ملاوٹ کی وجہ سے ان پر عوام کا اعتماد نہیں رہا اس لئے لوگ غیر ملکی ذرائع ابلاغ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۳۔ حکومت ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ سے متعلق ایسا قانونی اہتمام کرے۔ جس کی رو سے جھوٹی خبر/اطلاع دینا یا شائع کرنا قابل تعزیر ہو۔ اس امر کے

بارے میں اہتمام کیا جائے کہ لوگوں کو یہ باور کرا دیا جائے کہ جس طرح مسلمان کا خون مال قابل احترام ہے اسی طرح اس کی عزت و آبرو بھی قابل احترام ہے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے "کل المسلم علی المسلم حرام دمه و ماله و عرضه (رواہ مسلم (ایک مسلمان پورے کا پورا دوسرے مسلمان کے لئے واجب الاحترام ہے اس کا خون بھی، مال بھی، عزت بھی)۔

۴۔ ازالہ حیثیت عرفی کی دفعات میں اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ کسی کی ہتک عزت/توہین پر سزا دلوانا موجودہ قانون کی نسبت آسان ہو جائے۔

۵۔ ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمات کے لئے کورٹ فیس ختم کی جائے تا کہ لوگوں کی عزت کا تحفظ ہو سکے نیز ایسا جرم قابل دست اندازی پولیس ہو۔

۶۔ ہمارے اخبارات ریڈیو، ٹی وی اور رسائل سے پہلی ہی نظر میں یہ محسوس ہونا چاہئے کہ یہ اسلامی مملکت اور معاشرے کے ذرائع ابلاغ ہیں نیز ان کی مطبوعات اور پروگراموں پر اسلامی چھاپ ہونی چاہئے تا کہ یہ محسوس ہو سکے کہ یہ پروگرام اسلامی ذرائع ابلاغ عامہ سے پیش کیا جا رہا ہے ان پروگراموں سے اسلامی ثقافت و تہذیب نمایاں ہو اور غیر اسلامی ثقافت و تہذیب کا اثر و دخل ختم ہو۔

۷۔ فحاشی اور فحش نگاری سے متعلق مروجہ قوانین مبہم لچکدار اور ناقص ہیں۔ اس کی روک تھام کے لئے واضح اور سخت قوانین وضع کئے جائیں۔

۸۔ اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ کو ناشائستہ اور غیر اخلاقی اشتہارات و مواد کی نشر و اشاعت سے روکا جائے۔

۹۔ ذرائع ابلاغ عامہ سے تفریحی پروگرام اس طرح پیش کئے جائیں کہ معاشرے کی اصلاح ہو۔ ڈراموں، فلموں اور تقریروں کے ذریعے اصلاحی پروگرام مرتب کئے جائیں۔ ان پروگراموں سے نظریہ پاکستان اور اسلام کے ساتھ وفاداری کے جذبات کو فروغ حاصل ہو۔ اسی طرح جو نظریات انسانوں میں امتیازی تفریق پیدا کرتے ہوں ان کی حوصلہ شکنی

۱۔ مشکوٰة المصابیح تالیف محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی کتاب الاٰداب جلد ۳ ص ۲۵۔ بیروت۔

کرنی چاہئے نیز بچوں کی اسلامی تربیت کے لئے بھی تعلیمی اور اصلاحی پروگرام مرتب کر کے پیش کئے جائیں تا کہ ان کی نشوونما اسلامی طرز پر ہو۔

۱۰۔ غیر اسلامی تصورات اور نظریات کو روکنے اور خاتمے کے لئے سرکاری ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا میں ایسے مردان کار لائے جائیں جو اخلاقی، فکری، علمی اور عملی لحاظ سے اسلامی تعلیمات سے مخلص اور وفادار ہوں۔

۱۱۔ اسلامی قوانین کی تفہیم اور ترویج کے لئے ذرائع ابلاغ عامہ زیادہ سے زیادہ وقت دینے کا اہتمام کریں تا کہ لوگ اسلامی قوانین کی برکت وحکمت کو سمجھ سکیں۔

۱۲۔ جو اسلامی قوانین نافذ ہو چکے ہیں ان کی افادیت' حقانیت اغراض و مقاصد اور برکات لوگوں کے ذھن نشین کرائی جائیں ان کی افادیت کے بارے میں اسلامی فقہ اور قانون کے ماہرین کی تقاریر اور مذاکرے نشر کرنے کا اہتمام کیا جائے ان مذاکروں میں سامعین کی طرف سے سوال وجواب ہوں تا کہ لوگوں کو ان کے فوائد اور اہم نکات سے آگاہی ہو سکے۔ کیونکہ اسلامی نظام عدل اس پر زور دیتا ہے کہ قوانین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آگاہی اور معرفت حاصل ہو۔

۱۳۔ ریڈیو/ٹی وی کے سہ ماہی یا ششماہی پروگرام ترتیب دیتے وقت ان پروگراموں کی جانچ پڑتال کے لئے مشاورتی بورڈ قائم ہوں جن میں جید علماء کو بھی شامل کیا جائے۔

۱۴۔ اسلامی معاشرت اور اسلامی طرز معاشرت کی تشہیر اور فروغ کے لئے ذرائع ابلاغ عامہ بنیادی کردار ادا کریں۔ ایسے فیچرز' ڈرامے اور فلمیں نہ دکھائی جائیں جو اسلامی تہذیب وثقافت کے خلاف ہوں' یا ان کی تحقیر وتضحیک یا تذلیل پر مبنی ہوں۔

۱۵۔ منافقانہ رویوں کا جو رحجان پیدا ہو چکا ہے اس کی روک تھام کے لئے ریڈیو ٹیلیویژن سے موثر پروگرام نشر کئے جائیں۔

۱۶۔ سرعام راستوں اور سینما گھروں کی دیواروں پر آویزاں فحش پوسٹروں کو ہٹایا جائے اور آئندہ نیم عریاں، فحش مناظر اور جنسی جذبات کو ابھارنے والے اشتہارات بورڈ یا بینرز (Banners) کی نمائش ممنوع قرار دی جائے۔

۱۷۔ دوسرے ممالک کے علمی' سائنسی، ٹیکنیکی، فنی، تعلیمی اور تحقیقی پروگراموں کو فروغ دیا جائے تا کہ دوسری اقوام کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

۱۸۔ ایسے غیر ملکی پروگراموں کوجوں کا توں لے کر پاکستان میں ریڈیو اور ٹی وی پر نشر کرنے کی حوصلہ شکنی کی جائے جو کسی مخصوص طاقت یا قوم یا تہذیب کے مفادات اور مصلحتوں کے پیش نظر مرتب کئے گئے ہوں اور ان کے اقدار اور نظریہ کی عکاسی کرتے ہوں۔

۱۹۔ ایسے اخبارات یا رسائل کو سرکاری اشتہار نہ دیئے جائیں جو خلاف اسلام لٹریچر مواد یا ہیجان خیز تصاویر شائع کرتے ہوں۔

۲۰۔ ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ عامہ کو ایوارڈ دینے کی سفارش کرے۔ جنہوں نے دین کی خدمت کی ہوتا کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور خلاف اسلام کام کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہو۔

۲۱۔ جن غیر ملکی فنکاروں اور ثقافتی طائفوں کی آمد سے اسلامی اقدار اور ثقافت پر منفی اثرات پڑتے ہوں ان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

۲۲۔ اپنے ملک سے ایسے فنکاروں اور ثقافتی طائفوں کو بیرون ملک بھیجا جائے جو پاکستانی ثقافت کی صحیح عکاسی کرتے ہیں یعنی ان کے پروگرام اسلامی اقدار کے منافی نہ ہوں۔

۲۳۔ غیر اسلامی کاروبار کی تشہیر و اشاعت کا سلسلہ بند کیا جائے۔

۲۴۔ ملک میں بلیو پرنٹ فلموں کا کاروبار وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے یہ کاروبار قوم کے اخلاق کو تباہ کرنے کا باعث بن رہا ہے ان کی در آمد کا کاروبار اور نقل و حمل روکنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

۲۵۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے نئی نسل کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ نئی نسل رقاص اداکار اور گویئے بننے کے بجائے اچھے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد، عالم، طبیب اور انجینئر بننے میں فخر محسوس کریں۔

۲۶۔ کھیلوں کی حد سے زیادہ تشہیر غیر ضروری ہے۔ یہ عملی زندگی کے مثبت مشاغل پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس سے طلبہ کا علمی ذوق و شوق متاثر ہو رہا ہے ان میں 'اعلیٰ سائنس دان ماہرین تعلیم' قانون دان، علماء اور دانشور بننے کے بجائے محض کھلاڑی بننے کا شوق ابھر رہا ہے۔

۲۷۔ ریڈیو/ٹی وی پر مسلمان مشاہیر اور مجاہدین کے کارنامے دکھائے اور سنائے جائیں۔

۲۸۔ قومی یکجہتی اور اتحاد بین المسلمین کی تعلیم کو ریڈیو/ٹی وی اور اخبارات میں اجاگر کیا جائے۔

۲۹۔ منشیات کی لعنت قہر الہی سے کم نہیں جو قوم کی دولت، صحت اور آئندہ نسل کے لئے سم قاتل کی حیثیت میں ملک و قوم کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے اس لعنت کے خلاف ذرائع ابلاغ عامہ کے ذریعے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں تفصیلی پروگرام پیش کئے جائیں۔ نیز سادہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جائے اور فضول خرچی سے اجتناب کرنے کے لئے پروگرام نشر کئے جائیں۔

۳۰۔ ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد پاکستانی شہریوں کی مضمر صلاحیتوں کو اجاگر کرنے پر زور دینا چاہئے۔

۳۱۔ ریڈیو/ٹیلیویژن کے پروگراموں میں نوجوان کے لئے تدبر اور غور و فکر کی تحریک پیدا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

۳۲۔ معاشرے میں نسلی، لسانی اور ایسی دوسری عصبیتی لعنتیں جس سے قوم منتشر ہوتی ہے ان کے منفی اثرات سے قوم کو آگاہ کیا جائے۔

۳۳۔ ریڈیو/ٹی وی پر استحصالی رجحان کو ختم کیا جائے۔

PCPPI—1203(93) CII—24-1-95—200.